پیغمبر اسلام

سلیمان فاروقی

مختصر فہرست ابواب

دیباچہ

جب دُنیا کے عالمگیر فساد اور زمانہ کی ہمہ گیر تاریکی نے دلوں کو سیاہ اور آنکھوں کو بے نور کر دیا تو خدا کی رحمت سے فاران کی چوٹیوں سے آفتاب عالمتاب کا طلوع ہوا جس نے اپنی نورانی شعاعوں سے کفر و شرک کی تاریکی اور بداخلاقی و جہالت کی ظلمت کو دُور کر کے دُنیا کو توحید و خدا پرستی، علم و اخلاق اور تہذیب و تمدن کی روشنی سے منور کر دیا!

اس آفتاب ہدایت، مجسمۂ رحمت و شفقت اور پیکرِ صبر و استقلال نے گمراہ مخلوق کی ہدایت کے لئے مدتوں مصائب برداشت کئے۔ گوناگوں تکلیفیں اور اذیتیں سہیں لیکن ہمیشہ ستم کے بدلے کرم کیا اور جفا کے عوض دعا دی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آخرکار حق کی فتح ہوئی اور باطل دب گیا۔ بت پرستی کا طلسم ٹوٹ گیا ستارہ پرستی کی چمک دمک جاتی رہی۔ آتش کدے بجھ گئے۔ بت کدوں سے خاک اُڑنے لگی اور آتش پرستی سے قلوب سرد ہو گئے۔

توحید کا غلغلہ بلند ہوا۔ شرک و مخلوق پرستی کی نجاست سے قلوب پاک و صاف ہو گئے۔ بدکاریوں اور بداخلاقیوں سے دل متنفر ہو گئے۔ نسل و قومیت کی خصوصیت مٹ گئی۔ امیری و غریبی کا امتیاز جاتا رہا اور رنگتوں کا اختلاف دُور ہو گیا!

آفتابِ رسالت، شہنشاہ کونین، سید المرسلین، پیغمبر اسلام حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیئیس برس کے قلیل عرصہ میں عرب کے جاہل

اور وحشی لوگوں کو دنیا کا معلم اور سب سے زیادہ مہذب و با اخلاق بنا کر نہایت خوش اسلوبی سے حق و صداقت اور ایمان و اسلام کا پیغام دنیا کی تمام قوموں کو پہنچا دیا اور پھر نصف صدی کے اندر اندر شمع رسالت کے پروانوں نے مشرق سے لے کر مغرب تک تمام ممالک کا احاطہ کر لیا۔

پس چند اوراق کے اندر ایسے جلیل القدر مصلح عالم اور مدبر اعظم کے جملہ حالات و صفات کا اظہار نہایت دشوار ہے۔ تاہم اس مختصر کتاب کے اندر خورشید عالم افروز کے حسن و جمال کی جلوہ نمائی کی سعی کی گئی ہے۔ تاکہ متلاشیان حق و صداقت کے لئے مشعل ہدایت کا کام دے سکے۔

کتاب کی زبان نہایت سلیس اور عام فہم ہے۔ تاکہ ہر طبقہ کے لوگ آسانی سے سمجھ سکیں۔ جا بجا عنوانات قائم کر دیئے گئے ہیں تاکہ تمام مضامین بخوبی ذہن نشین ہو جائیں اور اچھی طرح سے یاد رہ سکیں۔ اس لئے یہ کتاب بالخصوص مسلمان طلباء کے لئے بے حد مفید ہے۔

مخلصانہ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس ناچیز سعی کو قبول فرمائے اور اس عاجز کو دینی و دنیوی برکات سے بہرہ ور فرمائے۔

محمد سلیمان فاروقی بی۔ اے

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مُلکِ عَرَب

عرب ہی وہ مُلک ہے جس کے مشہور شہر مکّہ میں ہمارے رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ پیدا ہوئے۔ یہیں سے اسلام کی ابتدا ہوئی۔ اِسی مُلک کی زبان میں خُدا نے اپنی آخری آسمانی کتاب نازل کی۔ اِسی ملک عرب ہی سے ساری دنیا میں تہذیب و تمدن اور علم و اخلاق کی روشنی پھیلی؛

اس ملک کا زیادہ تر حصہ ریگستانی ہے۔ پانی کی بہت قلت ہے۔ جابجا پہاڑوں کے سلسلے بھی واقع ہیں۔ ان پہاڑوں میں سے کہیں کہیں پانی کے چشمے بھی نکلتے ہیں جن کی وجہ سے کچھ سرسبزی نظر آتی ہے۔ سمندر کے کنارے پر جو علاقے ہیں وہ بھی کچھ سرسبز اور آباد ہیں۔ ملک کا درمیانی حصہ بالکل بے آب و گیاہ اور بنجر ہے؛

سارے عرب میں صرف یمن اور طائف کے خطّے ایسے ہیں جو بہت سرسبز اور شاداب ہیں۔ یہاں کھجوروں کے باغ ہیں اور کھیتیاں بھی ہوتی ہیں؛

اس ملک کے باشندے عام طور پر اونٹ کے دودھ اور گوشت اور کھجور کے پھل پر اپنی گذران کر لیتے ہیں؛

اہل عرب کی قدیم اخلاقی حالت

عادات و اخلاق عرب کے لوگ بڑے سنگ دل اور وحشی تھے۔ ذرا ذرا سی باتوں پر ان میں لڑائی چھڑ جایا کرتی تھی۔ اور پھر کئی کئی پشتوں اور صدیوں تک برابر جاری رہتی تھی۔ ایک ایک لڑائی میں ہزاروں آدمی مارے جاتے تھے اور بے شمار قبیلے بالکل تباہ و برباد ہو جایا کرتے تھے؛

کینہ اور دشمنی کا یہ حال تھا کہ عورتیں اپنے زخمی اور مقتول دشمنوں کا کلیجہ نکال کر دانتوں سے چبایا کرتی تھیں اور ناک کان وغیرہ کاٹ کر اور دھاگے میں پرو کر ہار کی طرح گلے میں پہنا کرتی تھیں؛

بیرحمی کا یہ عالم تھا کہ لڑائیوں میں لوگوں کو زندہ جلا دیا جاتا تھا۔ ننھے اور شیر خوار بچوں کو زندہ زمین میں گاڑ کر مار دیا جاتا تھا۔ بتوں پر انسانوں کی قربانی چڑھائی جاتی تھی۔ غرض اہل عرب کے نزدیک انسانی جان کی کچھ بھی قدر و قیمت نہ تھی؛

چوری، قتل، رہزنی اور آوارگی کی عام عادت تھی۔ زنا کاری، شراب خوری اور جوئے بازی سے کوئی گھر خالی نہ تھا۔ دغا بازی، فریب کاری، ایذا رسانی اور نفرت و عداوت کوٹ کوٹ کر دلوں میں بھری ہوئی تھی۔ انسانیت اور ہمدردی کا نشان تک نہ تھا۔ بیواؤں، یتیموں اور غریبوں پر ظلم کرنا اور ان کا مال کھا لینا، عورتوں کو بھگا لے جانا اور پھر اپنے فحش کارناموں کو بڑے فخر کے ساتھ مشتہر کرنا رات دن ان کا کام تھا؛

اپنی حقیقی والدہ کو چھوڑ کر باقی تمام سوتیلی ماؤں کو باپ کے مرنے کے بعد بیٹا اپنے گھر میں ڈال لیا کرتا تھا۔ ازدواج کی کوئی حد نہ تھی۔ بے حیائی کی یہ حالت تھی کہ عرب کا سب سے بڑا نامور شاعر امرؤ القیس ایک قصیدہ میں اپنی پھوپھی زاد بہن کے ساتھ اپنی بدکاری کا قصہ بڑے فخر اور مزے سے بیان کرتا ہے اور پھر اس قصیدہ کو کعبہ میں لٹکا دیتا ہے

دین و مذہب جہالت کی وجہ سے عربوں میں بُت پرستی کا عام رواج ہو گیا تھا۔ قبیلہ قبیلہ کا جُدا جُدا بُت تھا جس کی پرستش کی جاتی تھی۔ خود کعبہ میں بہت سے بُت رکھے ہوئے تھے۔ چاند۔ سُورج۔ پہاڑ۔ دریا۔ پتھر اور درخت وغیرہ کی بھی پوجا کی جاتی تھی؛

بُت پرستوں کے علاوہ بعض قبیلے عیسائی اور یہودی مذہب بھی رکھتے تھے۔ لیکن یہ صرف نام کے یہودی اور عیسائی تھے۔ عام عیسائیوں اور یہودیوں کی طرح اُنھوں نے بھی خُدا پرستی چھوڑ کر بُت پرستوں کا ساتھ دینا شروع کر دیا تھا حضرت مسیحؑ اور حضرت عُزیرؑ کو خدا کا بیٹا سمجھتے تھے۔ اور اپنے مذہبی عالموں کی بھی پرستش کرتے تھے؛

عرب کے اندر دہریئے بھی آباد تھے جو سمجھتے تھے کہ جینا مرنا جو کچھ بھی ہے اسی دُنیا میں ہے۔ اس کے بعد کچھ بھی نہیں۔ مارنے جلانے والا کوئی نہیں؛

اہل عرب کی یہ اخلاقی اور مذہبی بدحالی اور اُن کی یہ پست اور ذلیل حالت رسولِ کریمؐ کی بعثت تک قائم تھی؛

اِن جُملہ برائیوں کی وجہ سے عرب گویا دُنیا بھر کے مذاہب وخیالات اور

تمام قسم کی بداخلاقیوں کا مجموعہ تھا؛

چونکہ عرب میں دُنیا کے تمام مذاہب اور خیالات کی بگڑی ہوئی تصویر موجود تھی اور ہر خیال اور ہر عقیدے کے لوگ یہاں آباد تھے۔ اِس لئے حق وصداقت کی آواز اِسی مُلک سے بلند ہونی ضروری تھی؛

علاوہ ازیں چونکہ مُلک عرب، یورپ، ایشیا اور افریقہ کے براعظموں کے وسط میں واقع ہے اِس لئے تمام دُنیا کی ہدایت کے لئے اگر کوئی موزون مرکز ہوسکتا تھا تو وہ یہی ملک تھا؛

اِسی وجہ سے خدا نے اپنے عظیم الشان رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو عرب ہی میں پیدا کیا۔ یہیں سے آپ نے دنیا کی ہدایت اور اصلاح کا کام شروع کیا۔ اگرچہ یہ کام بہت ہی مشکل تھا۔ لیکن آپ نے نہایت خوش اُسلوبی اور صبر و تحمل سے ظلمت وجہالت، نفرت وعداوت، اور بدکاری و بد اخلاقی کو دُور کرکے تمام دنیا میں تہذیب و تمدن اور علم و اخلاق کا نور پھیلادیا؛ آپ ہی کی پاکیزہ تعلیم کا یہ کرشمہ تھا کہ اِسی ملک عرب کے باشندے سب سے زیادہ مہذب، سب سے زیادہ شائستہ، سب سے زیادہ با اخلاق، سب سے زیادہ متمدن اور ساری دُنیا کے اُستاد اور رہبر بن گئے؛

ریو رنڈ جی۔ ایم۔ راڈویل جو ایک متعصب پادری ہے اپنے ترجمۂ قرآن کے دیباچہ میں لکھتا ہے:۔

”پیغمبر اسلام کی تعلیم سے عرب کے جاہل اور خانہ بدوش بدو ایسے بدل گئے۔ جیسے کسی نے جادو کر دیا ہو۔ وہ بڑی بڑی سلطنتوں کے قائم

کرنے والے۔ ملکوں کے فتح کرنے والے شہروں کے بسانے والے۔ علمی ذخیروں اور کتب خانوں کے جمع کرنے والے ہو گئے۔ انکی قوت و عظمت اور سطوت و جبروت فسطاط، بغداد، قرطبہ اور دہلی وغیرہ سے ایسی ظاہر ہوئی کہ عیسائی یورپ کو اپنی ہیبت اور شوکت سے کپکپا دیا۔ اور اس میں ایک تہلکہ ڈال دیا۔ بت پرستی کے مٹانے، جنات اور مادیات کے شرک کے عوض ایک خدا کی عبادت قائم کرنے، اطفال کشی کی رسم کو نیست و نابود کرنے، بہت سے توہمات کو دور کرنے اور ازواج کی تعداد کو کم کر کے اس کی ایک حد مقرر کرنے میں قرآن بے شک عربوں کے لئے موجب برکت و فلاح تھا۔"

دوسرے ممالک کی حالت

جب نبی کریمؐ دنیا میں مبعوث ہوئے تو اس وقت تمام دنیا پر باطل پرستی اور بداخلاقی کی تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ جہالت اور گمراہی کا ہر طرف تسلط تھا۔ انسانیت اور تہذیب کا نام و نشان باقی نہ رہا تھا۔

انگلستان انگلستان میں جہالت اور وحشت کا دور دورہ تھا۔ ملک کے تمام اضلاع میں بت پرستی کا رواج تھا۔ لوگ حیوانوں کی طرح زندگی بسر کرتے تھے۔

فرانس اور ہنگری یہاں کے باشندے بڑے سنگدل۔ وحشی اور آوارہ تھے ہر وقت وحشیانہ لڑائیوں میں مصروف رہتے تھے۔ پادریوں کے ایما سے

بہت کچھ ظلم وستم کیا جاتا تھا۔ لوگوں کو بڑے ظالمانہ طریق پر اپنے مذہب میں لایا جاتا تھا۔ چوری اور رہزنی کا ہر طرف زور تھا۔ زبردست زیردستوں کو چوپاؤں سے زیادہ ذلیل سمجھتے تھے۔ آدمیت اور تہذیب کا دلوں پر کوئی اثر باقی نہ تھا۔ جہالت اور بے علمی نے ان کی حالت بالکل تباہ کر رکھی تھی۔

روم اور یونان روم و یونان کی تہذیب اگرچہ بہت مشہور رہ چکی تھی۔ لیکن چھٹی اور ساتویں صدی عیسوی میں روم اور یونان دونوں نہایت ذلت اور پستی کی حالت میں پہنچ چکے تھے۔ غلامی کا بہت رواج تھا۔ غلاموں کو دوسرے ملکوں میں لے جا کر گھوڑے، بیل اور اونٹوں کی طرح عام طور پر فروخت کیا جاتا تھا۔ ماں باپ اپنی اولاد کو خود بیچ کر دوسروں کا غلام بنا دیتے تھے۔ آقا اپنے غلام کو جب چاہتا قتل کرا سکتا تھا۔

خانقاہیں راہب مرد اور عورتوں سے بھری رہتی تھیں۔ اور ان مذہبی جگہوں میں تمام حیا سوز اور قابل شرم حرکات کا ارتکاب ہوا کرتا تھا۔ چوری زناکاری اور دغابازی خوب رائج تھی۔ توحید۔ خدا پرستی اور تہذیب کا نام ونشان باقی نہ رہا تھا۔ بادشاہ رعایا کو اپنا غلام سمجھتا تھا اور غریبوں کے ساتھ حیوانوں سے بدتر سلوک کیا جاتا تھا۔

مصر مصر کے باشندے عام طور پر عیسائی مذہب رکھتے تھے۔ لیکن ان کی حالت بت پرستوں سے بھی زیادہ ذلیل اور پست تھی۔ وہ حضرت مسیحؑ کو خدا اور خدا کا بیٹا سمجھتے تھے اور ان کی پرستش کرنے لگ گئے تھے روز نئے نئے فرقے بنتے تھے۔ ایک فرقہ دوسرے فرقہ کو قتل کرنے اور آگ میں جلا دینے

سے بھی دریغ نہ کیا کرتا تھا۔ رومی اور یونانی جو حکمران قوم سمجھے جاتے تھے رعایا کو اپنا غلام اور حیوانوں کی طرح ذلیل سمجھتے تھے۔ زنا کاری اور شراب خواری کا عام رواج تھا؛

ایران ایران کا ملک ایک زمانہ میں تہذیب و تمدن کا منبع رہ چکا تھا۔ لیکن اب اس پر بالکل تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ ایرانیوں کی حالت بالکل خراب اور ذلیل ہوگئی تھی۔ آگ کی پرستش خوب زور شور سے ہوتی تھی۔ چاند۔ سورج اور ستاروں کی پوجا بھی کی جاتی تھی۔ چوری رہزنی اور زنا کا عام رواج تھا۔ زن۔ زر اور زمین کو وقفِ عام سمجھا جاتا تھا۔ بغض و حسد اور کینہ و عداوت نے تہذیب و اخلاق کی تمام خوبیوں کو ملیا میٹ کر دیا تھا۔ حکام اور اُمراء عوام سے اپنی پرستش کرلتے تھے؛

ہندوستان تمام ملک میں بُت پرستی کا خوب دور دورہ تھا۔ کوئی گھر بھی بتوں سے خالی نہ تھا۔ پُرانوں کا زمانہ شروع ہوگیا ہوا تھا۔ وام مارگیوں کے ناپاک اور حیا سوز اصول ہر طرف مقبولیت حاصل کر چکے تھے۔ مندروں میں مردوں اور عورتوں کی ننگی اور سراپا فحش تصویریں رکھی جاتی تھیں۔ اور اُن کی پرستش کی جاتی تھی۔ زنا کاری کے لئے اصول و قواعد مقرر تھے چاند' سورج' ستاروں' دریاؤں' پہاڑوں' درختوں' حیوانوں' پتھروں اور انسانی شرمگاہوں کی پرستش ملک کے ہر حصّہ میں رائج تھی بعض راجاؤں نے اپنی حقیقی بہنوں سے شادیاں کر رکھی تھیں۔ لوگوں کے

اخلاق نہایت ہی قابلِ نفرت اور اُن کی معاشرت بے حد قابلِ شرم تھی۔

چین ملک کے کسی حصہ میں بھی امن وسکون نہ تھا۔ لوگوں نے خُدا سے بالکل مُنہ موڑ رکھا تھا۔ بُت پرستی خُوب رائج تھی۔ ہر کام کے لئے الگ الگ بُت مقرر تھے۔ کوئی بارش کا بُت تھا اور کوئی مال و دولت کا۔ کوئی لڑائی کا اور کوئی اولاد کا۔ لوگ اپنے مقاصد کے حاصل کرنے کے لئے اِن کے آگے جُھکتے تھے اور اِنہیں سے سب کچھ مانگتے تھے۔

مذکورہ بالا حالات کے مطالعہ سے بخوبی معلوم ہو سکتا ہے کہ حضرت رسولِ کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ کی بعثت کے وقت تمام دُنیا کے اندر کس قدر ظلمت اور تاریکی چھائی ہوئی تھی اور اِس عالمگیر اندھیرے کے دُور کرنے کے لئے ایک آفتاب عالمتاب کی ضرورت تھی۔ پس اِسی ہمہ گیر ظلمت کو دُور کرنے کے لئے شہر مکّہ کے اندر نبوّت و رسالت کا آفتاب طلُوع ہوا جس نے اپنی نورانی شعاؤں سے تمام دُنیا کو منور کر دیا!

مسٹر باسورتھ سمتھ ایم۔ اے جو ایک فاضل عیسائی ہیں۔ اپنی کتاب محمد اینڈ محمڈن اِزم میں لکھتے ہیں کہ:۔

"اگر یہ سوال کیا جائے کہ دُنیا کو عیسائی مذہب نے زیادہ فائدہ پہنچایا یا اسلام نے؟ تو کہنا پڑے گا کہ اسلام نے۔ اگر حضرت محمدؐ (صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ) کو قریش ہجرت سے پہلے خُدا نخواستہ شہید کر دیتے تو مشرق

ومغرب دونوں ناقص اور ناکارہ رہ جاتے۔ اگر آپ دُنیا میں نہ آتے تو دُنیا کا ظُلم بڑھتے بڑھتے اس کو تباہ کر دیتا۔ اگر آپ نہ ہوتے تو یورپ کے تاریک زمانے دو چند بلکہ سہ چند تاریک ہو جاتے۔ اگر آپ نہ ہوتے تو انسان صحراؤں میں پڑے بھٹکتے پھرتے۔ اگر آپ نہ ہوتے تو عیسائی دنیا اُجڑ جاتی؛

جب میں آپ کی صفات اور تمام کارناموں پر بحیثیت مجموعی نظر ڈالتا ہوں کہ آپ کیا تھے اور کیا ہو گئے اور آپ کے تابعدارغلاموں نے جن میں آپ نے زندگی کی رُوح پھونکی تھی، کیا کیا کارنامے دکھلائے تو مجھے آپ سب سے بزرگ و برتر اور اپنی نظیر آپ ہی دکھائی دیتے ہیں؛

میں یہ یقین کرنے کی جرأت کرتا ہوں کہ نہایت اعلیٰ درجہ کے فلاسفر، سائنس دان اور فضلائے عالی دماغ اور عیسائی ایک دن بالاتفاق اس کی تصدیق کریں گے کہ بلا شک و شبہ حضرت محمدؐ (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ) خدا کے سچے رسول تھے۔"

پیدائش
اور
زمانہ قبل نبوّت کے حالات

ہمارے رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ حضرت ابراہیمؑ کی اولاد سے

ہیں جو حضرت ہاجرہ کے بطن سے ہوئی۔ حضرت ہاجرہ بادشاہِ مصر کی بیٹی تھیں۔

آپ کے والد کا نام عبداللہؓ دادا کا عبدالمطّلب اور والدہ کا آمنہ تھا۔ آپ عرب کے بہترین خاندان اور بہترین قبیلہ میں سے ہیں؛

تاریخِ ولادت آپ ۹ ربیع الاوّل مطابق بیس اپریل ۵۷۱ء کو پیر کے دن صبح صادق کے بعد پیدا ہوئے؛

آپ اپنے ماں باپ کے ایک ہی بیٹے تھے۔

آپ کی پیدائش سے پہلے ہی آپ کے والد عبداللہ پچیس سال کی عمر میں مدینہ میں فوت ہو گئے تھے۔ انھوں نے تجارت کے لئے ملک شام کا سفر کیا تھا۔ راستہ میں مدینہ میں ٹھہر گئے۔ وہاں بیمار ہو گئے اور وفات پا گئے۔

نام آنحضرتؐ کی ماں نے خواب میں دیکھا تھا کہ فرشتہ نے ان سے آکر کہا کہ جو بچّہ تمہارے پیٹ میں ہے اُس کا نام احمدؐ ہے۔ اِس لئے ماں نے آپ کا نام احمدؐ رکھا۔ دادا نے آپ کا نام محمدؐ رکھا۔ لوگوں نے تعجب سے پوچھا کہ آپ نے اپنے خاندان کے مُروجہ ناموں کو چھوڑ کر یہ نام کیوں رکھا؟ دادا نے کہا اس لئے کہ میرا پوتا دُنیا بھر کی تعریف کا حق دار بن جائے؛

جب آنحضرتؐ کے دادا عبدالمطّلب نے اپنے پچیس سالہ نوجوان بیٹے کی اِس یادگار کے پیدا ہونے کی خبر سُنی تو فوراً گھر آئے۔ پیارے بچّہ کو گود میں اُٹھا کر خانہ کعبہ میں لے گئے اور دعا مانگ کر واپس لائے؛

دادا نے آپ کی پیدائش کے ساتویں دن اس خوشی میں قربانی کی اور تمام

قوم کی دعوت کی؛

رضاعت شرفائے عرب کا دستور تھا کہ وہ اپنے بچّوں کو دودھ پلانے کے لئے بدوی عورتوں کے سپرد کرکے باہر بھیجدیا کرتے تھے تاکہ جنگل کی کھُلی اور آزاد آب وہوا میں رہ کر بچے تندرست اور مضبوط ہوجائیں اور اُن کی زبان بھی زیادہ فصیح اور عمدہ ہوجائے۔ کیونکہ بدوی لوگوں کی زبان شہریوں کے مقابلہ میں زیادہ صاف اور فصیح ہوتی تھی؛

چنانچہ اسی دستور کے مطابق آٹھویں دن آنحضرتؐ کو ایک خاتون حلیمہ سعدیہ کے سپرد کردیا گیا کہ وہ آپ کو دودھ پلائیں اور اپنے پاس رکھ کر پرورش کریں؛

حلیمہ سعدیہ آپ کو اپنے قبیلہ میں لے گئیں اور ہر چھٹے مہینے آپ کو مکّہ میں لاکر آپ کی والدہ اور آپ کے داداکو دکھلاجایا کرتی تھیں۔ آپ چار برس تک اُن کے پاس رہے۔ وہاں اُن کے بچّوں کے ساتھ آپ اکثر بکریاں چرانے بھی جایا کرتے تھے؛

والدہ کا انتقال جب آنحضرتؐ کی عمر چار سال کی ہوئی تو آپ کی والدہ نے آپ کو اپنے پاس مکّہ میں رکھ لیا۔ جب آپ چھ سال کے ہوئے تو آپ کی والدہ آپ کو ساتھ لے کر اپنے شوہر کی قبر کی زیارت کے لئے مدینہ گئیں واپسی کے وقت راستہ ہی میں آپ کی والدہ بیمار ہوکر وفات پاگئیں؛

آپ کے دادا عبدالمطّلب یتیم پوتے کو لے کر مکّہ واپس آئے۔ آپ کی پرورش اور نگرانی کا کام دادا نے اپنے ذمہ لیا۔ دادا کو آنحضرتؐ سے محبت

محبت ہوگئی تھی۔ ہمیشہ آپ کو اپنے ساتھ رکھتے تھے۔

دادا کی وفات دو سال تک آنحضرتؐ نے دادا کی نگرانی میں پرورش پائی۔ جب آپ آٹھ سال کے ہوئے۔ تو آپ کے دادا عبدالمطّلب کا بھی انتقال ہوگیا۔ جب دادا کا جنازہ اُٹھا تو آنحضرتؐ بھی ساتھ تھے اور فرطِ محبت سے روتے جاتے تھے۔

عبدالمطّلب نے مرنے سے پہلے آنحضرتؐ کے متعلق یہ انتظام کیا کہ آپ کو اپنے بیٹے **ابوطالب** کے سپرد کرکے خاص طور پر وصیت کی کہ ان کی پرورش اور خبرگیری میں کوتاہی نہ کرنا۔

ابوطالب کی کفالت ابوطالب آنحضرتؐ کے چچا تھے۔ اور آپکے والد عبداللہ کے حقیقی بھائی تھے۔ چچا نے آپ کو اپنی آغوشِ تربیت میں لے لیا۔ انھیں آنحضرتؐ سے اس قدر محبت ہوگئی تھی کہ اپنے بچّوں سے بڑھ کر آپ کو عزیز سمجھتے تھے۔ سوتے تو آپ کو ساتھ لے کر سوتے اور باہر جاتے تو ساتھ لے کر جاتے۔

دادا کی وفات کے بعد چچا نے آپ کی پرورش کے فرض کو بڑی محبت اور خوبی سے ادا کیا۔

شام کا سفر آنحضرتؐ کے چچا ابوطالب تاجر تھے۔ تجارت کی غرض سے شام کو جایا کرتے تھے۔ جب آنحضرتؐ کی عمر قریبًا بارہ برس کی تھی، تو حسب دستور ابوطالب مالِ تجارت لے کر شام کی طرف جانے لگے۔ آنحضرتؐ کو ابوطالب سے بہت محبت تھی۔ جب وہ چلنے لگے تو آپ اُن سے لپٹ گئے۔ ابوطالب

نے آپ کی دل شکنی گوارا نہ کی اور آپ کو بھی ساتھ لے لیا؛

عام مورخین لکھتے ہیں کہ اِس سفر میں آپ کے چچا کو ایک عیسائی راہب کی خانقاہ میں اُترنے کا اتفاق ہوا جس کا نام بحیرا تھا۔ اِس نے آنحضرتؐ کو دیکھ کر کہا کہ اِن میں نبوت کی علامتیں پائی جاتی ہیں۔ تم اِنھیں یہودیوں کے ملک میں نہ لے جاؤ۔ ایسا نہ ہو کہ اِنھیں کسی قسم کی کوئی تکلیف پہنچے؛

ابو طالب نے وہیں مقام بُصریٰ میں اپنا مال فروخت کیا اور آنحضرتؐ کو لے کر مکّہ واپس چلے آئے؛

شغلِ تجارت اور ملک کی طرف سے صادق اور امین کا خطاب

قریش اکثر تجارت ہی کیا کرتے تھے۔ آنحضرتؐ کے چچا ابو طالب بھی تاجر تھے اِس لئے آنحضرتؐ جب جوان ہوئے تو آپ کے دل میں بھی تجارت کا خیال پیدا ہوا۔ ابو طالب کے ساتھ آپ بچپن میں بھی کئی تجارتی سفر کر چکے تھے اِس لئے ہر قسم کا تجربہ حاصل ہو چکا تھا؛

اب آنحضرتؐ نے تجارتی قافلوں کے ہمراہ مالِ تجارت لے کر جانا شروع کیا۔ ہر مرتبہ آپ کو نفع ہوا۔ ان سفروں میں آپ کی دیانت داری، راستبازی اور خوش معاملگی کی شہرت ہر طرف پھیل گئی۔ آپ کی خوبیاں اور اوصاف عام طور پر لوگوں کی زبانوں سے سنے جاتے تھے۔ بہت سے لوگ اپنا روپیہ آپ کو تجارت کے لئے دے کر منافع میں شرکت کر لیتے تھے؛

آنحضرتؐ کی شہرت بڑھتے بڑھتے اس قدر پھیل گئی کہ لوگ آپ کا نام لینے کی بجائے آپ کو صادق اور امین کہہ کر پکارنے لگے؛

ایفائے عہد کا ایک واقعہ عبداللہ بن ابی الحمساء ایک صحابی بیان کرتے ہیں کہ نبوت سے پہلے اسی زمانہ میں ایک دفعہ میں نے آنحضرتؐ سے خرید و فروخت کا کچھ معاملہ کیا۔ ابھی کچھ بات ہوئی تھی اور کچھ باقی تھی کہ مجھے کسی ضروری کام کے لئے دوسری طرف جانا پڑا۔ میں جاتے ہوئے آپ سے کہہ گیا کہ آپ یہیں ٹھہرے رہیں۔ میں ابھی واپس آکر معاملہ ختم کرتا ہوں اتفاق سے تین دن تک مجھ کو اپنا وعدہ یاد نہ آیا۔ تیسرے دن جب وعدہ یاد آیا تو اُسی جگہ پر پہنچا جہاں وعدہ دے کر آیا تھا۔ دیکھا کہ آنحضرتؐ تین دن سے اُسی جگہ پر میرا انتظار کر رہے ہیں۔ لیکن میری اس وعدہ خلافی کی وجہ سے آپ کی پیشانی پر بَل تک نہ آیا۔ آپ نے مجھ کو دیکھ کر صرف اسی قدر کہا کہ تم نے مجھے زحمت دی۔ میں تین دن سے یہاں تمہارے انتظار میں بیٹھا ہوں۔ کیونکہ میں نے تمہارے آنے تک یہیں ٹھہرنے کا وعدہ کیا تھا۔

حضرت خدیجہؓ کا آنحضرتؐ کو تجارت کے لئے اپنا روپیہ دینا مکہ میں بڑے شریف خاندان کی ایک نہایت عقلمند اور مالدار بیوہ عورت تھیں۔ اِن کا نام خدیجہؓ تھا۔ یہ اپنا روپیہ تجارت میں لگائے رکھتی تھیں اور اپنے کارندوں کے ہاتھ تجارت کے لئے شام اور یمن میں مال بھیجا کرتی تھیں۔ جب انھوں نے آنحضرتؐ کی دیانتداری، سچائی، پاکیزہ اخلاقی، معاملہ فہمی اور کاروباری قابلیت کا حال سُنا تو آپ کے پاس پیغام بھیجا کہ آپ میرا مالِ تجارت لے کر شام کو جائیں۔ آپ نے منظور کر لیا اور سامانِ تجارت لیکر ملک شام کی طرف روانہ ہوگئے۔ حضرت خدیجہؓ نے اپنا ایک غلام میسرہ

آپ کی خدمت کے لئے آپ کے ساتھ کر دیا؛

اس سفر میں مال بہت اچھے داموں پر فروخت ہوگیا اور بہت نفع ہوا۔ جب آپ مکہ میں واپس آسئے تو حضرت خدیجہؓ بہت خوش ہوئیں؛

حساب وکتاب سے فارغ ہوکر حضرت خدیجہؓ نے اپنے غلام میسرہ سے راستہ کے تمام حالات دریافت کئے۔ غلام نے تمام کیفیت بیان کی اور آنحضرتؐ کی ایمانداری، راستبازی اور پاکیزہ اخلاق کی بہت تعریف کی۔ حضرت خدیجہؓ نے جس قدر معاوضہ آپ کے ساتھ مقرر کیا تھا۔ اس سے بہت زیادہ آپ کی نذر کیا؛

نکاح حضرت خدیجہؓ بیوہ تھیں۔ آپ کے دو شوہر فوت ہو چکے تھے۔ دوسرے شوہر کے انتقال کے بعد شادی کے خیال کو ترک کر چکی تھیں۔ اور بڑے بڑے سرداروں کی درخواستِ نکاح کو رد کر چکی تھیں؛

لیکن جب انھوں نے آنحضرتؐ کی بزرگی اور حُسنِ اخلاق کی تعریف سُنی تو اُن کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ ایسے پاکباز شخص سے نکاح ہو جانے کی صورت میں بقیہ زندگی نہایت اطمینان سے بسر ہو سکے گی۔ اس لئے حضرت خدیجہؓ نے رسمِ عرب کے مطابق آنحضرتؐ کے پاس شادی کا پیغام بھیجا۔ آنحضرتؐ نے اپنے چچا ابو طالب سے مشورہ کرنے کے بعد رضامندی کا اظہار کیا؛

تمام رؤسا حضرت خدیجہؓ کے مکان پر جمع ہوئے۔ ابو طالب نے خطبۂ نکاح پڑھا اور پانچ سو طلائی درہم مہر مقرر ہوا۔

شادی کے وقت حضرت خدیجہؓ کی عمر چالیس برس کی تھی اور پہلے

دو شوہروں سے دو صاحبزادے اور ایک صاحبزادی تھیں۔ لیکن آنحضرتؐ کی عمر اس وقت صرف پچیس برس کی تھی۔

شادی کے بعد آنحضرتؐ فکرِ معاش سے بالکل فارغ البال ہوگئے حضرت خدیجہؓ نے آپ کو اپنے تمام مال واسباب اور زر و دولت کا مالک و مختار بنا دیا۔ اب آپ اپنا تمام وقت عبادت، غور و فکر اور لوگوں کی بہبودی کے خیال میں صرف کرنے لگے۔

مُلک میں امن قائم کرنے کے لئے ایک انجمن کی بُنیاد

منصبِ پیغمبری پر فائز ہونے سے پہلے انہی دنوں میں آنحضرتؐ نے اکثر قبیلوں کے سرداروں اور سمجھ دار لوگوں کو ایک جگہ جمع کیا۔ ان کے سامنے ملک کی بدامنی، مسافروں کے لُٹنے، غریبوں اور کمزوروں پر امیروں اور زبردستوں کے ظلم وستم کرنے کے حالات بیان کئے اور ان خرابیوں کے دُور کرنے کی طرف توجہ دلائی۔ چنانچہ آپ کے مشورہ سے ایک انجمن قائم ہوگئی۔ قبیلوں کے تمام بڑے بڑے سردار اس میں شامل ہوئے۔

اس انجمن کے ممبروں کو یہ اقرار کرنا پڑتا تھا کہ:

(۱) ہم مُلک سے بدامنی دُور کریں گے۔

(۲) ہم مسافروں کی حفاظت کیا کریں گے۔

(۳) ہم غریبوں کی امداد کیا کریں گے۔

(۴) ہم زبردست کو کمزور اور غریب پر ظلم کرنے سے روکا کریں گے۔

آنحضرتؐ کی اس تدبیر سے مخلوقِ خُدا کو بہت فائدہ پہنچا۔ ایسے نیک کاموں کی وجہ سے دن بدن لوگوں میں آنحضرتؐ کی نیکی اور بزرگی کا بہت چرچا پھیلنے لگا۔

خانۂ کعبہ کی تعمیر اور آنحضرتؐ کا تمام قبائل کی طرف سے حَکَم مقرر ہونا

زمانہ نبوت سے پہلے جب آنحضرتؐ کی عمر پینتیس ۳۵ سال کی تھی تو قریش نے خانۂ کعبہ کو از سرِ نو بنانے کا ارادہ کیا۔ کیونکہ خانۂ کعبہ کی دیواریں بارش اور سیلاب کی وجہ سے پھٹ گئی تھیں۔ عمارت کے بنانے میں سب کے سب شامل تھے عمارت بلند ہوتے ہوتے اُس مقام تک پہنچ گئی کہ حجرِ اسود رکھا جائے۔

اب جب کعبہ کی دیواریں اس پتھر کے رکھنے کا وقت آیا تو آپس میں بہت جھگڑا ہو گیا۔ ہر ایک قبیلہ کا سردار یہی چاہتا تھا کہ اس متبرک پتھر کو اپنے ہاتھ سے اُٹھا کر رکھے۔ چار دن تک برابر یہی جھگڑا ہوتا رہا اور تعمیر کا کام بند رہا کوئی فیصلہ نہ ہوا۔ ہر طرف سے تلواریں کھچ گئیں۔ آخر ایک بوڑھے آدمی کی رائے پر یہ بات قرار پائی کہ اگلے دن صبح کے وقت جو شخص سب سے پہلے خانہ کعبہ میں آئے اُسی کو حَکَم اور ثالث سمجھا جائے۔ اور اُسی کے فیصلہ کے مطابق عمل کیا جائے۔ سب نے یہ رائے تسلیم کی۔

دُوسرے دن تمام قبیلوں کے بڑے بڑے سردار موقع پر پہنچ گئے۔ کرشمۂ ربانی دیکھو کہ صبح کو سب سے پہلے آنحضرتؐ وہاں تشریف لے آئے۔ آپ کو دیکھ کر لوگوں کی مسرت اور خوشی کی کوئی حد نہ رہی۔ سب کے سب آپ کو دیکھتے ہی پکارنے لگے کہ:۔

"لو محمد (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ) آگئے۔ یہ امین ہیں۔ اِن کے فیصلہ پر تو ہم سب ہی خوش ہیں"۔

انصاف کا یقین ہو تو ایسا ہو کہ فیصلہ سُننے سے پہلے ہی ہر ایک شخص آپ کے فیصلہ پر رضا مندی کا اظہار کرتا ہے۔

آنحضرتؐ کو خُدا نے عقل بھی بہت کامل دی تھی۔ آپ نے اپنی دانائی اور ذہانت سے ایسی تدبیر کی کہ سب کے سب خوش ہو گئے۔

آنحضرتؐ نے ایک چادر بچھا دی اور اپنے ہاتھ سے حجرِ اَسود اُٹھا کر اُس پر رکھ دیا۔ پھر آپ نے ہر ایک قبیلہ کے سردار کو کہا کہ چاروں طرف سے چادر کے کنارے پکڑ کر اوپر کو اُٹھائیں۔ سب نے چادر کو اُٹھا کر اُس مقام تک اونچا کیا۔ جہاں یہ پتھر رکھنا تھا۔ تب آنحضرتؐ نے پتھر کو چادر سے اُٹھا کر خانۂ کعبہ کی دیوار پر اپنے موقع پر رکھ دیا۔

آپ کی اس تدبیر سے سب کے سب خوش ہو گئے۔ کسی کو کوئی شکایت نہ رہی اور جاہل عرب ایک خونخوار جنگ سے بچ گئے۔ ورنہ اُن میں تو ذرا ذرا سی باتوں پر ایسی جنگ ہو جایا کرتی تھی کہ برسوں تک ختم ہونے میں نہ آتی تھی اور ہزاروں جانیں موت کے گھاٹ اُتر جاتی تھیں۔

مشرکانہ رسموں سے کُلّی اجتناب

بچپن اور جوانی کے زمانہ میں آنحضرتؐ اپنی قوم میں اخلاقی حیثیت سے ممتاز تھے۔ آپ کی دانائی، خوش اطواری، بزرگی، پرہیزگاری اور دیانتداری کا تمام مُلک میں چرچا تھا۔

جس زمانہ میں آپ پیدا ہوئے مکّہ بت پرستی کا بہت بڑا مرکز تھا۔ خود

خانہ کعبہ میں تین سو ساٹھ بُت رکھے تھے۔ لیکن آنحضرتؐ کو ابتدا ہی سے بُتوں سے نفرت تھی۔ آپ نے کبھی بتوں کے آگے سر نہیں جھکایا۔ بُت پرستوں کے میلوں میں کبھی قدم نہیں رکھا۔ مشرکانہ کاموں میں آپ نے کبھی شرکت نہیں کی۔

ایک دفعہ قریش نے آپ کے سامنے کچھ کھانا لاکر رکھا جو بتوں کے چڑھاوے کا تھا۔ آپ نے کھانے سے انکار کر دیا اور قریش سے کہا کہ میں بتوں کے چڑھاوے کا کھانا نہیں کھایا کرتا۔

آپ صرف کعبہ کا طواف اور حج کیا کرتے تھے۔ اور اکثر اپنا وقت لوگوں کی بہتری اور بہبودی کے کاموں میں صرف کیا کرتے تھے۔

آفتابِ رسالت کا طلوع

نبوّت کا زمانہ جوں جوں قریب ہوتا گیا۔ آنحضرتؐ کے مزاج میں تنہائی اور خلوت گزینی کی عادت بڑھتی گئی۔ آپ اکثر اوقات گھر سے باہر رہا کرتے تھے۔ تن تنہا مکہ کے پہاڑوں میں تشریف لے جاتے تھے۔ اور وہیں بیٹھ کر غور و فکر میں مصروف رہتے تھے آپ کو ایک روشنی اور چمک سی نظر آیا کرتی تھی اور آپ اسے دیکھ کر بہت خوش ہوا کرتے تھے۔ اس روشنی میں کوئی صورت یا آواز نہیں ہوتی تھی۔

غارِ حرا میں عبادت مکہ سے تین میل کے فاصلہ پر ایک غار تھا جو چار گز لمبا اور پونے دو گز چوڑا تھا۔ اُس کو غارِ حرا کہتے ہیں۔ آنحضرتؐ اکثر پانی اور ستو

لے کر اس غار میں چلے جاتے تھے اور مہینوں اس میں قیام فرماتے تھے۔ آپ اس غار میں بیٹھ کر عبادت اور غور و فکر میں مشغول رہا کرتے تھے۔ جب پانی اور ستو ختم ہو جاتے تھے تو پھر گھر پر تشریف لاتے تھے اور کھانے کا یہی سامان لے کر پھر واپس چلے جاتے تھے اور عبادت و مراقبہ میں مصروف ہو جاتے تھے کئی سال آپ نے اِسی حالت میں گزارے۔

سچے خواب نزولِ وحی سے چھ مہینے پہلے آپ کو سچے خواب نظر آنے لگے۔ جو کچھ آپ رات کو خواب میں دیکھتے تھے دن کو وہی پیش آتا تھا۔ چھ مہینے تک برابر ایسی خوابوں کا سلسلہ جاری رہا۔

فرشتۂ ربانی کی آمد جب آنحضرتؐ کی عمر چالیس سال کی ہوئی تو فرشتۂ غیب خدا کا حکم اور نبوت کا پیغام لے کر آپ کے پاس آیا۔ اُس وقت آپ حسبِ معمول غارِ حرا میں عبادت میں مشغول تھے۔

فرشتہ نے آپ سے کہا کہ "پڑھ" آپ نے جواب دیا کہ میں تو پڑھنا نہیں جانتا۔ تب فرشتہ نے آپ کو پکڑ کر اپنے سینہ سے لگایا اور ایسے زور سے دبایا کہ آپ بے حال ہو گئے۔ پھر چھوڑ دیا اور کہا کہ "پڑھ" آپ نے پھر وہی پہلا جواب دیا۔ فرشتہ نے تین بار آپ کو اِسی طرح سینہ سے لگا کر زور سے دبایا اور پھر تیسری دفعہ چھوڑ کر کہا کہ:-

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ۚ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۚ اِقْرَاْ وَ	(اے پیغمبر) پڑھ اُس خدا کا نام لیکر جس نے مخلوقات کو پیدا کیا جس نے آدمی کو گوشت کے لوتھڑے سے

رَبُّكَ الْأَكْرَمُ ۝ الَّذِىْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝ عَلَّمَ الْإِنْسَانَ مَالَمْ يَعْلَمْ ۝	بنایا (ہاں) پڑھتا چلا جا۔ تیرا خدا بڑا کریم ہے۔ جس نے آدمی کو قلم کے ذریعہ سے علم سکھایا۔ جس نے انسان کو وہ باتیں سکھائیں۔ جو اس کو معلوم نہ تھیں۔

آنحضرت صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے ان الفاظ کو دُھرایا پھر وہ فرشتہ غائب ہو گیا۔

اِس واقعہ کے بعد آپ فوراً گھر واپس آئے اور لیٹ گئے۔ حضرت خدیجہؓ سے کہا کہ مجھ پر کپڑا ڈال دو۔

عجیب وغریب غیبی حالات کا مشاہدہ، جلالِ الٰہی کی ہیبت، نبوت کا بارِ گراں اور تبلیغ حق میں پیش آنے والی مشکلات کا تخیل، یہ سب باتیں ایسی تھیں کہ جن کی وجہ سے آپ کے دل میں اُس وقت کچھ ڈر سا پیدا ہوا۔

جب تھوڑی دیر کے بعد آپ کی طبیعت میں کچھ سکون ہوا تو آپ نے تمام کیفیت حضرت خدیجہؓ کو سُنائی۔ اور کہا کہ مجھے تو اپنی جان کا خوف ہو گیا ہے۔

آنحضرتؐ کے اعلٰے اخلاق پر حضرت خدیجہؓ کی شہادت

حضرت خدیجہؓ نے آپ کو تسلی دی اور کہا کہ آپ کو ڈر کس بات کا ہے؟ آپ رشتہ داروں کے ساتھ حسنِ سلوک سے پیش آتے ہیں۔ ہمیشہ سچ بولتے ہیں

مسکینوں کو کھانا کھلاتے ہیں۔ لوگوں کا بوجھ اُٹھاتے ہیں۔ رانڈوں یتیموں اور بیکسوں کی خبرگیری کرتے ہیں۔ مصیبت زدوں سے ہمدردی کرتے ہیں مہمانوں کی خاطر کرتے ہیں۔ آپ میں وہ تمام اخلاقی خوبیاں موجود ہیں۔ جو لوگوں میں نہیں پائی جاتیں۔ آپ کو کسی قسم کی اذیّت نہیں پہنچ سکتی۔ خُدا آپ کا ساتھ نہیں چھوڑے گا۔ وہ ہر حال میں آپ کا مددگار رہے گا۔"

ورقہ بن نوفل اس کے بعد حضرت خدیجہؓ اپنے اطمینانِ قلب کی خاطر آنحضرتؐ کو باصرار اپنے رشتہ کے چچیرے بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں۔ ورقہ ایک عیسائی عالم تھا۔ توریت اور انجیل کا بڑا ماہر تھا۔

حضرت خدیجہؓ کی درخواست پر آنحضرتؐ نے ورقہ بن نوفل کے سامنے ساری کیفیت بیان کی۔

ورقہ نے سنتے ہی کہا کہ یہ وہی فرشتہ ہے جو پہلے پیغمبروں کے پاس خدا کا پیغام لے کر آتا رہا۔ کاش میں جوان ہوتا اور اُس وقت تک زندہ رہتا جب قوم آپ کو یہاں سے نکال دے گی۔ دُنیا میں جب کوئی خُدا کا رسول آیا اور اُس نے سچّی تعلیم پیش کی تو ہمیشہ لوگوں نے ابتدا میں اُس کی مخالفت کی۔ کاش میں اُس وقت تک زندہ رہوں اور آپ کی مدد کروں۔"

تبلیغ اسلام کا آغاز

حضرت خدیجہؓ کا سب سے پہلے اسلام لانا جب رسول کریمؐ کو خدا کی طرف سے دینِ حق کی تبلیغ و اشاعت کا حکم ہوا تو آنحضرتؐ نے سب سے پہلے تبلیغ

کا کام اپنے گھر سے شروع کیا۔ آپ نے سب سے پہلے گھر میں حضرت خدیجہؓ کو تلاش کیا۔ حضرت خدیجہؓ مکان کے کسی دوسرے حصے میں کسی کام کو گئی تھیں۔ یکایک آئیں تو دیکھا کہ آپ کسی کی تلاش میں ہیں۔ پوچھا کہ حضورؐ کس فکر میں ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ مجھ پر ابھی وحی نازل ہوئی ہے اور مجھے تبلیغ اسلام کا حکم ہوا ہے۔ اب میں دیکھ رہا ہوں کہ سب سے پہلے میری دعوت پر کون متوجہ ہو کر حلقۂ اسلام میں داخل ہوتا ہے؛

جب حضرت خدیجہؓ نے حضورؐ کے منہ سے یہ بات سُنی تو دوڑ کر آپ کے قدموں پر گر پڑیں اور عرض کرنے لگیں کہ :-

"یا رسول اللہ میں آپ کی نبوت اور رسالت کی سب سے پہلے گواہی دیتی ہوں اور ایمان لاتی ہوں۔"

چنانچہ دعوتِ اسلام اور قبولِ اسلام کی ابتدا اپنے گھر سے ہوئی؛

آنحضرتؐ کی پاکیزہ زندگی اور صداقت کی ایک دلیل

بیوی ہی اپنے شوہر کے تمام رازوں اور خفیہ باتوں سے واقف ہوتی ہے۔ اُسے شوہر کے اخلاق و عادات کا پورا تجربہ ہوتا ہے۔ شوہر کی زندگی کا کوئی بھی پہلو اُس سے پوشیدہ نہیں ہوتا۔ پس آنحضرتؐ کے منہ سے اسلام کا پیغام سنتے ہی حضرت خدیجہؓ کا سرِ نیاز جھکا دینا اور سب سے پہلے حضورؐ پر ایمان لے آنا اس بات کی صاف شہادت ہے کہ حضورؐ کی زندگی نہایت پاکیزہ اور ہر قسم کے عیوب و نقائص سے مُبرّا تھی۔ اِسی لئے حضرت خدیجہؓ جیسی تجربہ کار، معاملہ فہم، سمجھدار اور روشن ضمیر بیوی نے اپنے سابقہ تجربوں کی بنا پر آپ کے دعویٰ

کے سچا ہونے کا فوراً قطعی فیصلہ کرلیا۔ اور بلا چون وچرا حضور کے آگے سرِ تسلیم خم کرکے مسلمانوں کی فہرست میں سب سے پہلے اپنا نام لکھوایا؛

حضرت علیؓ۔ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت زیدؓ کا پہلے ہی دن اسلام لانا

حضرت خدیجہؓ کے اسلام لانے کے بعد وہ لوگ جن کو رسول کریمؐ کے اخلاق و عادات کا پہلے سے کافی تجربہ حاصل ہوچکا تھا اور جو اپنے پچھلے تجربوں کی بنا پر آپ کے دعوے کے سچا ہونے کا قطعی فیصلہ کرسکتے تھے پہلے ہی دن اسلام لے آئے؛

مردوں میں سے پہلے ہی دن جو مسلمان ہوئے ایک آپ کے چچازاد بھائی حضرت علیؓ۔ ایک آپ کے مخلص دوست حضرت ابو بکرؓ اور ایک آپ کے آزاد کردہ غلام زیدؓ بن حارثہ تھے؛

یہ سب کے سب آپؐ کے حالات و واقعات اور حرکات و سکنات سے بخوبی واقف تھے۔ اِن اشخاص کا سب سے پہلے ایمان لانا آنحضرتؐ کی صداقت اور راستبازی کی ایک زبردست دلیل ہے؛

حضرت ابو بکرؓ بڑے مال دار تاجر تھے۔ لوگوں میں ان کا بہت رسوخ تھا۔ اِن کی کوشش سے بہت سے لوگ مسلمان ہوئے۔ کئی عورتوں نے بھی اسلام قبول کرلیا۔ پھر آہستہ آہستہ اور لوگ بھی اسلام کے اندر داخل ہونے لگے۔

مسلمان پہاڑ کی گھاٹی میں چھپ کر نماز ادا کرتے تھے

آنحضرتؐ نے نہ صرف عرب بلکہ تمام دنیا کو اسلام کی روشنی سے منور کرنا تھا اِس لئے

ضرورت اِس بات کی تھی کہ نہایت تدبیر اور تدریج سے کام کیا جائے اور سب سے پہلے مخلص مرد اور عورتوں کی ایک مختصر سی جماعت تیار کر لی جائے جو علانیہ تبلیغ اسلام کا کام کر سکے۔

پس ابتدا میں آنحضرتؐ نے تبلیغ کا فرض نہایت خاموشی سے ادا کیا۔ نماز کا جب وقت آتا تھا تو آنحضرتؐ اور مسلمان مکہ سے باہر کسی پہاڑ کی گھاٹی میں چلے جاتے تھے اور وہاں نماز ادا کرتے تھے۔

ہر معاملہ میں نہایت احتیاط کی جاتی تھی۔ تاکہ مشرکین مکہ کو کسی بات کی خبر نہ ہونے پائے اور وہ تبلیغ کے ابتدائی مراحل میں مشکلات پیدا نہ کر سکیں۔

مخلصین کی ایک چھوٹی سی جماعت کی تیاری

آنحضرتؐ نے نبوت کے ابتدائی تین سال تک اسلام کی تبلیغ نہایت خاموشی کے ساتھ کی۔ آپ چپکے چپکے لوگوں کو سمجھایا کرتے تھے اور چاند، سورج، پتھروں اور درختوں وغیرہ کی پوجا سے ہٹا کر ایک خدا کی بندگی کی تعلیم دیا کرتے تھے۔ لوگ رفتہ رفتہ بت پرستی اور جاہلیت کی ناپاک زندگی سے بیزار ہو کر اسلام میں داخل ہوتے رہتے تھے۔

آنحضرتؐ کی اِس پوشیدہ کوشش سے مخلص، دیندار اور جان نثار مسلمانوں کی ایک چھوٹی سی جماعت تیار ہو گئی۔ جس میں عورتیں، مرد، جوان، بوڑھے بچے امیر اور غریب سب قسم کے لوگ شامل تھے۔

علانیہ تبلیغ کا حکم

اب جبکہ تبلیغ کا یہ پہلا مرحلہ طے ہو چکا اور علانیہ تبلیغ کا وقت آ پہنچا تو خدا کی طرف سے حکم آیا کہ۔

فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ | آپ کو جو حکم دیا گیا ہے اسکو کھول کر سُنا دو۔

پہاڑی کا وعظ۔ اہل مکہ کو تبلیغ اہل مکہ کی طرف سے آنحضرتؐ کی راستبازی کا اقرار مگر قبول حق سے انکار

اِس حکم کو سُن کر آنحضرتؐ صفا کی پہاڑی پر چڑھ گئے اور آپ نے بلند آواز سے ایک ایک قبیلہ کا نام لے لے کر بُلانا شروع کیا۔ آپ کی آواز سُن کر سب جمع ہو گئے۔ تب آپ نے فرمایا۔ "تم سب مجھے بتلاؤ کہ تم مجھے سچا سمجھتے ہو یا جھوٹا خیال کرتے ہو؟"

سب نے متفق ہو کر کہا کہ "ہم نے کبھی کوئی غلط یا جھوٹی بات تمہارے مُنہ سے نہیں سُنی ہم نے تم کو ہمیشہ سچ بولتے دیکھا ہے۔ ہم کو پوری طرح سے یقین ہے کہ تم سچے اور امین ہو"

پھر آپ نے فرمایا کہ "دیکھو۔ میں پہاڑ کی چوٹی پر کھڑا ہوں اور تم اِس کے نیچے ہو۔ میں پہاڑ کے اِس طرف بھی دیکھ رہا ہوں اور اُس طرف بھی۔ اچھا اگر میں تم سے یہ کہوں کہ ڈاکوؤں کی ایک جماعت ہتھیار باندھے مکہ پر حملہ کرنے کے لئے دور سے آتی دکھائی دے رہی ہے تو کیا تم میری اس بات کا یقین کر لوگے؟"

سب نے کہا کہ "ہم ضرور یقین کر لیں گے کیونکہ ہمارے پاس تمہارے جیسے سچے اور نیک آدمی کو جھٹلانے کی کوئی وجہ نہیں۔ خاص کر جبکہ تم ایک ایسی اونچی جگہ پر کھڑے ہو جہاں سے تم ہر طرف دیکھ رہے ہو"

تب آنحضرتؐ نے فرمایا کہ "یہ صرف تم کو سمجھانے کے لئے ایک مثال تھی

اب میں تم کو خبر دیتا ہوں کہ موت تمہارے سر پر آرہی ہے۔ خدا کا عذاب نزدیک ہے۔ تم سب نے خدا کے دربار میں حاضر ہونا ہے۔ خدا پر ایمان لے آؤ تاکہ عذاب الٰہی سے بچ جاؤ۔ میں عالم آخرت کو سامنے دیکھ رہا ہوں آؤ۔ اس جہان کے لئے تیاری میں لگ جاؤ۔ ظاہری اور باطنی نجاستوں سے الگ ہو جاؤ اور پاکیزہ زندگی اختیار کرو۔"

اس نصیحت آموز اور دل نشین وعظ کے سننے کے بعد وہی لوگ جو ابھی ایک لمحہ پہلے آپ کے سچا اور راستباز ہونے کا اقرار کر چکے تھے۔ آپ پر ہنسنے لگے اور آپ کی مخالفت کے لئے تیار ہو گئے۔ آپ کا چچا ابولہب آپکی باتیں سن کر بہت برہم ہوا اور سب لوگ ناراض ہو کر اپنے اپنے گھروں کو باتیں بناتے ہوئے چلے آئے!

اپنے قریبی رشتہ داروں میں تبلیغ چند روز کے بعد آنحضرتؐ کو خدا کی طرف سے حکم ہوا کہ:-

وَاَنۡذِرۡ عَشِیۡرَتَکَ الۡاَقۡرَبِیۡنَ	اپنے قریب کے رشتہ داروں کو خدا سے ڈراؤ!

تب آپ نے حضرت علیؓ سے کہا کہ دعوت کا انتظام کرو۔ چنانچہ انہوں نے سامان کیا۔ آپ نے اپنے تمام قریبی رشتہ داروں کو دعوت پر بلایا۔ چالیس کے قریب آپ کے رشتہ دار آئے۔ جب سب کھانا کھا چکے تو آپ تقریر کرنے کے لئے کھڑے ہوئے مگر ابولہب نے ایسی بیہودہ باتیں شروع کر دیں کہ آپ کو تقریر کا موقع نہ ملا!

دوسرے دن آنحضرتؐ نے پھر دعوت کا سامان کیا۔ اور اپنے رشتہ داروں کو پھر بلایا۔ جب سب لوگ کھانا کھا چکے تو آپ نے کھڑے ہو کر فرمایا کہ "میں تمہارے لئے وہ چیز لے کر آیا ہوں جس میں دین اور دُنیا کی بہبودی ہے۔ ایسی عمدہ اور اچھی چیز عرب بھر میں کبھی کوئی شخص اپنی قوم کے لئے نہیں لایا۔ میں آپ سب لوگوں کو اسکی دعوت دیتا ہوں۔ بتاؤ۔ اس کام میں میرا کون ساتھ دیگا۔"

یہ سُن کر سب خاموش ہو گئے۔ کسی نے کوئی جواب نہ دیا۔ اتنے میں حضرت علیؓ اُٹھے اور انھوں نے کہا کہ "اگرچہ میں کمزور اور سب میں چھوٹا ہوں مگر میں آپ کا ساتھ دوں گا۔"

یہ سُن کر سب ہنس پڑے اور مذاق اُڑاتے ہوئے چلے آئے۔

حرمِ کعبہ میں توحید کا اعلان اب آہستہ آہستہ مسلمانوں کی ایک جماعت تیار ہو گئی تھی جس کی تعداد چالیس سے زیادہ تھی۔ آنحضرتؐ نے ایک دن حرمِ کعبہ میں جا کر توحید کا اعلان کیا اور بت پرستی سے لوگوں کو منع کیا۔ کفار کے نزدیک یہ حرم کی سب سے بڑی توہین تھی۔ اس لئے ہر طرف سے لوگ آپ پر ٹوٹ پڑے۔ حضرت حارثؓ بن ابی ہالہ کو خبر ہوئی تو دوڑے ہوئے آئے اور آنحضرتؐ کو بچانا چاہا۔ مگر ہر طرف سے اُن پر تلواریں پڑنے لگیں اور وہ وہیں شہید ہو گئے۔ یہ پہلا خون تھا جو اسلام کی راہ میں بہایا گیا۔

گلی کوچوں، میلوں اور مجلسوں میں تبلیغ اب آنحضرتؐ نے گلی کوچوں اور گھروں میں جا جا کر لوگوں کو توحید کا وعظ سُنانا شروع کیا۔ آپ مجلسوں، میلوں، منڈیوں، بازاروں اور نشستگاہوں میں جایا کرتے تھے اور لوگوں کو

اسلام کی دعوت دیا کرتے تھے۔ بتوں کی پوجا گندی باتوں اور بداخلاقی کے کاموں سے منع کیا کرتے تھے!

آنحضرت کے وعظ کی بڑی بڑی باتیں

آنحضرت لوگوں کو سمجھاتے تھے کہ خدا ایک ہے صرف اُسی کی عبادت اور بندگی کرو۔ بتوں پتھروں پہاڑوں اور درختوں کی پوجا نہ کرو۔ یہ سب چیزیں خدا کی پیدا کی ہوئی ہیں بیٹیوں کو مار ڈالنے کی عادت چھوڑ دو۔ زنا کاری، جُوا، قتل، خونریزی، یتیموں اور بیواؤں کی حق تلفی اور غریبوں اور بیکسوں پر ظلم کرنے سے باز رہو!

آپ فرماتے تھے کہ جسم اور کپڑوں کو نجاست سے پاک رکھو۔ زبان کو گندی باتوں سے اور دل کو بُرے خیالات سے پاک وصاف بناؤ۔ وعدہ واقرار کی پابندی کرو۔ کسی سے دغا اور فریب نہ کرو۔ امانت میں خیانت نہ کرو۔ ہمسایہ سے نیک برتاؤ کرو۔ حسب ونسب پر بے جا فخر نہ کرو۔ سب بنی نوع انسان کو بھائی بھائی سمجھو۔ گورے اور کالے، ترکی اور حبشی کا امتیاز اڑادو۔ راست بازی اختیار کرو۔ آپس میں محبت بڑھاؤ۔ بدگمانی کو عادت نہ بناؤ اوروں کے عیب تلاش نہ کرو۔ آپس میں بُغض نہ رکھو۔ ایک دوسرے پر رحم کرو۔ عفو ودرگذر کو اپنا شیوہ بناؤ۔ کسی کو ایذا نہ دو!

قیدیوں کو رہائی دلاؤ۔ بھوکوں کو کھانا کھلاؤ۔ بیماروں کی خبرگیری کرو بیکسوں، مظلوموں اور مصیبت زدوں سے ہمدردی کرو!

کفارِ قریش کی مخالفت

اسلام کی اشاعت کے روکنے کی تدابیر

قریش کی مخالفت کے اسباب جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے علانیہ اسلام کی تبلیغ شروع کی تو کفارِ قریش نے آپ کی مخالفت شروع کر دی۔ اس مخالفت کے کئی اسباب تھے:

(۱) قریش کی تمام عرب پر مذہبی حکومت تھی۔ وہ کعبہ کے مجاور اور کنجی بردار سمجھے جاتے تھے۔ ملک بھر میں ان کی جو کچھ عزت و تعظیم کی جاتی تھی وہ صرف اُن بتوں کی وجہ سے تھی جو کعبہ میں رکھے ہوئے تھے اور جن کی وجہ سے عرب کے تمام قبائل مکہ میں آکر بُت پرستی کے مراسم بجالاتے تھے۔ تمام ملک میں یہی بُت مال و دولت دینے والے، فتوحات حاصل کرانے والے، اولاد عطا کرنے والے۔ غرض ہر قسم کے خیر و شر کے مالک سمجھے جاتے تھے!

لیکن اسلام بُت پرستی کا دشمن تھا۔ وہ سب سے پہلے اس طلسم کو توڑنا چاہتا تھا۔ جس کا یقینی نتیجہ ان لوگوں کی عزت و عظمت کا زوال اور خاتمہ تھا۔ بڑے بڑے رؤسا اور سردار یہ گوارا نہیں کر سکتے تھے کہ وہ آنحضرتؐ کو نبی تسلیم کر کے اپنی سرداری سے دست بردار ہو جائیں۔ اور اُن تمام منافع کو چھوڑ دیں جو اُن کو کعبہ کی مجاوری کی وجہ سے حاصل تھے۔ اس لئے انھوں نے آنحضرتؐ کی مخالفت ضروری سمجھی۔

(۲) مغرور قریش عرب میں اپنے آپ کو سب سے بڑا سمجھتے تھے۔ انہیں

اپنی خاندانی شرافت پر بہت بڑا ناز تھا۔ لیکن اسلام حسب و نسب کی فوقیت امیری و غریبی کے امتیاز اور فرقوں اور قوموں کے اختلاف کو مٹا کر ایک عام اخوّت کا رشتہ قائم کر کے سب کو ایک ہی صف میں جگہ دیتا تھا؛

مگر قریش کو یہ مساوات گوارا نہ تھی۔ انہیں اسلامی مساوات اور اسلامی اخوت کے قبول کرنے میں ایک قسم کی حقارت اور ذلّت محسوس ہوتی تھی۔ ان کے نزدیک آقا اور غلام کا امتیاز ایک ضروری چیز تھی۔ اس لئے انہوں نے رسولِ کریمؐ کا سختی سے مقابلہ شروع کیا؛

(۳) قریش کے اکثر قبائل آنحضرتؐ کے خاندان یعنی بنو ہاشم سے عداوت رکھتے تھے۔ اس لئے اُنہیں یہ بات گوارا نہ تھی کہ ایک حریف اور دُشمن کے قبیلہ کے شخص کو نبی مان کر اس کی تعلیم پر چلیں اور اس کی اطاعت اختیار کریں؛

(۴) نہ صرف قریش بلکہ تمام عرب کی طرف سے آنحضرتؐ کی مخالفت کی ایک بڑی وجہ یہ بھی تھی کہ عرب کے لوگ سینکڑوں برس سے بتوں کی پوجا کرتے چلے آتے تھے اور ہر روز ان کے آگے پیشانی رگڑتے تھے۔ وہ بُت پرستی کے عادی ہو چکے تھے اور اُس پر بالکل مطمئن تھے۔ لیکن اسلام دفعتہً اِس دیرینہ طلسم کو توڑ کر بُت پرستی کا نام و نشان مٹانا چاہتا تھا۔

(۵) قریش کی مخالفت کا ایک اور بڑا سبب اُن کی بد اخلاقیاں تھیں۔ وہ زنا، جُوا، قتل، حق تلفی، عہد شکنی، جنگ و جدال اور آوارگی کے عادی ہو رہے تھے۔ ہر ایک قاعدہ اور قانون کی بندش سے آزاد تھے۔ لیکن اسلام جہاں ایک طرف بت پرستی کو مٹاتا تھا۔ وہاں ساتھ ہی ساتھ ہر قسم

کی بداخلاقیوں سے بڑی سختی کے ساتھ منع کرتا تھا۔ اس لئے ان دیرینہ بدعادات کو چھوڑ کر کسی قاعدہ اور قانون کی پابندی قریش کو کسی طرح گوارا نہ تھی۔

ان سب باتوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ تمام قریش آنحضرتؐ کی مخالفت اور آپ کے استیصال پر کمربستہ ہوگئے۔ کفر و اسلام کی یہ علانیہ کشمکش نبوت کے چوتھے سال کے ساتھ ہی خوب زور شور سے شروع ہوگئی۔

ایذارسانی کی کمیٹیاں قریش مکہ آنحضرتؐ اور مسلمانوں کو طرح طرح سے تنگ کر رہے تھے۔ انہوں نے تکلیف دہی کے کئی طریقے اختیار کئے مگر جب اُن کی متفرق کوششیں آنحضرتؐ کے ارادوں کو کمزور کرنے میں کسی طرح کامیاب نہ ہوسکیں تو انہوں نے ایذارسانی کے لئے اب باقاعدہ کمیٹیاں بنالیں تاکہ قبائل کی متحدہ کوشش سے اسلام کا مقابلہ کیا جائے۔

ابولہب کی سرپرستی میں ایک کمیٹی کا قیام۔ دشمنوں کی زبان سے آنحضرتؐ کی تعریف

کفار کی ایک کمیٹی ابولہب کی سرپرستی میں قائم ہوئی۔ مکہ کے پچیس بڑے بڑے سردار اس کمیٹی کے ممبر بنے۔

اب کمیٹی کے سامنے یہ سوال پیش ہوا کہ جو لوگ دور و دراز مقامات سے مکہ میں آتے ہیں انہیں آنحضرتؐ کے بارے میں کیا کہا جائے تاکہ باہر سے آنے والے لوگ آپ کی طرف متوجہ نہ ہوں اور آپ کے کلام کو نہ سنیں۔

مجلس میں سے ایک نے کہا۔ ہم اُن سے کہیں گے کہ وہ کاہن ہے کمیٹی میں ولید بن مغیرہ ایک سمجھدار بوڑھا بھی شامل تھا۔ اس نے یہ بات سن کر کہا کہ محمدؐ کا کلام تو نہایت فصیح شیریں اور دلنشین ہے کاہنوں

کی زبان سے ایسا کلام ہم نے آج تک کبھی نہیں سُنا۔ ہم کو ایسی بات نہیں کہنی چاہئے جس سے لوگ سمجھیں کہ ہم جھوٹ بول رہے ہیں'۔

ایک نے کہا کہ اچھا تب ہم اُسے دیوانہ بتلایا کریں گے'۔

ولید بولا کہ کبھی دیوانوں کے منہ سے بھی کسی نے ایسی اچھی باتیں سُنی ہیں؟

ایک اور شخص بولا کہ پھر کہنا چاہئے کہ وہ شاعر ہے'۔

ولید نے کہا کہ ہم خوب اچھی طرح سے جانتے ہیں کہ شعر کیا ہوتا ہے۔ محمدؐ کے کلام کو شعر سے ذرا بھی مشابہت نہیں'۔

ایک بولا کہ اچھا ہم کہیں گے کہ وہ جادوگر ہے'۔

ولید بولا کہ جادوگروں کی شکلیں بڑی منحوس اور اُن کی عادتیں بڑی گندی اور ناپاک ہوتی ہیں مگر محمدؐ تو بڑا پاک وصاف رہتا ہے۔ وہ اپنے اخلاق سے لوگوں کو اپنا مطیع اور گرویدہ بنا رہا ہے'۔

آخر سب نے عاجز آکر ولید سے کہا کہ تم ہی بتاؤ کہ پھر ہمیں کیا کہنا چاہئے؟

ولید نے کہا کہ سچ تو یہ ہے کہ محمدؐ کے کلام میں بہت تاثیر ہے۔ اس کی گفتگو بڑی شیریں ہے اور اس کے اخلاق وعادات بڑے پاکیزہ اور دلکش ہیں۔ لوگوں کو اُس کے اثر سے بچانے کے لئے صرف یہی ایک طریقہ میری سمجھ میں آتا ہے کہ ہم ان سے کہیں کہ محمدؐ کی باتیں نہ سنو کیونکہ اُس کی باتیں سُننے سے دل پر ایسا اثر ہوتا ہے کہ جس سے باپ بیٹے' بھائی بھائی اور بیوی خاوند میں جدائی ہو جاتی ہے۔ اس ڈر سے لوگ اس کی باتیں سننے سے باز رہیں گے

مخالفین کی تجاویز اس کمیٹی کے ممبروں نے اسلام کے روز افزوں اثر کو روکنے کے لئے کئی تدابیر پر غور کیا اور بالآخر بہت سی گفتگو اور بحث کے بعد سب نے مندرجہ ذیل تجاویز پر اتفاق کیا!

(۱) آنحضرتؐ کو ہر طرح سے ایذا پہنچائی جائے تاکہ آپ تنگ آکر اپنے دین کی تبلیغ کا کام چھوڑ دیں۔

(۲) بات بات پر آپ کی ہنسی اڑائی جائے تاکہ لوگ آپ کی باتوں کی طرف توجہ نہ کر سکیں۔

(۳) اسلام لانے والوں کو انتہا درجہ کی اذیت اور تکلیف دی جائے تاکہ جو لوگ مسلمان ہو چکے ہیں وہ واپس آجائیں اور نئے لوگ اسلام میں داخل نہ ہوں!

کفّار کی ایذا رسانی

رسولِ کریمؐ کا صبر و استقلال

کفار نے آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کو بہت ستانا شروع کیا تاکہ آپ مجبور ہو کر اسلام کی تبلیغ چھوڑ دیں۔ قریش کے بڑے بڑے رؤساء اور سردار آپ کے ہمسایہ تھے۔ اور یہی آپ کے سب سے بڑھ کر دشمن تھے۔ یہ لوگ اکثر اوقات آپ کے راستہ میں کانٹے بچھا دیا کرتے تھے تاکہ رات کے وقت اندھیرے میں آپ کے پاؤں زخمی ہو جائیں، آپ کے گھر کے دروازے پر نجاست کو پھینک دیتے تھے۔ نماز پڑھتے وقت ہنسی اڑاتے تھے۔ لیکن آپ ان تمام تکالیف

بڑی کشادہ پیشانی اور مسرت کے ساتھ برداشت کرتے رہے۔ اور بڑے صبر واستقلال سے دینِ حق کی اشاعت میں لگے رہے۔

عقبہؔ کی بدسلوکی

ایک دن آنحضرتؐ خانۂ کعبہ میں نماز پڑھ رہے تھے اِس موقع پر عقبہ آیا۔ اس نے اپنی چادر کو لپیٹ کر رسّی کی طرح بنایا۔ جب آنحضرتؐ سجدہ میں گئے تو اس چادر کو آپ کے گلے میں ڈال کر پیچ پر پیچ دینے شروع کئے۔ یہاں تک کہ آپ کا گلا بہت گھُٹ گیا۔ مگر آپ بالکل اطمینان سے سجدہ میں پڑے رہے۔ اتنے میں حضرت ابوبکرؓ آگئے۔ انہوں نے دھکا دے کر عقبہ کو ہٹایا۔ لیکن آنحضرتؐ نے عقبہ کو کچھ نہ کہا!

اتنے میں چند اور شریر لوگ آگئے اور اُنھوں نے حضرت ابوبکرؓ کو بہت مارا۔

ابوجہل کی ایذارسانی کا ایک واقعہ

اسی طرح ایک دفعہ نبی کریمؐ کعبہ کے صحن میں نماز پڑھ رہے تھے۔ قریش بھی آپ کو دیکھ کر وہاں جا بیٹھے۔ ابوجہل بولا کہ آج شہر میں فلاں جگہ اونٹ ذبح ہوا ہے۔ اس کی اوجھری پڑی ہوئی ہے۔ کوئی ہے جو وہاں جائے۔ اُسے نجاست سمیت اُٹھا لائے اور آپ کے اوپر رکھ دے!

یہ سُن کر عقبہ اُٹھا اور نجاست سے بھری ہوئی اوجھری لایا۔ جب آپ سجدہ میں گئے تو آپ کی پیٹھ پر رکھدی۔ آنحضرتؐ تو اس وقت خدا کے ذکر میں محو تھے۔ آپ کا تو اس طرف کچھ بھی خیال نہ ہوا۔ لیکن کفار دیکھ کر ہنسی کے مارے لوٹے جاتے تھے اور ایک دوسرے پر گرے پڑتے تھے۔ اتنے میں اتفاقاً آپ کی صاحبزادی حضرت فاطمہؓ جو ابھی صرف پانچ چھ سال کی

تھیں اِدھر آگئیں۔ انھوں نے باپ کی پیٹھ سے اوجھری کو ہٹایا اور کفار کو بھی کچھ بُرا بھلا کہا'

کفار اس قسم کی اور بے شمار تکلیفیں حضورؐ کو پہنچاتے رہے جن کا ذکر آئندہ صفحات میں آئیگا۔ لیکن یہ سب اذیتیں آپ کی بے نظیر ہمت جرأت کو ذرّہ برابر بھی کم نہ کر سکیں اور آپ بدستور لوگوں کی اصلاح کے کام میں لگے رہے؛

آنحضرتؐ جب اپنے ہمسایہ کفار کو ایذارسانی کے درپے دیکھتے تھے تو بعض اوقات صرف اس قدر فرما دیا کرتے تھے کہ" اے فرزندانِ قریش! ہمسائگی کا حق خوب ادا کرتے ہو"

کفار کو آنحضرتؐ کے قتل کی جرأت نہ تھی

اگرچہ کفّار کا غیظ و غضب دن بدن بڑھتا جارہا تھا مگر وہ آنحضرتؐ کے قتل کی جرأت نہ کر سکتے تھے۔ آنحضرتؐ کے چچا ابوطالب سردارانِ مکّہ میں سب سے زیادہ عزت و وجاہت رکھتے تھے۔ اور قبیلۂ بنی ہاشم کے سردار سمجھے جاتے تھے۔ آپ کے چچا اگرچہ اسلام نہ لائے تھے۔ مگر آپ کی حمایت پر تھے؛

کفار جانتے تھے کہ بنو ہاشم خون کا انتقام نہ چھوڑیں گے۔ اور اگر وہ اُٹھ کھڑے ہوئے تو معاملہ بہت نازک ہو جائے گا اور تمام مکہ کو مجبورًا جنگ میں مبتلا ہونا پڑے گا۔ اور پھر جب تک بنو ہاشم بدلہ نہ لے لیں گے اس وقت تک لڑائی کی آگ کا بجھنا ناممکن ہو گا؛

اِس لئے کفار آنحضرتؐ کے قتل کا ارادہ نہ کر سکے۔ صرف تکلیف دہی

کے طریقے اختیار کرتے رہے!

آنحضرتؐ کا بے نظیر صبر و استقلال ایک دفعہ ایک صحابی نے قریش کی ایذا رسانیوں سے تنگ آکر آنحضرتؐ کی خدمت میں عرض کی کہ آپ ان کے حق میں بد دعا کیوں نہیں فرماتے؟!

یہ سُن کر آپ کا چہرہ سُرخ ہو گیا اور فرمایا کہ "تم سے پہلے وہ لوگ گذرے ہیں جن کو آرے سے چیر کر دو ٹکڑے کر دیا جاتا تھا۔ اُن کے بدن پر لوہے کی کنگھیاں چلائی جاتی تھیں جس سے گوشت پوست سب علیحدہ ہو جاتے تھے لیکن اِن آزمائشوں اور امتحانوں کے باوجود وہ اپنے فرض سے باز نہ آئے خدا کی قسم دینِ اسلام کمال کو پہنچ کر رہے گا"

آنحضرتؐ کا یہ ارشاد حرف بہ حرف پورا ہوا اور آپ کے اِس بے نظیر صبر و استقلال کی وجہ سے چند ہی سالوں کے اندر ہزارہا جان نثاروں اور فداکاروں کا گروہ آپ کے گرد جمع ہو گیا اور وہی سرزمین جس میں اللہ کا نام لینا ایک جرمِ عظیم سمجھا جاتا تھا' توحید کی اشاعت کا مرکز بن گئی!

مسلمانوں پر کفّار کے دردناک مظالم

اسلام کی خاطر مصائب کی برداشت

اسلام جب آہستہ آہستہ پھیلنا شروع ہو گیا تو کفار نے اسلام کی اشاعت کے روکنے کے لیئے ایک تدبیر یہ کی کہ مسلمانوں کو ہولناک مظالم کا نشانہ بنایا جائے تاکہ یہ لوگ اسلام سے پھر کر دوبارہ قریش کے آبائی مذہب

میں داخل ہو جائیں اور دوسرے لوگوں کو بھی اسلام میں داخل ہونے کی جرأت نہ ہو سکے۔ چنانچہ قریش نے پوری سرگرمی کے ساتھ ظلم و ستم کا سلسلہ شروع کر دیا؛

مسلمانوں میں سے جو لوگ بے یار و مددگار اور غریب الوطن تھے اور جن کو کسی قبیلہ کی حفاظت حاصل نہ تھی۔ ان کو تو تمام کفار نے مل کر تکلیفیں دینی شروع کیں اور جن مسلمانوں کا کسی قبیلہ سے تعلق تھا اُن کو اذیت دینے کے لئے اُن کے رشتہ داروں کو آمادہ کیا گیا؛

حضرت بلالؓ آپ حبشی النسل تھے۔ اُمیہ بن خلف کے غلام تھے جب ان کے آقا نے سُنا کہ بلالؓ مسلمان ہو گئے ہیں تو اُس نے اِن کو طرح طرح کی تکلیفیں دینی شروع کیں؛

ٹھیک دوپہر کے وقت جلی ہوئی ریت پر ان کو لٹا دیا جاتا تھا اور گرم گرم بھاری پتھر ان کی چھاتی پر رکھ دیا جاتا تھا تاکہ ہلنے نہ پائیں۔ پھر اُمیہ ان سے کہتا تھا کہ اسلام سے باز آجاؤ ورنہ ایسے ہی مار ڈالوں گا۔ مگر یہ اس وقت بھی زبان سے اَحد اَحد پکارتے تھے؛

حضرت بلالؓ کی گردن میں رسی باندھ کر اِن کو لڑکوں کے سپرد کر دیا جاتا تھا۔ وہ اِنہیں مکّہ کے گلی کوچوں اور پہاڑیوں پر گھسیٹتے پھرتے مگر پھر بھی یہ اَحد اَحد کا نعرہ لگاتے جاتے تھے!

مشکیں باندھ کر لکڑیوں سے اِن کو پیٹا جاتا تھا' دھوپ کے اندر گھنٹوں بٹھلایا جاتا تھا اور کئی کئی دن تک بھوکا پیاسا رکھا جاتا تھا۔ مگر ان کی زبان

پر ہر وقت اللہ کا نام جاری رہتا تھا؛

آخر جب حضرت ابو بکرؓ کو اِن اذیتوں کی خبر ہوئی تو انہوں نے حضرت بلالؓ کو اُمیہ سے خرید کر آزاد کر دیا۔ پھر حضرت بلالؓ آنحضرتؐ کی خدمت میں رہنے لگے؛

حضرت عمارؓ۔ اُن کے والد یاسر اور اُن کی والدہ سُمیّہ حضرت عمارؓ اپنے والد یاسر اور اپنی والدہ سُمیّہ سمیت مسلمان ہو گئے ابو جہل نے ان تینوں کو بہت اذیت دینی شروع کی۔ وہ ہر روز انہیں پیٹا کرتا تھا اور مارتے مارتے بیہوش کر دیتا تھا؛

ابو جہل نے ایک دن طیش میں آکر سُمیّہ کے اندام نہانی پر نیزہ مارا اور جان سے مار ڈالا؛

یاسر بھی کافروں کے ہاتھ سے تکلیفیں اُٹھاتے اُٹھاتے ہلاک ہو گئے حضرت عمارؓ کی مشکیں باندھ کر انہیں جلتی ہوئی ریت پر ڈال دیا جاتا تھا اور چھاتی پر ایک بھاری پتھر رکھ دیا جاتا تھا۔ اور کبھی پانی میں غوطے دیئے جاتے تھے؛

صُہیب بن سنان کفار اِن کو اس قدر اذیت دیتے تھے کہ ان کے حواس مختل ہو جاتے تھے۔ جب انہوں نے مدینہ کو ہجرت کرنی چاہی تو کفار نے کہا کہ اگر اپنا سارا مال و متاع چھوڑ جاؤ تو جا سکتے ہو۔ انہوں نے نہایت خوشی سے منظور کیا اور سب کچھ چھوڑ کر چلے گئے؛

خبّاب بن اَرَتّ ان کو بھی طرح طرح کی تکلیفیں دی جاتی تھیں۔ ایک دن کفار نے خوب دھکتے ہوئے انگارے زمین پر بچھا کر ان کو اُن انگاروں پر چت لٹا دیا اور ایک شخص اُن کی چھاتی پر بیٹھ گیا کہ کروٹ نہ بدلنے پائیں یہاں تک کہ کوئلے ان کی پیٹھ کے نیچے پڑے پڑے ٹھنڈے ہو گئے ان کی پیٹھ کی تمام کھال جل کر کباب ہو گئی۔

ابو فُکَیہَہ ان کے پاؤں میں رسّی باندھ کر گھسیٹا جاتا تھا اور پھر گرم ریت پر لِٹا دیا جاتا تھا۔ ایک دفعہ اِن کے سینہ پر اتنا بھاری ابوجہل پتھر رکھ دیا کہ ان کی زبان نکل پڑی۔

حضرت عثمانؓ حضرت عثمانؓ اپنے قبیلہ کے ایک امیر اور ذی عزت آدمی تھے۔ جب اسلام لائے تو ان کے چچا نے رسّی سے باندھ کر خوب مارا اور قسم قسم کی جسمانی ایذائیں پہنچائیں۔

حضرت زبیرؓ جب یہ مسلمان ہوئے تو ان کا چچا ان کو چٹائی میں لپیٹ کر ان کی ناک میں دھواں دیا کرتا تھا۔

حضرت ابوذر غفاریؓ حضرت ابوذرؓ کو کفار نے قرآن پڑھتے ہوئے سُن کر اس قدر مارا کہ مارتے مارتے بیہوش کر کے زمین پر گرا دیا۔ اور قریب تھا کہ اُن کو جان سے مار ڈالتے مگر حضرت عباسؓ نے قریش کو یہ کہہ کر روکا کہ اس شخص کا قبیلہ تمہارے تجارتی قافلوں کے راستہ میں آباد ہے۔ اگر تم نے اس کو مار ڈالا تو وہ تمہیں بہت تکلیف دیں گے۔

عورتوں پر جور و ستم کفار نے نہ صرف مسلمان مردوں کو ظلم و ستم کا نشانہ

بنایا بلکہ ان سنگدلوں نے دیندار عورتوں پر بھی عرصۂ زندگی تنگ کر دیا۔ مگر ان کی تمام ہولناک سختیاں ان باہمت خواتین کو ذرہ برابر بھی متزلزل نہ کر سکیں؛

سُمَیَّہ | حضرت عمارؓ کی والدہ سُمیَّہ کا حال پہلے لکھا جا چکا ہے کہ کفار نے کس بے رحمی اور سنگدلی سے ان کو شہید کر دیا تھا؛

لُبَیْنَہ | لُبَیْنَہ ایک لونڈی تھیں۔ حضرت عمرؓ اس کے مالک تھے جو ابھی اسلام نہیں لاتے تھے۔ یہ لونڈی جب مسلمان ہو گئی تو حضرت عمرؓ ان کیں کو اس قدر مارا کرتے تھے کہ جب تک تھک نہ جاتے تھے چھوڑتے نہ تھے جب تھک جاتے تھے تو کہتے تھے کہ میں نے تجھ کو رحم کی وجہ سے نہیں چھوڑا بلکہ اس وجہ سے چھوڑ دیا ہے کہ میں تجھے مارتے مارتے تھک گیا ہوں۔ مگر وہ نہایت صبر اور استقلال سے جواب دیتی تھی کہ اگر تم اسلام نہ لاؤ گے تو خدا تم سے اس کا بدلہ لے گا؛

زِنِّیْرَہ | زنیرہ بھی ایک لونڈی تھیں۔ ابوجہل نے ان کو اس قدر مارا اور اذیت دی کہ ان کی آنکھیں جاتی رہیں؛

جب ان کی نظر جاتی رہی تو ابوجہل نے کہا کہ ہمارے بتوں نے تم کو اندھا کر دیا ہے۔ لیکن اس جلیل القدر دیندار عورت نے جواب دیا کہ تمہارے بتوں کو تو خود دکھائی نہیں دیتا کہ ان کو کون پوجتا ہے۔ خدا کا حکم ایسے ہی تھا۔ اگر وہ چاہے تو میری آنکھوں کو روشنی دے سکتا ہے؛

نَہدِیَہ اور اُمِّ عُبَیْس | یہ بھی دونوں لونڈیاں تھیں۔ اسلام لانے کے

جرم میں سخت سے سخت مصیبتیں جھیلتی رہیں۔ نہدیہ ایک عورت کی لونڈی تھیں۔ وہ ان کو سخت تکلیفیں دیا کرتی تھی اور کہتی تھی کہ میں اسی طرح کئے جاؤں گی جب تک کہ مسلمانوں میں سے تم کو کوئی شخص خرید نہ لے۔

حضرت ابوبکرؓ نے ان چاروں کو بہت سی قیمت دے کر خرید لیا اور آزاد کر دیا۔

کفار کی یہ وحشیانہ سزائیں تمام مسلمانوں پر عام تھیں۔ یہاں صرف چند بزرگوں کے مصائب اور تکالیف کا مختصر سا حال لکھا گیا ہے۔ ان کا مفصل بیان اس جگہ دشوار ہے۔ بعض صحابہ کے مصائب کا ذکر آئندہ اوراق میں بھی آتا رہے گا۔

کفار کی ناکامی کفار کے تمام دردناک مظالم اور اُن کی جلادانہ بیرحمیاں ایک بھی مسلمان مرد یا عورت کو اسلام سے متزلزل کرنے میں کامیاب نہ ہوئیں۔ مسلمان حق اور صداقت کی خاطر ہر ایک مصیبت کو خوشی سے برداشت کرتے رہے اور آخر دم تک اپنے مذہب پر ثابت قدم رہے۔

اسلام دنیا میں اپنی روحانی قوت اور صداقت کے زور سے پھیلا۔ تلوار اور تیر کے زور سے نہیں پھیلا۔ اِس وقت اِن بیکس اور غریب مسلمانوں کے ہاتھ میں کونسی تلوار تھی؟ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ کفار نے اپنی طاقت اور تلوار سے اسلام کی اشاعت کو روکا اور دین حق کے مٹانے میں اپنی پوری قوت صرف کر دی۔ مگر آخرکار ان کو ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔ اور اسلام صداقت وحقانیت اور علم واخلاق کی روشنی سے دنیا کو منوّر کرنے میں کامیاب ہوا۔

مسٹر باسورتھ سمتھ ایم۔ اے۔ ایک عیسائی فاضل لکھتے ہیں کہ:۔
"محمد (صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمْ) کے اصولِ مذہب باوجودیکہ چاروں طرف سے نہایت ہی سخت اندیشوں اور مزاحمتوں کی بوچھاڑ ہوتی تھی صرف اپنے اخلاقی ذریعوں اور اپنی ذاتی قوّت سے اپنا رستہ صاف کرتے جاتے تھے۔"

ہجرتِ حبش

کفار کا ظلم وستم دن بدن بڑھتا جا رہا تھا۔ اور وہ اپنی تمام طاقت مسلمانوں کو ستانے اور تنگ کرنے میں صرف کر رہے تھے۔ مکّہ کی سرزمین مسلمانوں کے لئے تنگ ہو گئی تھی، کفار کے مظالم صرف غلاموں اور ضعیفوں تک ہی محدود نہ تھے بلکہ وہ ہر ایک مسلمان کو خواہ وہ کیسے ہی طاقتور قبیلہ کا آدمی کیوں نہ ہو ہر قسم کے مظالم کا نشانہ بنا رہے تھے۔
رسول کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمْ نے مسلمانوں کو اس قدر تکلیف اور سختی میں دیکھ کر اجازت دے دی کہ جو کوئی چاہے حبش کے عیسائی بادشاہ نجاشی کے ملک میں چلا جائے۔ نجاشی عدل وانصاف میں بہت مشہور تھا۔

مکّہ میں فرائضِ اسلام کا آزادی سے بجا لانا ممکن نہ تھا۔ عبداللہ بن مسعود کا واقعہ

مسلمان کفار کی تمام دردناک سزائیں اور گوناگوں سختیاں بڑے صبر سے جھیل رہے تھے مگر مکّہ میں رہ کر فرائضِ

اسلام کو آزادی کے ساتھ بجا لانے کی صورت بنتی نظر نہ آتی تھی۔ ابھی تک حرم کعبہ میں کفار کسی مسلمان کو بلند آواز سے قرآن بھی پڑھنے نہیں دیتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ جب اسلام لائے تو انہوں نے کہا کہ میں حرمِ کعبہ میں جا کر ضرور بلند آواز سے قرآن پڑھوں گا۔ لوگوں نے ان کو ایسا کرنے سے منع کیا مگر وہ باز نہ آئے۔ سیدھے حرم میں گئے اور سورۃ الرحمٰن پڑھنی شروع کر دی۔ کفار ہر طرف سے اُن پر ٹوٹ پڑے اور اُن کے مُنہ پر طمانچے مارنے لگے۔ مگر وُہ بھی پڑھتے ہی گئے۔ جب وہ پڑھ چکے اور واپس ہوئے تو تمام چہرے پر زخموں کے نشان پڑے تھے۔

ہجرت کا ایک بہت بڑا فائدہ یہ بھی تھا کہ مسلمان جہاں جاتے تھے وہاں اسلام خود بخود پھیلتا جاتا تھا۔

حبش کی طرف روانگی غرض آنحضرتؐ کی اجازت سے نبوت کے پانچویں سال رجب کے مہینہ میں گیارہ مرد اور چار عورتوں کا ایک چھوٹا سا قافلہ ملکِ حبش کے ارادے سے رات کے وقت چھپ کر مکہ سے نکلا۔ جب یہ لوگ بندرگاہ پر پہنچے تو اتفاقاً حبش کو جانے والے دو تجارتی جہاز ہیں تیار مل گئے۔ یہ لوگ جہاز میں سوار ہو کر حبش کے ملک میں پہنچ گئے۔

کفار کو جب خبر ہوئی تو انہوں نے بندرگاہ تک ان کا تعاقب کیا مگر انکے پہنچنے سے پہلے ہی دونوں جہاز بندرگاہ سے روانہ ہو چکے تھے۔

حبش میں پہنچ کر یہ مسلمان امن و آرام سے زندگی بسر کرنے لگے۔ ان کے بعد اور بھی مسلمان حبش کی طرف روانہ ہوئے۔ یہاں تک کہ ان کی

تعداد ایک سو کے قریب ہوگئی؛

حبش تک مسلمانوں کا تعاقب کفار کی طرف سے سفارت کی روانگی

کفارِ مکّہ نے جب دیکھا کہ مکّہ کے آدمی مسلمان ہو ہو کر حبش کی طرف جا رہے ہیں اور وہاں آرام سے زندگی بسر کرتے ہیں تو انہوں نے بہت پیچ و تاب کھائے انہیں خطرہ محسوس ہُوا کہ ایسا نہ ہو یہ لوگ باہر کسی مرکز میں جمع ہو کر طاقت پیدا کرلیں اور پھر ہمارے لئے تکلیف کا باعث ہوں۔ اس لئے انہوں نے دو شخصوں کو سفیر بنا کر نجاشی شاہِ حبش کے دربار میں بھیجا۔ سفیروں کے ہاتھ بادشاہ اور اس کے تمام درباریوں کے لئے بہت قیمتی تحفے بھیجے؛

ان سفیروں نے حبش میں پہنچ کر پہلے بادشاہ کے درباریوں سے ملاقات کی۔ ان کی خدمت میں تحفے پیش کئے اور اُن کو اپنی طرف مائل کیا؛

اس کے بعد انھوں نے بادشاہ کے دربار میں حاضر ہوکر ہدایا پیش کئے اور درخواست کی کہ ہمارے کچھ مجرم بھاگ کر آپ کے ملک میں آگئے ہیں۔ انہوں نے اپنا آبائی مذہب چھوڑ کر ایک نیا دین اختیار کرلیا ہے جو عیسائیت اور بُت پرستی دونوں کے مخالف ہے اس لئے ان کو یہاں پناہ نہ دی جائے اور ہمارے سپرد کردیا جائے درباریوں نے بھی کفار کے ان سفیروں کی تائید و حمایت کی؛

یہ سُن کر نجاشی نے مسلمانوں کو اپنے دربار میں بلوایا۔ اور کہا کہ وہ کونسا مذہب ہے جو تم نے اختیار کیا ہے؟

بادشاہِ حبش کے دربار میں حضرت جعفر (رضی اللہ عنہ) کی تقریر اور اسکا اثر

مسلمانوں نے

اپنی طرف سے گفتگو کرنے کے لئے آنحضرت ؐ کے چچیرے بھائی حضرت جعفر طیار ؓ کو مقرر کیا۔ انہوں نے نجاشی کا سوال سُنکر دربار میں اس طرح تقریر شروع کی کہ:

"اے بادشاہ! ہم لوگ جاہل تھے۔ بتوں کو پوجتے تھے۔ ناپاک رہتے تھے۔ مُردار کھاتے تھے۔ بیہودہ بکا کرتے تھے۔ بدکاریاں کرتے تھے۔ ہمسایوں کو ستایا کرتے تھے۔ غریبوں اور بیکسوں پر ظلم کیا کرتے تھے۔ بھائی بھائی کا دشمن تھا۔ طاقتور لوگ کمزوروں کو کھا جاتے تھے۔ ہم میں انسانیت اور ایمانداری کا نام و نشان تک نہ تھا۔ کوئی قاعدہ وقانون نہ تھا۔ خودمختاری نے خودسری پیدا کردی تھی۔

ایسی حالت میں خدا نے ہم میں سے ایک بزرگ کو پیدا کیا جس کی شرافت، سچائی، دیانتداری، نیکی اور پاکیزگی سے ہم لوگ پہلے سے واقف تھے۔ اس نے ہم کو بتایا کہ خدا ایک ہے۔ اُس کا کوئی شریک نہیں۔ اس نے ہمیں پتھروں کی پوجا سے روکا۔

اس نے فرمایا کہ ہم سچ بولا کریں۔ وعدہ پورا کیا کریں خونریزی سے باز آئیں۔ یتیموں اور رانڈوں کا مال نہ کھائیں ہمسایوں سے نیک سلوک کریں۔ غریبوں پر رحم کریں گناہوں سے بچیں۔ خدا کی بندگی کریں۔ روزے رکھیں مال میں سے زکوٰۃ دیں اور تمام بُرے کاموں سے باز رہیں۔

ان باتوں کی وجہ سے ہماری قوم ہم سے بگڑ بیٹھی ہے۔ اور ہماری دُشمن ہوگئی ہے۔ قوم نے ہم پر بہت سختیاں کیں تاکہ ہم پھر اُسی گمراہی کو اختیار کرلیں۔ ہم نے ان کے دردناک مظالم برداشت کئے۔ آخر جب ہم بہت مجبور ہوگئے۔ تو تمہارے ملک میں پناہ لینے کے لئے آئے ہیں۔"

بادشاہ نے یہ تقریر سُن کر کہا کہ مجھے وہ کلام کہیں سے سُناؤ جو تمہارے پیغمبر پر اُترا ہے۔ حضرت جعفرؓ نے سورۂ مریم کی چند آیتیں پڑھیں بادشاہ پر ایسا اثر ہوا کہ وہ رونے لگ گیا۔ پھر کہا کہ "محمدؐ تو وہی رسول ہیں جن کی خبر حضرت عیسیٰؑ نے دی تھی۔ خدا کا شکر ہے کہ مجھے اس رسول کا زمانہ ملا۔"

کفار کی ایک اور ناکامی

پھر بادشاہ نے کفار کے سفیروں کو دربار سے نکلوا دیا اور کہہ دیا کہ میں ان لوگوں کو ہرگز تمہارے سپرد نہ کروں گا نجاشی نے کفار کے تمام قیمتی تحفے بھی واپس کردئے۔ یہ کفار کے لئے بڑی بھاری ناکامی تھی؛

ترغیب و ترہیب کی تدابیر

جب کفار کی ایذارسانی آنحضرتؐ کے ارادوں کو کمزور نہ کرسکی۔ انکے دردناک مظالم مسلمانوں کو دین حق سے برگشتہ کرنے میں کامیاب نہ ہوئے اور حبش تک مسلمانوں کا تعاقب کرنے سے بھی کچھ حاصل نہ ہوا تو اب انہوں نے مجبورًا دوسرا پہلو اختیار کیا۔ انہوں نے خیال کیا کہ شاید لالچ سے کام نکل آئے؛

آنحضرتؐ کو لالچ دے کر راضی کرنے کی ناکام کوشش۔ مکّہ کے مشہور سردار عتبہ پر کلامِ الٰہی کا اثر

چنانچہ کفار نے مشورہ کر کے مکّہ کے مشہور مال دار سردار عتبہ بن ربیعہ کو آنحضرتؐ کے پاس بھیجا۔

عتبہ آنحضرت کے پاس آیا اور بڑی نرمی سے کہنے لگا کہ "میرے بھتیجے محمدؐ! تم شریف ہو۔ تمہارا خاندان بھی شریف ہے۔ مگر تم نے قوم کے اندر فتنہ ڈال رکھا ہے۔ یہ بتاؤ کہ اِس کارروائی سے آخر تمہارا مقصد کیا ہے"؟

"اگر تم کو مال و دولت کی خواہش ہے تو ہم خود ہی تمہارے لئے اسقدر مال جمع کر دیتے ہیں کہ تم سب سے زیادہ مال دار ہو جاؤ گے"

"اگر تم کو سرداری کی خواہش ہے تو ہم سب تم کو اپنا سردار بنا لیتے ہیں"

"اگر حکومت اور سلطنت چاہتے ہو تو تم کو ملک عرب کا بادشاہ تسلیم کر لیتے ہیں"

"اگر کسی بڑے گھرانے میں شادی کرنا چاہتے ہو تو ہم سب سے اعلےٰ گھرانے کی کسی نہایت خوبصورت لڑکی سے تمہاری شادی کرا دیتے ہیں"

"جو چاہو ہم کرنے کو حاضر ہیں مگر شرط یہ ہے کہ تم اپنا طریقہ چھوڑ دو۔ اور اگر تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے تو بتلا دو کہ ہم تمہارا پوری توجہ سے علاج کرائیں تاکہ تم تندرست ہو جاؤ"

رسول کریمؐ نے یہ سُن کر فرمایا کہ تم نے جو کچھ میری بابت کہا ہے اسمیں سے ایک بات بھی درست نہیں۔ مجھے مال و دولت یا عزت و حکومت وغیرہ کسی چیز کی خواہش نہیں، میرے دماغ میں خلل بھی نہیں۔ میں تو تمہاری اصلاح

چاہتا ہوں"

اس کے بعد آپ نے عتبہ کو قرآن کریم کی چند آیتیں سنائیں۔ عتبہ پر ایک محویت کا عالم طاری ہو گیا۔ کلام پاک سننے کے بعد وہ چپ چاپ اُٹھ کر چلا گیا؛

عتبہ نے کفار سے جا کر کہا کہ میں ایسا کلام سُن کر آیا ہوں جو نہ شعر ہے نہ جادو ہے اور نہ منتر۔ میری یہ رائے ہے کہ تم اس شخص کو اپنے حال پر چھوڑ دو۔ کفار نے سُن کر کہا کہ لو عتبہ پر بھی محمدؐ کی زبان کا جادو چل گیا!

ابوطالب کے پاس کفار کا وفد جب لالچ کی تدبیر بھی نہ چلی تو سب قبیلوں کے سردار اکٹھے ہو کر آنحضرتؐ کے چچا ابوطالب کے پاس پہنچے اور شکایت کی کہ "تمہارا بھتیجا بتوں کی پوجا سے لوگوں کو منع کرتا ہے اور ہمارے آباؤ اجداد کے مذہب سے نادان لوگوں کو برگشتہ کرتا ہے۔ اب ہم صبر نہیں کر سکتے۔ تم اِس کو سمجھاؤ اور اس حرکت سے باز رکھو ورنہ ہم اسے جان سے مار ڈالیں گے"۔

ابوطالب نے دیکھا کہ اب حالت نازک ہو گئی ہے اور میں اکیلا قریش کا مقابلہ نہیں کر سکتا تو اس نے آنحضرتؐ کو بلا کر کہا کہ "پیارے بھتیجے! میں بوڑھا ہو گیا ہوں اور اپنے اندر قریش کے مقابلہ کی طاقت نہیں پاتا۔ اسلئے مناسب یہ ہے کہ تم بت پرستی کی علانیہ بُرائیاں بیان کرنا چھوڑ دو۔ ورنہ میں تمہاری مدد نہ کر سکوں گا"۔

آنحضرتؐ نے یہ سُن کر فرمایا کہ:-

"اے چچا! میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر یہ لوگ میرے ایک ہاتھ میں سُورج اور دُوسرے ہاتھ میں چاند لا کر دیدیں تب بھی میں اپنے کام سے باز نہیں رہ سکتا۔ یا تو یہ دین پھیل کر رہے گا یا اسی کے پیچھے میری جان چلی جائے گی"

آنحضرتؐ نے یہ جواب اس جوش کے ساتھ دیا کہ آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ ابوطالب کے دل پر آپ کی باتوں کا بہت اثر ہوا۔ انھوں نے آنحضرتؐ سے کہا کہ "جاؤ اپنے کام میں لگے رہو۔ جب تک میرے دم میں دم ہے۔ میں ہرگز تمہارا ساتھ نہ چھوڑوں گا"

حضرت امیر حمزہؓ کا اسلام

جب لالچ اور خوف کی تدابیر بھی کارگر نہ ہوئیں تو کفار کی عداوت اور دُشمنی اور بھی بڑھ گئی اور انہوں نے آنحضرتؐ اور مسلمانوں کو پہلے سے بھی زیادہ تنگ کرنا شروع کر دیا۔ قریش عداوت میں دیوانے ہو رہے تھے۔

نبوت کے چھٹے برس کا ذکر ہے کہ ایک دن آنحضرتؐ صفا پہاڑ پر بیٹھے ہوئے تھے۔ ابوجہل بھی اُس طرف کو آنکلا۔ اِس نے آپ کو دیکھ کر بہت سخت سُست الفاظ کہے۔ آپ نے جب اس کی بیہودہ سرائی کا کچھ جواب نہ دیا اور بالکل چپ رہے تو اس نے ایک پتھر اٹھا کر آپ کے سر پر اس زور سے مارا کہ خون بہنے لگا۔ آپ خاموش اپنے گھر چلے آئے۔

آنحضرتؐ کے چچا حضرت حمزہ رضؓ کو اس بات کی خبر ہوئی۔ وہ ابھی مسلمان

نہ ہوتے تھے۔ مگر اُن کو آنحضرتؐ سے بہت محبت تھی۔ بڑے پہلوان اور بہادر تھے۔ شکار کے بڑے شائق تھے۔ تیروکمان لے کر دن بھر جنگل کے اندر شکار میں مصروف رہا کرتے تھے۔ قرابت کے جوش اور آنحضرتؐ کی محبت کی وجہ سے فوراً صحن کعبہ میں پہنچے جہاں ابوجہل بیٹھا لوگوں سے باتیں کر رہا تھا۔ انہوں نے جاتے ہی ابوجہل کے سر پر اس زور سے کمان ماری کہ اس کا سر زخمی ہو گیا؛

پھر حضرت حمزہؓ سیدھے آنحضرتؐ کے پاس گئے اور کہا کہ "میرے بھتیجے! تم یہ سُن کر خوش ہو گے کہ میں نے ابوجہل سے تمہارا بدلہ لے لیا ہے"

آنحضرتؐ نے فرمایا کہ "چچا! میں ایسی باتوں سے خوش نہیں ہُوا کرتا ہاں اگر آپ مسلمان ہو جاؤ تو مجھ کو بڑی خوشی حاصل ہو گی۔

حضرت حمزہؓ پر آپ کی اِس بات کا اس قدر اثر ہُوا کہ وہ اسی وقت مسلمان ہو گئے؛

حضرت امیر حمزہؓ کے اسلام لے آنے سے مسلمانوں کو بڑی قوت حاصل ہو گئی؛

حضرت عُمرؓ کا اسلام

حضرت عُمرؓ عرب کے نامور بہادروں میں سے تھے۔ آنحضرتؐ اور مسلمانوں کو ایذا پہنچانے میں نمایاں حصّہ لیتے تھے۔ ان کے بہنوئی سعیدؓ اور بہن فاطمہؓ دونوں مسلمان ہو چکے تھے۔ مگر ان کو اس بات کی خبر نہ تھی؛

حضرت عمرؓ اپنے آبائی مذہب پر بڑی سختی سے قائم تھے۔ جس جس مسلمان پر ان کا قابو چلتا تھا اسے بہت مارتے پیٹتے تھے اور خوب ستاتے تھے۔ ان کی ایک لونڈی بھی مسلمان ہو چکی تھی۔ اس بیچاری کو اتنا مارتے کہ تھک کر بیٹھ جاتے اور کہتے کہ ذرا دم لے لوں تو پھر ماروں گا۔ لیکن خُدا کا سچا دین اِن مظلوموں کے دل میں اپنا گھر کر چکا تھا۔ ان کی تمام سختیوں سے ایک شخص بھی دینِ اسلام سے نہ پھرا۔ حضرت حمزہؓ کے مسلمان ہونے کی خبر سُن کر انکی عداوت اور دشمنی اور بھی بڑھ گئی؛

آخر ایک روز انہوں نے خود بانئِ اسلام کے قتل کا ارادہ کیا (نعوذ باللہ) تاکہ سب قصّہ ہی پاک ہو جائے۔ چنانچہ اس ارادے سے تلوار ہاتھ میں لے کر آنحضرتؐ کی طرف چلے۔ راہ میں اتفاقاً نعیم بن عبداللہ مل گئے۔ حضرت عمرؓ کو غصّے میں دیکھ کر پوچھا کہ کہاں جا رہے ہو؟ انہوں نے کہا کہ محمد (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم) کا فیصلہ کرنے جا رہا ہوں (نعوذ باللہ) تاکہ قریش کی مصیبت کو دور کر دوں۔ انہوں نے کہا کہ پہلے اپنے گھر کی خبر لو۔ خود تمہارے بہن بہنوئی اسلام لا چکے ہیں؛

یہ سنتے ہی تن بدن میں آگ لگ گئی۔ سیدھے بہن کے گھر کا رُخ کیا۔ دروازے پر پہنچے تو اندر سے قرآن پڑھنے کی آواز سُنائی دی۔ اِن کے آنے کی آہٹ سُن کر بہن بہنوئی دونوں چپ ہو گئے۔ اور اِن کے ڈر سے قرآن کے اوراق چھپا لئے۔ مگر ان کے کان میں آواز پڑ چکی تھی۔ گھر میں داخل ہوتے ہی پوچھا کہ کیا پڑھ رہے تھے؟ بولے کہ کچھ نہیں۔ انہوں نے کہا کہ میں سُن چکا ہوں کہ تم دونوں بے دین ہو چکے ہو؛

یہ کہہ کر بہنوئی کو پکڑ لیا اور مارنے لگے۔ بہن اپنے شوہر کو چھڑانے کیلئے آگے بڑھیں تو ان کو بھی مارنے لگے اور اتنا مارا کہ لہو لہان ہوگئیں۔ لیکن تھیں تو آخر وہ بھی اُن ہی کی بہن اور پھر اسلام کی صداقت دل میں الگ گھر کر چکی تھی۔ بڑے جوش سے بولیں کہ "عمر! جو بن آئے کر لو لیکن اسلام اب دل سے نکل نہیں سکتا۔"

بہن کے اس دلیرانہ جواب نے ان کے دل پر خاص اثر کیا۔ اُن کے جسم سے خون جاری دیکھ کر اور بھی رقت ہوئی۔ محبت سے بولے کہ اچھا تم دونوں جو کچھ پڑھ رہے تھے مجھے بھی سُناؤ۔ بہن نے قرآن کے اوراق لا کر سامنے رکھ دیئے اُٹھا کر پڑھنے لگے۔ ابھی چند ہی آیات پڑھی تھیں کہ بے اختیار بول اُٹھے "کیا شیریں کلام ہے۔ اس کا اثر میرے دل پر ہو رہا ہے۔" پھر انہیں سورہ طٰہٰ کا پہلا رکوع پڑھ کر سُنایا گیا۔ حضرت عمرؓ سُن رہے تھے اور بے اختیار رو رہے تھے۔ کہنے لگے کہ مجھے اِسی وقت آنحضرتؐ کی خدمت میں لے چلو۔

اُسی وقت بہن کے گھر سے نکل کر سیدھے آنحضرتؐ کی طرف روانہ ہوئے جس گھر میں آنحضرتؐ مقیم تھے وہاں پہنچ کر دستک دی۔ اِن کے ہاتھ میں ننگی تلوار دیکھ کر صحابہ (رضی اللہ عنہم) نے دروازہ کھولنے میں تامّل کیا۔ آنحضرتؐ کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ عمرؓ ننگی تلوار ہاتھ میں لے کر دروازے پر کھڑے ہیں آنحضرتؐ نے فرمایا کہ آنے دو۔ حضرت حمزہؓ بھی اُس وقت وہیں موجود تھے۔ کہنے لگے کہ "اگر نیک ارادہ سے آیا ہے تو خیر ورنہ اُسی کی تلوار سے اُس کا سر اُڑا دوں گا" حضرت عمرؓ نے اندر قدم رکھا تو رسول کریمؐ خود آگے بڑھے اور ان کا دامن

پکڑ کر آپ نے فرمایا "کیوں عمر! کس ارادے سے آئے ہو؟" آنحضرتؐ کی پُرجلال آواز سے وہ کانپ گئے۔ عرض کیا کہ "ایمان لانے کے لئے"۔

آنحضرتؐ نے یہ سنتے ہی جوشِ مسرت میں بلند آواز سے اللہ اکبر کہا اور ساتھ ہی تمام صحابہ نے مل کر اس زور سے اللہ اکبر کا نعرہ مارا کہ مکہ کی تمام پہاڑیاں گونج اُٹھیں۔

یہ نبوت کے چھٹے سال کے آخری مہینے کا واقعہ ہے۔ حضرت حمزہؓ کے مسلمان ہونے سے تین دن بعد حضرت عمرؓ مسلمان ہوئے۔ ان کی عمر اس وقت تینتیس ۳۳ سال کی تھی۔

حضرت عمرؓ کے مسلمان ہونے سے مسلمانوں کو بڑی تقویت حاصل ہو گئی اگرچہ اس وقت تک چالیس پچاس آدمی اسلام لا چکے تھے مگر مسلمان ابھی تک مذہبی فرائض علانیہ ادا نہیں کر سکتے تھے۔ گھروں میں چھپ کر نماز پڑھا کرتے تھے۔ کعبہ میں نماز پڑھنا تو بالکل ناممکن تھا۔ حضرت عمرؓ نے بڑے زور سے اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کیا اور آنحضرتؐ کی خدمت میں عرض کی کہ اب پوشیدہ طور پر گھروں میں نماز پڑھنے کی ضرورت نہیں بلکہ علانیہ خانہ کعبہ میں نماز پڑھنی چاہیئے۔ کفار نے سخت مزاحمت کی مگر حضرت عمرؓ نے ان کا خوب مقابلہ کیا۔ اب مسلمان بلا روک ٹوک خانہ کعبہ میں نماز پڑھنے لگے اور مکہ میں اسلام علانیہ طور پر ظاہر ہو گیا۔

دینِ حق کی تبلیغ میں پے در پے مصائب کی برداشت

حضرت حمزہؓ اور حضرت عمرؓ کے اسلام لانے نے کفار کے غیظ و غضب کو اور بھڑکا دیا۔ اِدھر مسلمان علانیہ خانۂ کعبہ میں نمازیں پڑھنے لگے۔ کفار کے لئے یہ بھی کچھ کم صدمہ کی بات نہ تھی۔ اُن کی روک ٹوک کے باوجود اسلام کا دائرہ پھیلتا جاتا تھا اور مسلمانوں کی تعداد میں دن بدن اضافہ ہو رہا تھا اِس لئے کُفّار نے نبوت کے ساتویں سال کے شروع میں ایک مجلس مشاورت منعقد کر کے فیصلہ کیا کہ آنحضرتؐ کے خاندان سے قطع تعلق کیا جائے؛

آنحضرتؐ آپ کے سارے خاندان اور تمام مسلمانوں کا تین سال تک پہاڑ کے درہ میں محصور رہنا

چنانچہ تمام قبائل نے مل کر ایک معاہدہ مرتب کیا۔ معاہدہ کا مضمون حسب ذیل تھا۔

"قبیلہ بنوہاشم کے لوگ اگرچہ سب کے سب مسلمان نہیں ہوئے لیکن وہ محمد (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ) کا ساتھ نہیں چھوڑتے اور ان کی حمایت سے باز نہیں آتے۔ اِس لئے ان سے شادی بیاہ، رشتہ ناطہ، اور میل ملاقات سب کچھ ترک کر دیا جائے۔ انہیں گلی کوچوں اور بازاروں میں پھرنے نہ دیا جائے کوئی چیز ان کے ہاتھ فروخت نہ کی جائے۔ کھانے پینے کی کوئی بھی چیز انکے پاس پہنچنے نہ دی جائے یہ مقاطعہ اس وقت تک جاری رکھا جائے جب تک کہ وُہ محمد

(صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ) کو قتل کے لئے ہمارے سپرد نہ کریں"

اِس معاہدہ پر تمام قبائل کے سرداروں نے دستخط کئے اور اسے خانۂ کعبہ میں لٹکا دیا؛

معاہدہ کے بعد آنحضرتؐ اور تمام خاندانِ ہاشم مجبوراً گھر بار چھوڑ کر مکہ کے قریب ایک پہاڑی کے درے میں جا کر پناہ گزیں ہوئے جو شعبِ ابی طالب کے نام سے مشہور تھا۔ یہ درہ خاندانِ ہاشم کا موروثی تھا۔ جس قدر مسلمان تھے وہ بھی اسی درے میں چلے گئے؛

کفار قریش نے درہ کے گرد پہرہ لگا دیا۔ کھانے پینے کی کوئی چیز اندر نہ جانے دیتے تھے اور نہ کسی شخص کو درہ سے باہر نکلنے دیتے تھے۔ تین برس تک خاندانِ ہاشم اور مکہ کے مسلمان اِس جگہ محبوس رہے۔ اِس زمانہ میں انہوں نے اس قدر تکلیفیں برداشت کیں کہ جن کے تصور سے بدن پر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ یہ لوگ بعض اوقات جھاڑیوں کے پتے کھا کھا کر بسر کرتے رہے بچے بھوک کے مارے اس قدر رویا کرتے تھے کہ اُن کی آوازیں درے کے باہر تک سُنائی دیتی تھیں اور قریش سُن سُن کر خوش ہوتے تھے؛

حج کے دنوں میں تبلیغ

لیکن ان تمام تکالیف اور سختیوں کے باوجود آنحضرتؐ حج کے دنوں میں درہ سے نکل کر لوگوں کو ایک خدا پر ایمان لانے اور نیک کام کرنے کی ہدایت کرتے رہتے تھے۔ کیونکہ عرب کے دستور کے موافق حج کے دنوں میں امنِ عام ہوتا تھا اور دشمنوں سے لڑنا حرام سمجھا جاتا تھا؛

جب آنحضرتؐ تبلیغِ اسلام کے لئے درہ سے نکلتے تھے اور باہر سے آئے ہوئے

لوگوں کو خدا کا پیغام سناتے تھے تو ابولہب اور دوسرے کافر صبح سے لے کر شام تک آپ کے پیچھے پیچھے پھرا کرتے تھے۔ لوگوں کو آپ کی باتیں سننے سے منع کرتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ "لوگو! یہ دیوانہ ہے۔ اس کی باتیں نہ سنو۔ جو کوئی اس کی باتیں سنے گا اور مانے گا وہ تباہ و برباد ہو جائے گا"

مقاطعہ کا خاتمہ تین برس تک آنحضرتؐ نے مخالفین کی سختیاں بڑے صبر و استقلال سے جھیلیں۔ بالآخر اس ظالمانہ قید اور خاندانِ ہاشم کے مصائب سے قریش کے بعض افراد بہت متاثر ہوئے اور ان دشمنانِ رسول کے دل میں کچھ رحم آیا۔ اس عرصہ میں دیمک نے اُن کے معاہدہ کا وہ کاغذ بھی کھا لیا تھا جو کعبہ میں لٹکایا گیا تھا۔ قریش نے خود ہی معاہدہ کے توڑنے کی تحریک کی۔ درہ سے پہرہ اُٹھا لیا۔ اور معاہدہ کے ختم ہو جانے کا اعلان کر دیا۔

بنو ہاشم اور تمام مسلمان تین سال کے بعد درہ سے نکلے اور مکّہ میں آکر اپنے گھروں میں رہنے لگے۔

آنحضرتؐ کے چچا ابوطالب کی وفات جب نبوت کا دسواں سال شروع ہوا تو آنحضرتؐ کے چچا ابوطالب جو حضرت علیؓ کے والد تھے فوت ہو گئے۔ ابوطالب نے لڑکپن سے آنحضرتؐ کی تربیت کی تھی اور جب آنحضرتؐ نے اسلام کی تبلیغ شروع کی تو اگرچہ وہ خود اسلام نہیں لائے مگر آخر دم تک آپکی حمایت پر سینہ سپر رہے۔ آپ کی محبت میں انہوں نے تمام عرب کو اپنا دشمن بنا لیا۔ آپ کی خاطر درہ میں تین سال تک محصور رہے۔ آب و دانہ بند رہا۔ فاقے اُٹھائے مگر آنحضرتؐ کی حمایت سے دست بردار نہ ہوئے اسلئے

آنحضرتؐ کو ان کی وفات کا بہت صدمہ ہوا؛

آنحضرتؐ کی جان نثار بیوی حضرت خدیجہؓ کی وفات

ابو طالب کی وفات کے تین دن بعد آنحضرتؐ کی جان نثار اور غمگسار بیوی حضرت خدیجہؓ بھی فوت ہو گئیں۔ حضرت خدیجہؓ نے اپنا تمام مال و دولت آنحضرتؐ اور مسلمانوں پر قربان کر دیا تھا۔ تمام مصائب و تکالیف میں آنحضرتؐ کی رفیق تھیں۔ سب سے پہلے آپ پر ایمان لائی تھیں مصیبتوں میں آنحضرتؐ کو ہمیشہ تسلّی دیا کرتی تھیں۔ ایسی غمگسار اور مددگار بیوی کے انتقال نے آنحضرتؐ کو بہت غمگین بنا دیا؛

عامُ الحُزن یعنی غم کا سال

آنحضرتؐ سنہ ۱۰ نبوی کو عامُ الحُزن یعنی غم کا سال فرمایا کرتے تھے۔ اسی سال میں آپکے دونوں مددگار اور ہمدرد دُنیا سے اُٹھ گئے۔ ان دونوں کی وفات سے دُشمنانِ دین کے حوصلے بہت بڑھ گئے۔ قریش نے آنحضرتؐ کو ستانے اور نقصان پہنچانے کے لئے میدان بالکل خالی پا کر بیباکانہ مظالم کا سلسلہ جاری کر دیا۔ یہ زمانہ آنحضرتؐ اور مسلمانوں کے لئے سخت ترین زمانہ تھا؛

کفارِ قریش کی ایذا رسانی کا ایک واقعہ

قریش اب نہایت بے رحمی اور بے باکی سے آنحضرتؐ کو ستاتے تھے۔ ایک دفعہ آپ راستہ میں جا رہے تھے کہ کسی شریر نے آپ کے سر پر بہت سا کیچڑ پھینک دیا۔ آپ اسی حالت میں گھر میں تشریف لائے۔ آپ کی صاحبزادی حضرت فاطمہؓ نے دیکھا تو پانی لے کر آئیں۔ وہ آپکا سر دُھلاتی جاتی تھیں اور آپ کی یہ حالت دیکھ کر روتی جاتی

تھیں۔ آپ نے بیٹی کو روتے دیکھ کر فرمایا کہ "پیاری بیٹی! تم کیوں روتی ہو۔ خدا تمہارے باپ کی خود حفاظت کرے گا"

طائف کا سفر۔ اہل طائف کی گستاخیاں

اگرچہ آنحضرتؐ کے دونوں مددگار آپ سے جدا ہو گئے تھے مگر آپ نے اسلام کی تبلیغ کا کام زیادہ جوش سے شروع کر دیا۔ اہلِ مکّہ سے تو سرِ دست قطعی مایوسی ہو چکی تھی اس لئے آپ نے ارادہ کیا کہ طائف تشریف لے جائیں اور وہاں کے لوگوں کو اسلام کی دعوت دیں؛

طائف مکّہ سے ساٹھ میل کے فاصلہ پر مکّہ ہی کے برابر بڑا ایک شہر تھا۔ طائف کا علاقہ بہت ہی سرسبز اور شاداب تھا۔ یہاں کے لوگ اپنی دولت اور خوشحالی کی وجہ سے بہت مغرور تھے؛

اس سفر میں آپ نے صرف زید بن حارث کو ہمراہ لیا اور پیدل روانہ ہو گئے۔ مکّہ اور طائف کے درمیان تمام قبیلوں میں اسلام کی منادی کرتے ہوئے پیادہ پا طائف پہنچے۔ یہاں پہنچ کر آپ نے طائف کے سرداروں کو اسلام کی دعوت دی۔ مگر ان مغرور سرداروں نے آپ کی باتیں بالکل نہ سنیں بلکہ بہت سخت کلامی سے پیش آئے؛

جب آپ کو طائف کے اُمرا کی طرف سے مایوسی ہوئی تو آپ دوسرے لوگوں کو دعوت دینے میں مصروف ہوئے۔ مگر یہاں کے سرداروں نے اپنے غلاموں اور شہر کے لڑکوں کو آپ کے پیچھے لگا دیا۔ آپ جہاں جاتے تھے یہ لوگ آپ کے پیچھے پیچھے رہتے تھے۔ وعظ اور تبلیغ کے وقت آنحضرتؐ

کو گالیاں دیتے تھے اور آپ پر پتھر پھینکتے تھے۔ ایک دفعہ انہوں نے آپ پر اتنے پتھر پھینکے کہ آپ کی پنڈلیاں پتھروں کی بارش سے لہولہان ہوگئیں۔ خون بہ بہ کر جوتیوں میں جم گیا اور وضو کے لئے پاؤں سے جوتا نکالنا مشکل تھا۔

جب آپ زخموں سے چور ہو کر بیٹھ جاتے تھے تو یہ بدبخت بازو تھام کر کھڑا کر دیتے تھے۔ جب آپ پھر چلنے لگتے تو پتھر برساتے، گالیاں دیتے اور تالیاں بجاتے تھے۔ آخر آنحضرتؐ کو ایک مکان کے احاطہ میں پناہ لینی پڑی۔ مالک مکان نے آپ کی حالت پر ترس کھا کر آپ کو کھانے کے لئے کچھ انگور دیئے۔

اسی طائف میں ایک دفعہ دین کی تبلیغ کرتے ہوئے آنحضرتؐ کو اس قدر چوٹیں لگیں کہ آپ بیہوش ہو کر گر پڑے۔ زیدؓ نے آپ کو اپنی پیٹھ پر اٹھایا اور آبادی سے باہر لے گئے۔ وہاں جا کر پانی کے چھینٹے دیئے۔ تب آپکو ہوش آیا۔

اس سفر میں اتنی تکلیفوں اور ایذاؤں کے بعد ایک شخص بھی مسلمان نہ ہوا اور آپ ناکامیاب مکہ میں واپس تشریف لے آئے۔

آنحضرت صلعم کی شفقت کا حال

آنحضرتؐ نے طائف میں اس قدر سختیاں اٹھائیں کہ جن کے تصور سے بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ مگر آپ نے ان لوگوں کے حق میں بددعا کا ایک لفظ بھی منہ سے نہ نکالا۔ بلکہ آپ کی شفقت کا یہ حال تھا کہ طائف سے واپس ہوتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ "میں ان لوگوں کی ہلاکت اور تباہی کے لئے کیوں بددعا کروں۔ اگر یہ لوگ ایک خدا پر ایمان نہیں لاتے تو ان کی اولاد اور آئندہ نسلیں ضرور ایک خدا پر ایمان لانے والی ہوں گی۔"

آنحضرتؐ کا یہ ارشاد حرف بہ حرف صحیح نکلا۔ یہی لوگ جنہوں نے آپ کو پتھر مار مار کر لہو سے تر بہ تر کر دیا تھا۔ آخر کار خود بخود آپ کی خدمت میں پہنچتے ہیں اور آپ کے قدموں پر گر گر اپنے جرموں سے توبہ کرتے ہیں اور دولتِ ایمان سے مالا مال ہو کر دین کے علم بردار بنتے ہیں؛

یہ سب آنحضرتؐ کے صبر و استقلال اور اخلاق و محاسن کے کرشمے تھے جو آہستہ آہستہ دلوں کو فتح کرتے جاتے تھے؛

مختلف مقامات اور مختلف قبائل میں تبلیغ اسلام

اگرچہ آنحضرتؐ کو طائف سے ناکام واپس آنا پڑا مگر آپ کی ہمّت میں ذرہ برابر بھی کمی نہ آئی۔ مکہ میں واپس آنے کے بعد آپ ان قبائل میں جو مکہ کے گرد آباد تھے تشریف لے جا کر اسلام کی تبلیغ فرمایا کرتے تھے۔ حج کے زمانہ میں دور دراز مقامات سے مکّہ میں قافلے آیا کرتے تھے۔ آپ ہر ایک قافلہ کے ڈیرے پر جایا کرتے تھے اور تبلیغ فرمایا کرتے تھے۔ عرب میں مختلف مقامات پر میلے بھی لگتے تھے جن میں دور دور کے قبائل آیا کرتے تھے۔ آپ ان میلوں میں بھی اسلام کی تبلیغ کے لیئے جاتے رہتے تھے۔

مگر ابو لہب کو آپ کی مخالفت میں خاص دلچسپی تھی۔ وہ ہر جگہ ساتھ ساتھ جایا کرتا تھا۔ اور لوگوں کو آپ کی باتیں سننے سے روکا کرتا تھا؛

معراج

نبوت کے دسویں سال رسولِ کریمؐ صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج ہوا۔ اللہ عزوجل تعالیٰ نے آپ کو مختلف مقامات کی سیر کرائی۔ زمین و آسمان کے مخفی مناظر اور اپنی قدرتِ کاملہ کے بے شمار عجائبات دکھلائے اور قرب و حضوریِ خاص سے مشرف

فرمایا:

آنحضرتؐ کو بارگاہِ لامکان میں وہاں تک رسائی حاصل ہوئی جہاں تک اولادِ آدم میں سے کوئی بھی مقربِ بارگاہ اس سے پہلے نہیں پہنچا تھا اور اس قرب کی حالت میں آپ نے وہ کچھ مشاہدہ کیا جو اب تک کسی بھی دوسرے کے نصیب نہ ہوا تھا۔

اسی موقع پر پانچ نمازوں کا حکم بھی ہوا۔

مدینہ[1] کے دو[2] اشخاص کا اسلام

سوید بن صامت کا اسلام لانا

مدینہ کے مشہور قبیلہ اَوس کا ایک شخص سوید بن صامت ایک دفعہ مکہ میں حج کے لئے آیا۔ سوید بڑا بہادر تھا۔ شاعری میں اس کو کمال حاصل تھا۔ اپنی قوم میں کامل کے لقب سے مشہور تھا۔ اَمثالِ لقمان کا نسخہ اس کے ہاتھ آگیا تھا جس کو وہ آسمانی کتاب سمجھتا تھا۔

آنحضرتؐ نے جب اُس کے حالات سُنے تو خود اُس کے پاس تشریف لے گئے آپ نے اس کو اسلام کی دعوت دی۔ اس نے کہا کہ شاید آپکے پاس بھی وہی ہے جو میرے پاس ہے۔ آپنے فرمایا کہ تمہارے پاس کیا ہے؟ اس نے کہا کہ حکمتِ لقمان۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ مجھے سُناؤ۔ سوید نے کچھ اشعار سُنائے آپنے

---

[1] مدینہ کا اصلی نام یثرب تھا۔ جب رسول کریمؐ نے مکہ سے ہجرت کرکے یہاں آکر قیام کیا تو اس کا نام "مدینۃ النبی" یعنے پیغمبر کا شہر پڑگیا اور پھر بعد میں مختصر ہو کر مدینہ مشہور ہوگیا۔

سُن کر فرمایا کہ یہ اچھا کلام ہے۔ لیکن میرے پاس قرآن ہے جو اس سے بہتر و افضل ہے اور ہدایت و نور ہے۔ پھر آپ نے چند آیتیں پڑھیں۔ سوید نے سُن کر بہُت تعریف کی اور اسلام لے آیا؛

سوید مدینہ میں واپس آکر ایک لڑائی میں مارا گیا جو مدینہ کے دو مشہور قبیلوں اَوْس اور خزرج کے درمیان ہوئی؛

ایاس بن معاذ کا اسلام لانا

اَوْس اور خزرج کی لڑائیوں میں جب قبیلہ اَوس کو شکست اُٹھانی پڑی تو اَوس کے چند مشہور آدمی مدینہ سے مکہ میں قریش کے پاس آئے تاکہ قبیلہ خزرج کے مقابلہ میں قریش مکہ کو اپنا حلیف بنائیں۔ اس وفد میں ایک نوجوان ایاس بن معاذ بھی تھا؛

آنحضرتؐ نے جب اُن کے آنے کی خبر سُنی تو سب سے پہلے اُن کے پاس پہنچ گئے۔ آپ نے ان سے کہا کہ میرے پاس ایسی چیز ہے جس میں تم سب کی بہتری ہے۔ اگر تم چاہو تو میں پیش کروں۔ انہوں نے کہا بہت اچھا آپ پیش کریں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ مَیں خُدا کا رسول ہوں۔ مخلوق کو دعوت دیتا ہوں کہ ایک خدا کی عبادت کریں اور شرک کو چھوڑ دیں۔ پھر آپ نے ان کو اسلام کے اصول بتائے اور قرآن کی چند آیتیں پڑھ کر سُنائیں؛

ایاس بن معاذ نے آنحضرتؐ کی باتیں اور قرآن کی آیتیں سُن کر بیتابانہ کہا کہ "اے میری قوم! خدا کی قسم تم جس مقصد کے لئے یہاں آئے ہو یہ چیز اس سے بھی بہتر ہے"؛

لیکن وفد کے امیر انس بن رافع نے کنکریوں کی مٹھی بھر کر ایاس کے مُنہ پر

ماری اور کہا کہ بس چپ رہو۔ ہم اس کام کے لئے نہیں آئے۔ ایاس خاموش ہوگیا اور آنحضرتؐ وہاں سے اُٹھ کر چلے آئے۔
مدینہ میں واپس جاکر چند روز کے بعد ایاس بن معاذ کا انتقال ہوگیا۔ مرتے وقت ایاس کی زبان پر تکبیر و تسبیح جاری تھی۔

عرب کے ایک مشہور جادوگر کا اسلام

○ ضمادِ ازدی عرب کا ایک مشہور جادوگر تھا۔ علاقہ یمن کا رہنے والا تھا۔ وہ ایک دفعہ مکہ میں آیا۔ یہاں جب اُس نے قریش کی زبان سے سُنا کہ محمدؐ (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ) پر جنات کا اثر ہے تو اس نے اُن سے کہا کہ میں اپنے منتر سے ابھی اس شخص کا علاج کر دیتا ہوں۔ چنانچہ ضماد آنحضرتؐ کے پاس پہنچا اور کہنے لگا کہ "محمدؐ! میں تمہیں اپنا منتر سُناتا ہوں"۔ آپ نے فرمایا کہ پہلے مجھ سے کچھ سُن لو پھر تم سُنانا۔ چنانچہ آنحضرتؐ نے اپنے خطبہ کے ابتدائی کلمات اس کے سامنے پڑھنے شروع کئے۔
ابھی آپ نے چند ہی کلمات پڑھے تھے کہ ضماد بے اختیار بول اُٹھا کہ وہی کلمات پھر دوبارہ سُنا دیجئے۔ چنانچہ کئی مرتبہ اُس نے وہی کلمات آپ کی زبان سے سُنے۔ اور پھر کہنے لگا کہ "میں نے بہت سے کاہن اور جادوگر دیکھے ہیں بیشمار بڑے بڑے شاعروں کا کلام سُنا ہے۔ لیکن ایسا عمدہ اور پاکیزہ کلام آج تک میں نے کسی کی زبان سے نہیں سُنا۔ محمدؐ! خدارا اپنا ہاتھ بڑھاؤ۔ میں آپ کے ہاتھ پر اسلام کی بیعت کرتا ہوں اور مسلمانوں کی جماعت میں داخل ہوتا ہوں"۔

طفیلؓ بن عمرو دوسی کا اسلام

قبیلہ دوس نواحِ یمن میں آباد تھا۔ طفیل بن عمرو اِس قبیلہ کا سردار اور دولت مند آدمی تھا۔ بڑا دانشمند اور زبردست شاعر بھی تھا۔ وہ مکہ میں آیا سردارانِ قریش نے شہر سے باہر جاکر اُس کا استقبال کیا۔ بڑی عزت و تعظیم کے ساتھ اُسے شہر میں لائے اور خوب خاطر تواضع کی۔

قریش کو اِس بات کا اندیشہ ہوا کہ کہیں آنحضرتؐ سے طفیل کی ملاقات نہ ہو جائے اور طفیل پر آپ کا جادو نہ چل جائے۔ اِس لئے انہوں نے طفیل سے کہا کہ آج کل ہمارے شہر میں ایک جادوگر پیدا ہو گیا ہے جس نے سارے شہر کو فتنہ میں ڈال دیا ہے۔ جادو سے باپ بیٹے۔ بیوی خاوند اور بھائی بھائی میں جدائی ڈال دیتا ہے۔ اس نے کئی خاندانوں کو پریشان کر دیا ہے۔ آپ ہمارے معزز مہمان ہیں۔ ہم نہیں چاہتے کہ آپ اور آپ کی قوم کسی مصیبت میں مبتلا ہو۔ اِس لئے آپ اس شخص سے بچتے رہنا۔ نہ اس کے پاس جانا اور نہ ہی اس کی کوئی بات سُننا۔

قریش کی ان باتوں نے طفیل پر اس قدر اثر کیا کہ جب وہ خانۂ کعبہ میں جاتا تھا تو اپنے کانوں کو روئی سے بند کر لیتا تھا تاکہ کہیں آنحضرتؐ کی آواز اُس کے کان میں نہ پڑ جائے۔

طفیلؓ ایک روز صبح ہی خانہ کعبہ میں گیا۔ اس نے اپنے کانوں کو روئی سے بند کر رکھا تھا۔ وہاں آنحضرتؐ صبح کی نماز پڑھ رہے تھے۔ نماز پڑھنے کا

طریقہ جو آنکھوں سے نظر آتا تھا طفیل کو بہت اچھا معلوم ہوا اور وہ آنحضرتؐ کے قریب جا کھڑا ہوا۔ پاس چلے جانے کی وجہ سے آپ کی آواز بھی اُس کے کانوں میں کچھ کچھ سُنائی دینے لگی۔ اس نے سُنا کہ آپ ایک عجیب کلام پڑھ رہے ہیں۔ اس وقت طفیل کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ آخر میں بھی شاعر ہوں عقلمند ہوں، اچھے بُرے کی تمیز رکھتا ہوں۔ پھر کیا وجہ ہے کہ میں اِس شخص کی بات نہ سنوں۔ اگر اس کی باتیں اچھی ہوں گی تو مان لوں گا اور اگر بُری ہونگی تو ہرگز نہیں مانوں گا؛

اس خیال کے پیدا ہوتے ہی طفیل نے روئی کانوں سے نکال کر پھینک دی اور جب آنحضرتؐ نماز ختم کر کے اپنے گھر کی طرف واپس چلے تو یہ بھی آپکے پیچھے پیچھے ہو گیا۔ مکان پر پہنچ کر اس نے اپنا تمام قصہ بیان کیا اور کہا کہ آپ مجھ کو اپنی باتیں سُنائیں۔ آنحضرتؐ نے قرآن شریف پڑھ کر سنایا۔ طفیل نے سُن کر کہا کہ خدا کی قسم میں نے ایسا پاکیزہ کلام کبھی نہیں سنا تھا۔ جو اس قدر نیکی، راست بازی اور انصاف کی ہدایت کرتا ہو؛

طفیل اُسی وقت مسلمان ہو گیا اور عرض کیا کہ آپ دعا کریں کہ خدا میرے ذریعہ میرے قبیلہ والوں کو اسلام قبول کرنے کی توفیق دے؛

قریش کو جب معلوم ہوا کہ طفیل مسلمان ہو گیا ہے تو اُن کو سخت رنج ہوا۔ طفیل نے مکّہ سے واپس آکر اپنے قبیلہ میں تبلیغ اسلام کا کام شروع کر دیا؛

قبیلہ دَوس کے حق میں رحمتِ عالمؐ کی دعا

طفیلِ دوسیؓ مُدت تک اپنے قبیلہ کو اسلام کی دعوت دینے میں مشغول رہے۔ اِنکے

والد اور ان کی بیوی نے تو اسلام قبول کر لیا مگر ان کا قبیلہ کفر پر ہی قائم رہا۔ آخر طفیل ؓ نے تنگ آکر آنحضرت ؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے قبیلہ کی حالت بیان کی اور عرض کی کہ وہ ابھی تک اسلام نہیں لائے۔ آپ ان کے حق میں بددعا فرمائیں۔ لیکن رحمتِ عالم نے ان کے بارے میں یہی فرمایا کہ "خداوندا۔ دَوس کو ہدایت عطا فرما"

پھر آنحضرت ؐ نے طفیل کو اپنے قبیلہ میں واپس بھیج دیا اور فرمایا کہ ان کو نرمی اور محبت سے سمجھاتے رہو۔ طفیل واپس آکر پھر اسلام کی تبلیغ میں لگے رہے۔ یہاں تک کہ اُن کا سارا قبیلہ مسلمان ہو گیا؛

ابوذر غفاری ؓ کا اسلام

ابوذر غفاری ؓ نواحِ مدینہ کے رہنے والے تھے۔ سوید بن صامت اور ایاس بن معاذ کے ذریعہ جب مدینہ میں آنحضرت ؐ کے متعلق خبر پہنچی تو ابوذر غفاری ؓ نے بھی آنحضرت ؐ کا نام سُنا۔ انہوں نے اُسی وقت اپنے بھائی کو جو ایک مشہور شاعر تھا تحقیق حال کے لئے مکہ بھیجا۔ اِن کے بھائی نے مکہ میں پہنچ کر آنحضرت ؐ سے ملاقات کی اور پھر مدینہ واپس آکر ابوذر غفاری ؓ کو بتایا کہ میں نے آنحضرت ؐ کو ایک ایسا شخص پایا ہے جو نیک کاموں کی ہدایت کرتا ہے اور بُرے کاموں سے بچنے کا حکم دیتا ہے؛

ابوذر غفاری کو بھائی کی اتنی بات سے کچھ تسلّی نہ ہوئی۔ آخر خود مدینہ سے پیدل چل کر مکہ پہنچے۔ اِن کو آنحضرت ؐ کی پہچان نہ تھی اور کسی سے آپ کے بارے

میں دریافت کرنا بھی مناسب نہ سمجھتے تھے۔ اس لئے زمزم کا پانی پی کر کعبہ میں لیٹ رہے۔ اتفاقاً حضرت علیؓ اِدھر آئے۔ انہوں نے دیکھا کہ ایک مسافر بے سروسامانی کی حالت میں کعبہ میں پڑا ہے۔ حضرت علیؓ ان کو اپنے گھر لے گئے اور رات وہیں رکھا۔ صبح ہوئی تو ابو ذرؓ پھر خانہ کعبہ میں چلے آئے۔ دل میں آنحضرتؐ کی تلاش تھی مگر کسی سے پوچھتے نہ تھے؛

حضرت علیؓ نے اگلے دن بھی جب ان کو کعبہ میں لیٹے دیکھا تو پاس آکر وجہ دریافت کی۔ ابو ذرؓ نے کہا کہ راز رکھو تو بتلا دیتا ہوں۔ حضرت علیؓ نے وعدہ کیا کہ میں کسی سے تمہاری بات نہ کہوں گا۔ تب ابو ذرؓ نے کہا کہ میں نے سُنا ہے کہ اِس شہر میں ایک شخص اپنے آپ کو نبی بتلاتا ہے۔ میں اس سے ملنا چاہتا ہوں؛

حضرت علیؓ نے کہا کہ میں بھی وہیں جا رہا ہوں۔ تم میرے ساتھ چلو۔ چنانچہ ابو ذرؓ اِن کے ساتھ آنحضرتؐ کی خدمت میں پہنچے اور عرض کیا کہ مجھے بتلایا جائے کہ آپ لوگوں کو کن باتوں کا حکم دیتے ہیں؛

آنحضرتؐ نے اِن کو اسلام کے اصول سمجھائے۔ ابو ذرؓ نے اُسی وقت اسلام قبول کر لیا۔ پھر سیدھے خانہ کعبہ میں پہنچے جہاں قریش کا مجمع تھا۔ سب کو سُنا کر بلند آواز سے کلمۂ توحید پڑھا۔ اِس پر قریش نے اِن کو مار مار کر بیہوش کر دیا۔ جان سے مار ڈالنے پر آمادہ تھے کہ اتنے میں حضرت عباسؓ آگئے۔ یہ ابھی تک کفار ہی میں شامل تھے۔ انہوں نے ابو ذرؓ کو دیکھ کر قریش سے کہا کہ یہ تو قبیلہ غفار کا آدمی ہے جہاں سے تم تجارت کے لئے کھجوریں لایا کرتے ہو۔ یہ سُن کر سب ہٹ گئے؛

ابو ذرؓ نے اگلے دن پھر خانہ کعبہ میں پہنچکر اپنے اسلام کا اعلان کیا۔ قریش نے پھر ان کو مارا۔ آخر آنحضرتؐ کی اجازت سے اپنے وطن کو واپس چلے آئے؛

مدینہ میں اسلام کی اشاعت

اہل مدینہ کی آنحضرتؐ سے پہلی ملاقات
مدینہ کے چھ اشخاص کا اسلام

حج کے زمانہ میں عرب کے مختلف علاقوں سے قافلے مکہ میں آیا کرتے تھے۔ آنحضرتؐ ان قافلوں کی قیامگاہوں پر جاجاکر اسلام کی تبلیغ کیا کرتے تھے۔ چنانچہ ۱۱ نبوی کے موسم حج کا ذکر ہے کہ آپ حسبِ معمول تبلیغ کے لئے ایک دفعہ رات کے وقت مکہ سے باہر نکلے۔ مکہ سے چند میل کے فاصلہ پر مقام عقبہ میں آپ نے کچھ لوگوں کی باتیں کرنے کی آواز سُنی آپ اُن کے پاس گئے۔ یہ چھ آدمی تھے۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ یہ مدینہ سے حج کرنے کے لئے آئے ہیں؛

آنحضرتؐ نے ان کے سامنے اسلام پیش کیا۔ اِن لوگوں نے آنحضرتؐ کا ذکر مدینہ میں سنا تھا۔ نیز وہاں کے یہودیوں کی زبان سے ان کے کانوں میں یہ بات بھی پڑ چکی تھی کہ ایک نبی عنقریب ظاہر ہونے والا ہے۔ انھوں نے آپکی باتوں کو بڑی توجہ سے سُنا اور یہ سب مسلمان ہوگئے۔ یہ چھوٹا سا قافلہ مسلمان ہوکر یہیں سے مدینہ کو لوٹ گیا۔ اور آنحضرتؐ سے وعدہ کرگیا کہ ہم اپنی قوم میں جاکر اسلام کی اشاعت کریں گے۔ چنانچہ انھوں نے جاتے ہی اسلام کی تبلیغ شروع

کردی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مدینہ کے گھر گھر میں آنحضرتؐ کا چرچا ہونے لگا؛

اہل مدینہ کی دوبارہ آمد اور بیعتِ عقبۂ اُولیٰ

دوسرے سال یعنی ۱۲ سنہ نبوی میں حج کے موقع پر مدینہ سے بارہ اشخاص آئے۔ ان میں سے کچھ تو وہی پچھلے سال کے مسلمان تھے اور کچھ نئے آدمی تھے۔ ان بارہ شخصوں نے اُسی عقبہ کے مقام میں آنحضرتؐ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اس بیعت کا نام بیعتِ عقبۂ اُولیٰ مشہور ہے؛

اِن لوگوں نے آنحضرتؐ کے ہاتھ پر مندرجہ ذیل باتوں کا عہد کیا۔

(۱) ہم خدائے واحد کی عبادت کریں گے اور کسی کو اُس کا شریک نہیں بنائیں گے؛

(۲) ہم چوری اور زنا نہیں کریں گے؛

(۳) ہم اپنی لڑکیوں کو قتل نہیں کریں گے؛

(۴) ہم کسی پر جھوٹی تہمت نہیں لگائیں گے اور نہ کسی کی چغلی کریں گے؛

(۵) ہم ہر ایک اچھی بات میں نبیؐ کی اطاعت کریں گے؛

جب یہ لوگ واپس جانے لگے تو انہوں نے خواہش کی کہ اسلام کے احکام سکھانے کے لئے کوئی مُعلّم ان کے ساتھ کر دیا جائے۔ چنانچہ آنحضرتؐ نے مُصعب بن عمیرؓ کو ان کے ہمراہ کر دیا؛

مُصعب بن عمیرؓ کے ذریعہ مدینہ میں اسلام کی اشاعت

مصعب بن عمیرؓ ایک بڑے امیر گھرانے کے لاڈلے بیٹے تھے۔ جب گھوڑے پر سوار ہو کر نکلا کرتے تھے تو ان کے آگے پیچھے غلام چلا کرتے تھے۔ نہایت قیمتی پوشاک پہنا

کرتے تھے۔ لیکن اسلام لانے کے بعد انہوں نے اِن تمام نمائشوں کو بالکل چھوڑ دیا اور سادگی اختیار کر لی۔ جن دنوں یہ مدینہ میں اسلام کی تبلیغ کرتے تھے اِن کے کندھے پر صرف کمبل کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا ہوتا تھا۔ جسے اگلی طرف سے کیکر کے کانٹوں سے اٹکا لیا کرتے تھے؛

مُصعب بن عمیرؓ نے مدینہ میں پہنچ کر نہایت سرگرمی سے اسلام کی تبلیغ کا کام شروع کر دیا۔ روزانہ ہر ایک گھر کا دورہ کیا کرتے تھے اور لوگوں کو بتلایا کرتے تھے کہ اسلام کیا ہے۔ ان کی کوشش سے روزانہ ایک دو نئے آدمی اسلام قبول کر لیتے تھے۔ چنانچہ رفتہ رفتہ مدینہ میں گھر گھر اسلام پھیل گیا؛

اہل مدینہ کی تیسری آمد اور بیعتِ عقبۂ ثانیہ

اگلے سال یعنی ۱۳ سنہ نبوی کے زمانۂ حج میں ۷۳ مرد اور دو عورتوں کا مُسلم قافلہ مکہ میں آیا مدینہ کے مسلمانوں نے اِس قافلہ کو اس لئے بھیجا تھا کہ آنحضرتؐ کو مدینہ میں تشریف لانے کی دعوت دے؛

مُسلم قافلہ کے ساتھ مدینہ کے کچھ بت پرست بھی تھے جو قدیم دستور کے مطابق حج کے لئے آئے تھے۔ سارا قافلہ مکہ کے باہر ایک ہی جگہ ٹھہرا مگر مسلمانوں نے آنحضرتؐ کی ملاقات کے لئے وہی عقبہ کی گھاٹی تجویز کر لی جہاں پچھلے سال مدینہ کے لوگوں نے آنحضرتؐ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔ اِس لئے مشرکین کو عقبہ کی اس ملاقات کا علم نہ ہوا؛

آنحضرتؐ کو جب اس قافلہ کے آنے کی اطلاع ملی تو آپ رات کیوقت عقبہ کے مقام پر پہنچ گئے۔ آپ کے ہمراہ آپ کے چچا حضرت عباسؓ بھی تھے

جو اس وقت تک اسلام نہ لائے تھے لیکن آپ کے ہمدرد تھے۔

جب قافلہ والوں نے آنحضرتؐ سے مدینہ تشریف لے جانے کی درخواست کی تو حضرت عباسؓ نے ان سے کہا کہ:۔

"مدینہ والو! محمد (صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمْ) اپنے خاندان میں عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں۔ ان کا خاندان ان کی حفاظت کرتا ہے۔ تم ان کو اپنے پاس لے جانا چاہتے ہو۔ یاد رکھو کہ اگر تم لوگ پوری وفاداری کے ساتھ ان کا ساتھ دے سکتے ہو تو بہتر ورنہ ان کو لے جانے کا نام نہ لو کیونکہ وہ یہاں اپنے خاندان میں محفوظ ہیں۔"

یہ سُن کر ان لوگوں نے آنحضرتؐ سے عرض کیا کہ آپ خود کچھ ارشاد فرمائیں چنانچہ آپ نے اِن کو خدا کا کلام سُنایا اور ان تمام ذمہ داریوں کو بھی بیان کیا جو مدینہ میں آپ کو لے جانے سے مدینہ والوں پر عائد ہوتی تھیں؛

تمام باتیں سُن کر قافلہ والوں میں سے ایک شخص نے کہا کہ "ہم سب ہر طرح سے تیار ہیں"۔ اتنے میں ایک اور شخص نے بات کاٹ کر عرض کیا کہ" یا رسول اللہ! یہود کے ساتھ ہمارے تعلقات ہیں۔ بیعت کے بعد یہ تعلقات ٹوٹ جائینگے ایسا نہ ہو کہ غلبہ اور اقتدار حاصل ہو جانے کے بعد آپ ہم کو چھوڑ کر واپس آ جائیں"

آنحضرتؐ نے مسکرا کر فرمایا "نہیں۔ میرا جینا اور مرنا تمہارے ہی ساتھ ہوگا"

اس کے بعد سب نے بیعت کی۔ اس بیعت کا نام بیعتِ عقبۂ ثانیہ

مشہور ہے؛

بیعت کے بعد آنحضرتؐ نے اِس گروہ میں سے بارہ شخصوں کو اپنا نقیب مقرر کیا اور اپنے اپنے قبیلہ میں اسلام کی تبلیغ کا کام اُن کے سپرد کیا؛

آنحضرتؐ نے مدینہ میں تشریف لے جانے کی تاریخ کا تعین حکم الٰہی پر موقوف رکھا؛

صبح کو مکہ میں اس بیعت کی اُڑتی سی خبر پھیلی۔ قریش اُسی وقت مدینہ والوں کی قیام گاہ پر پہنچے اور دریافت کیا کہ کیا رات کے وقت تم لوگوں کے پاس محمد (صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ) آئے تھے؟ مدینہ والوں میں سے جو لوگ بُت پرست تھے ان کو خود رات کے اس اجتماع کی کچھ خبر نہ تھی انھوں نے قریش سے کہا کہ اگر ایسا ہوتا تو ہم سے کیسے چھپ سکتا تھا۔ یہ سُن کر قریش کا شک جاتا رہا اور وہ واپس چلے گئے؛

مدینہ والوں نے اُسی وقت کوچ کی تیاری کر دی اور وہاں سے روانہ ہو گئے؛

قریش کو بعد میں پھر کسی معتبر ذریعہ سے رات کی مجلس اور بیعت کا حال معلوم ہوا اور وہ مسلح ہو کر دوبارہ آئے مگر مدینہ والوں کا قافلہ روانہ ہو چکا تھا؛

مدینہ کی طرف مسلمانوں کی ہجرت

کفار کی طرف سے مزاحمت

دین حق کی بیاد قربانیاں

مسلمانوں کو ہجرت کی اجازت عقبۂ ثانیہ کی بیعت کے بعد قریش نے مکّہ کے مسلمانوں پر اس قدر ظلم و ستم شروع کر دیئے کہ اُن کے لئے مکّہ میں رہنا ناممکن ہو گیا۔ کفار کے اِن روز افزوں مظالم کو دیکھ کر نبی کریمؐ نے تمام مسلمانوں کو اجازت دے دی کہ مکّہ سے ہجرت کر کے مدینہ چلے جائیں۔ کیونکہ مدینہ میں ان کے حامی اور مددگار مسلمان بھائیوں کی ایک جماعت موجود تھی۔ مسلمان اجازت پاتے ہی بہ خوشی اپنے گھروں کو خالی چھوڑ کر عزیز و اقارب سے جدا ہو کر مدینہ کی طرف جانے لگے۔ مسلمانوں کو اپنے وطن، گھر بار، خویش و اقارب، ماں باپ اور بیوی بچّوں کے چھوڑ جانے کا ذرہ برابر بھی غم نہ تھا۔ بلکہ انہیں اسلام کے ساتھ اس قدر محبت ہو چکی تھی کہ وہ دین حق کی خاطر ہر عزیز سے عزیز چیز کو خیرباد کہنے کے لئے آمادہ تھے۔ انہیں اس بات کی بیحد خوشی تھی کہ وہ مدینہ میں جا کر خدائے واحد کی عبادت پوری آزادی اور اطمینان سے کر سکیں گے!

کفارِ مکہ کی طرف سے مہاجرین کی سخت مزاحمت قریش نے جب دیکھا کہ مسلمان مکہ کو چھوڑ رہے ہیں اور مدینہ میں جا کر اطمینان اور سکون سے زندگی بسر کرنا چاہتے ہیں تو انہوں نے ہجرت کرنے والوں کی راہ میں رکاوٹیں

پیدا کرنی شروع کردیں۔ مسلمانوں کے لئے اب مکہ چھوڑنا بھی آسان نہ تھا؛

صُہیبِ رومیؓ کی ہجرت

صُہیب رومیؓ جب ہجرت کرکے مکہ سے جانے لگے تو کفار نے آکر انہیں گھیر لیا۔ اور کہا کہ جب تم یہاں آئے تھے تو بالکل غریب اور مفلس تھے۔ اس جگہ رہ کر تم نے خوب کمایا اور دولتمند بن گئے اب تم یہ چاہتے ہو کہ تمام دولت لے کر یہاں سے چلے جاؤ۔ ہم تم کو ہرگز نہیں جانے دیں گے؛

صہیبؓ نے کہا۔ اچھا اگر میں اپنا تمام مال واسباب تمہیں دیدوں تب تم مجھے جانے دو گے؟ کفار نے کہا کہ ہاں۔ صرف اس صورت میں تم جاسکتے ہو؛

صہیبؓ نے اپنا تمام مال ومتاع اُسی وقت ان کے حوالہ کردیا اور خود مدینہ کو روانہ ہوگئے؛

آنحضرتؐ نے جب یہ واقعہ سُنا تو فرمایا کہ اس سودے میں صہیبؓ نے خوب نفع کمایا؛

ابوسلمہ کی ہجرت اور اُمِّ سلمہ کے مصائب

حضرت اُمِّ سلمہؓ کہتی ہیں کہ میرے خاوند نے ہجرت کا ارادہ کیا۔ مجھ کو اونٹ پر بٹھایا۔ میری گود میں میرا چھوٹا بچہ سلمہ تھا۔ جب ہم روانہ ہوئے تو میرے قبیلہ کے لوگوں نے میرے خاوند ابوسلمہؓ کو آکر گھیر لیا اور کہا کہ تم تو جاسکتے ہو مگر ہماری لڑکی کو اپنے ساتھ نہیں لے جاسکتے؛

اتنے میں ابوسلمہؓ کے قبیلہ والے بھی آگئے۔ انہوں نے کہا کہ تم جاسکتے ہو

مگر یہ بچّہ ہمارے قبیلہ کا بچّہ ہے۔ اِس کو تم نہیں لے جا سکتے؛
چنانچہ ایک قبیلہ کے لوگ ماں کی گود سے بچّہ کو چھین کر لے گئے اور دوسرے قبیلہ کے لوگ اُمّ سلمہؓ کو لے گئے۔ لیکن ابو سلمہؓ بیوی اور بیٹے دونوں کو چھوڑ کر تنہا دینِ حق کی خاطر مدینہ کو چلے گئے؛
ادھر حضرت ام سلمہؓ سے بھی خاوند اور بچّہ دونوں جدا ہو گئے۔ اب ان کی یہ عادت تھی کہ روزانہ شام کے وقت اُسی جگہ جایا کرتی تھیں جہاں اپنے خاوند اور بچّہ سے جدا کی گئی تھیں اور گھنٹوں رونے کے بعد واپس آیا کرتی تھیں۔ پورا ایک برس اسی حالت میں گذر گیا۔ آخر ان کے چچیرے بھائی کو ان کی حالت پر رحم آیا۔ اُس نے دونوں قبیلوں سے کہہ سُن کر بچہ ان کو دلوا دیا اور مدینہ چلے جانے کی اجازت بھی لے دی۔ اُمِ سلمہؓ نے بچّہ کو لیا اور تن تنہا اونٹ پر سوار ہو کر مدینہ کو روانہ ہو گئیں؛

حضرت ہشامؓ اور عیاشؓ کی تکالیف

حضرت ہشامؓ اور عیاشؓ نے جب ہجرت کا ارادہ کیا تو کفار کو ان کی روانگی کی اطلاع مل گئی۔ حضرت عیاشؓ تو کفار کے ہاتھ سے بچ کر نکل گئے اور مدینہ جا پہنچے۔ مگر حضرت ہشامؓ کو کفار نے پکڑ کر قید کر لیا۔ اور بے شمار تکلیفیں پہنچائیں؛
ابو جہل حضرت عیاشؓ کے پیچھے مدینہ پہنچا اور دھوکہ دے کر انہیں مکہ میں لے آیا۔ مشکیں باندھ کر ان کو سزا دی اور حضرت ہشامؓ کے ساتھ قید کر دیا؛
اس قسم کی مشکلات اور مصائب کا سامنا تقریبًا ہر ایک صحابی کو کرنا پڑا مگر تمام رکاوٹوں کے باوجود رفتہ رفتہ اکثر مسلمان مدینہ میں پہنچ گئے۔ تمام مہاجرین

مدینہ کے مسلمانوں کے مہمان تھے۔ ان مہمانوں کا نام مہاجرین اور مدینہ کے مسلمان میزبانوں کا نام انصار مشہور ہوا؛

مکہ میں اب صرف نبی کریمؐ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت علیؓ رہ گئے تھے۔ یا کچھ نہایت ہی کمزور اور ضعیف لوگ باقی تھے جن میں ہجرت کی طاقت نہ تھی۔ آنحضرتؐ نے ابھی تک ہجرت کا ارادہ نہیں کیا تھا۔ آپ حکمِ خداوندی کے منتظر تھے؛

کفار کی تمام روکاوٹوں کے باوجود اسلام کا حلقہ وسیع ہوتا گیا۔

یہاں پر یہ امر ذہن نشین کرنے کے قابل ہے کہ اب تک جس قدر لوگ مسلمان ہوئے تھے وہ صرف اسلام کی صداقت سے متاثر ہو کر اسلام لائے تھے۔ اسلام لانے کے بعد ان کو کفار کی سخت سے سخت اذیتیں برداشت کرنی پڑیں۔ کفار نے ہر طرح سے اِن پر عرصۂ زندگی تنگ کر دیا تھا۔ لیکن انہوں نے دینِ حق کی خاطر ہر بڑی سے بڑی مصیبت کا مقابلہ کیا اور اپنے استقلال اور استقامت سے فرعون صفت ظالموں کو ظلم کرتے کرتے تھکا دیا۔ اسلام کے اِن سچے جان نثاروں نے اپنے پیارے وطن تک کو بھی ترک کرنا منظور کیا مگر دینِ اسلام کا رشتہ ہاتھ سے نہ چھوڑا؛

کیا ایسی حالت میں یہ گمان کیا جا سکتا ہے کہ اسلام کی اشاعت لالچ یا خوف کے ذریعہ سے ہوئی؟ نہیں ہرگز نہیں۔ جس دل پر ایک دفعہ خدائے واحد کا نام نقش ہو جاتا تھا تو پھر کوئی بڑی سے بڑی طاقت بھی توحید کے اس نقش کو مٹا نہیں سکتی تھی۔ کفار نے کئی سال تک اسلام کی اشاعت کو

روکنے کے لئے سر توڑ کوششیں کیں اور سالہا سال تک مسلمانوں کو روح فرسا مصائب کا نشانہ بنائے رکھا۔ مگر آخر دم تک وہ ایک مسلمان کو بھی خدا کے سچے دین سے برگشتہ کرنے میں کامیاب نہ ہو سکے۔ اور ان کی تمام روکاوٹوں کے باوجود اسلام کا حلقہ دن بدن وسیع ہوتا گیا!

مدینہ کی طرف رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ہجرت

مدینہ میں مسلمانوں کے اجتماع سے کفارِ مکہ کا خوف

جب کفارِ مکہ نے دیکھا کہ مدینہ میں مسلمانوں کا اجتماع ہو رہا ہے، وہ وہاں دن بدن طاقت پکڑتے جاتے ہیں اور اس جگہ اسلام پھیلتا جا رہا ہے تو ان کو اپنے مستقبل کے متعلق بہت فکر پیدا ہوا۔ کفار کو خوف ہوا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ آنحضرتؐ بھی مکہ سے نکل کر مدینہ میں اپنی جماعت سے جا ملیں۔ کیونکہ اُس صورت میں مسلمانوں کا مقابلہ کرنا نہایت دشوار ہو گا۔ کفار آنحضرتؐ کی ذات کو تمام خطرات کا مرکز سمجھتے تھے۔ اس لئے انھوں نے اس خطرہ کا انسداد ضروری سمجھا

دارالندوہ میں قبائلِ قریش کے تمام سرداروں کی مجلسِ مشاورت

چنانچہ ایک دن بنو ہاشم کے سوا قریش کے تمام قبائل کے بڑے بڑے سردار دارالندوہ میں جمع ہوئے تاکہ اس بھاری خطرہ کے انسداد کی تدابیر پر غور و خوض کریں؛

مجلس میں لوگوں نے مختلف رائیں پیش کیں۔ ایک نے کہا کہ محمد (صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ) کے ہاتھ پاؤں کو زنجیروں سے جکڑ کر ایک مکان میں قید کر دو۔

اور بھوکا پیاسا رکھ کر وہیں ہلاک کر دو؛

ایک تجربہ کار بوڑھا شخص بولا کہ یہ تجویز اچھی نہیں. کیونکہ جب محمد (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ) کے ساتھیوں اور رشتہ داروں کو اس معاملہ کی خبر ہوگی تو وہ سب جمع ہو کر چھڑانے کی کوشش کریں گے اور فساد بڑھ جائے گا؛

دوسرے شخص نے کہا کہ پھر جلاوطن کر دینا کافی ہوگا؛

یہ رائے بھی اس بوڑھے کو پسند نہ آئی. کہنے لگا کہ محمد (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ) اپنی شیریں بیانی سے ہر ایک شخص کو اپنا بنا لیتا ہے. مکّہ سے نکل کر جہاں جائے گا وہیں لوگ اس کی باتیں سُن کر اس کے ساتھ ہو جائیں گے. یہ صورت بھی خطرہ سے خالی نہیں؛

آنحضرتؐ کے قتل پر سردارانِ قریش کا اتفاق

بالآخر ابوجہل بولا کہ میری یہ رائے ہے کہ ہر ایک قبیلہ سے ایک ایک جوان چُن لیا جائے. رات کے وقت یہ تمام نوجوان تلواریں لے کر محمد (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ) کے مکان کو گھیر لیں. جب صبح کے وقت وہ نماز کے لئے باہر نکلے تو سب کے سب ایک ساتھ اُس پر وار کر کے قتل کر دیں. اس صورت میں تمام قبیلے قتل میں شامل ہوں گے اور محمد (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ) کے قبیلے بنوہاشم کو یہ ہمت نہ ہوگی کہ سارے قبیلوں سے لڑائی کرے اور خون کا بدلہ لے.

ابوجہل کی اس رائے کو سب نے پسند کیا. تمام قبائل میں سے ایک ایک نوجوان چن لیا گیا اور حملہ کے لئے ایک رات معین کر دی گئی؛

خدا کی طرف سے آنحضرتؐ کو ہجرت کا حکم

جب کفار آنحضرتؐ کے

قتل کے مشورے کر رہے تھے تو خدائے تعالےٰ نے وحی کے ذریعہ آپ کو کفار کے تمام ارادوں سے مطلع کر دیا۔ اور آپ کو مدینہ کی طرف ہجرت کا حکم دیا۔

آنحضرتؐ ہجرت کا حکم پانے کے بعد حضرتِ ابو بکرؓ کے مکان پر گئے اور انہیں بتایا کہ ہجرت کا حکم نازل ہو گیا ہے۔ حضرت ابو بکرؓ نے سفر کا ضروری سامان درست کیا۔ انہوں نے ہجرت کے لئے پہلے سے ہی دو اونٹنیاں تیار کر رکھی تھیں ان کی بیٹی اسماء نے ستوؤں کا ایک تھیلہ اور کھانے کی کچھ چیزیں بھی باندھ دیں۔

کفار کی امانتوں کی ادائیگی کا کام حضرت علیؓ کے سپرد کرنا

اگرچہ قریش کو آنحضرتؐ کے ساتھ سخت عداوت تھی مگر آپ کی دیانت پر ان کو اس قدر اعتماد تھا کہ جس شخص نے کچھ مال و اسباب امانت رکھنا ہوتا تھا تو وہ آپ ہی کے پاس لاکر رکھتا تھا۔

اس وقت بھی آنحضرتؐ کے پاس کفار کی بہت سی امانتیں جمع تھیں آپ نے حضرت علیؓ کو بلا کر فرمایا کہ "مجھ کو ہجرت کا حکم ہو چکا ہے۔ میں آج مدینہ کو روانہ ہو جاؤں گا۔ کفار کی یہ سب امانتیں تمہارے سپرد ہیں۔ صبح اٹھ کر یہ سب امانتیں ان کے مالکوں کے پاس پہنچا دینا۔ اس کے بعد تم بھی مدینہ کی طرف آجانا۔"

○ کفار تو آنحضرتؐ کے قتل کے درپے ہیں مگر آپ کی صداقت و دیانت کا یہ حال تھا کہ آپ ان کی امانتوں کی ادائیگی کے فکر میں ہیں اور حضرت علیؓ کو صرف اس لئے پیچھے چھوڑ جاتے ہیں کہ وہ ان دشمنانِ جان کی امانتیں ان کے سپرد کر کے آئیں۔

کفار کا محاصرہ اور آنحضرتؐ کی مکہ سے روانگی جب مقررہ رات آئی تو کفار کے نوجوانوں نے تلواریں لے کر آنحضرتؐ کے گھر کا محاصرہ کر لیا۔ آنحضرتؐ نے حضرت علیؓ کو اپنے بستر پر لٹا دیا۔ اپنی چادر ان پر ڈال دی اور فرمایا کہ "بے فکر ہو کر سو رہو۔ کوئی شخص تمہیں نقصان نہیں پہنچا سکے گا"

جب رات زیادہ گذر گئی تو آنحضرتؐ دشمنوں کی آنکھوں میں خاک ڈالتے ہوئے صاف نکل گئے۔ کسی نے آپ کو جاتے ہوئے نہ دیکھا۔ گھر سے نکل کر آپ سیدھے حضرت ابوبکرؓ کے مکان پر پہنچے۔ حضرت ابوبکرؓ آپکے انتظار میں تھے۔ اسی وقت رات کی تاریکی میں آپ روانہ ہو گئے۔

آنحضرتؐ غارِ ثور میں مکہ سے روانہ ہو کر آپ چار میل کے فاصلہ پر ایک غار کے پاس پہنچے جو غارِ ثور کے نام سے مشہور ہے۔ حضرت ابوبکرؓ نے آنحضرتؐ کو غار کے باہر ٹھہرایا اور خود اندر جا کر غار کو صاف کیا۔ غار میں جہاں جہاں سوراخ تھے ان کو اپنے بدن کے کپڑے پھاڑ پھاڑ کر بند کیا۔ پھر آنحضرتؐ کو اندر لے گئے۔ پورے تین دن اور تین رات آنحضرتؐ اور حضرت ابوبکرؓ اس غار میں چھپے رہے۔

آنحضرتؐ کی تلاش کفار نے رات بھر آنحضرتؐ کے مکان کا محاصرہ کئے رکھا۔ صبح ہونے پر ان کو معلوم ہوا کہ مکان میں آنحضرتؐ کی بجائے صرف حضرت علیؓ موجود ہیں۔ کفار نے غصہ میں آ کر ان سے پوچھا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کہاں ہیں؟ حضرت علیؓ نے کہا کہ مجھے کیا خبر۔ اس پر انھوں نے

حضرت علیؓ کو پکڑ کر خوب مارا اور خانۂ کعبہ میں لے جا کر کچھ دیر قید رکھا اور پھر چھوڑ دیا؛

پھر کفار حضرت ابوبکرؓ کے گھر پہنچے۔ ان کی بیٹی اسماء گھر میں تھیں۔ ابوجہل نے پوچھا۔ لڑکی تیرا باپ کہاں ہے؟ وہ بولیں کہ مجھے کچھ خبر نہیں۔ یہ سُن کر اس نے اس زور سے طمانچہ مارا کہ اسماء کے کان کی بالی نیچے گر گئی؛

آنحضرتؐ کا تعاقب جب مکہ میں آنحضرتؐ کا کچھ پتہ نہ ملا تو کفار آپکی تلاش کے لئے مکہ سے باہر نکلے اور ڈھونڈتے ڈھونڈتے غار کے منہ تک پہنچ گئے۔ کفار کے باتیں کرنے کی آواز سُن کر حضرت ابوبکرؓ کچھ گھبرائے اور آنحضرتؐ سے عرض کی کہ کفار تو یہ آ پہنچے۔ آپ نے بڑے اطمینان سے فرمایا۔ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا گھبراؤ نہیں۔ خدا ہمارے ساتھ ہے؛

غار کے قریب پہنچ کر پہلے تو کفار کا ارادہ ہوا کہ اندر جا کر دیکھیں۔ مگر جب انھوں نے دیکھا کہ غار کے منہ پر مکڑی کا جالا تنا ہوا ہے اور کبوتر کے انڈے پڑے ہوئے ہیں تو انھوں نے خیال کیا کہ ایسی تاریک اور خطرناک غار میں انسان داخل نہیں ہو سکتا۔ اس لئے ان میں سے کوئی بھی غار کی طرف نہ بڑھا اور سب واپس آ گئے؛

آنحضرتؐ کی گرفتاری پر ایک سو اونٹ کا انعام جب کفار آنحضرتؐ کی تلاش اور جستجو میں ناکام رہے اور آپ کا کچھ پتہ نہ چلا تو انھوں نے اعلان کیا کہ جو شخص آنحضرتؐ کو زندہ یا مردہ گرفتار کر کے لائے گا اس کو ایک سو اونٹ انعام میں دئے جائیں گے؛

حضرت ابوبکرؓ کی بیٹی اَسماء کی قوتِ ایمانی

حضرتؓ ابوبکرؓ جاتے ہوئے گھر سے سب نقد روپیہ ساتھ لے گئے تھے تاکہ آنحضرتؐ اور مسلمانوں کی ضروریات پر خرچ کرسکیں۔ جب اِن کے والد ابوقحافہ کو اِن کے چلے جانے کی خبر ہوئی تو گھر میں آئے۔ ابوقحافہ نابینا تھے اور ابھی تک اسلام نہ لائے تھے۔ اپنی پوتی اَسماء سے کہنے لگے کہ ابوبکرؓ خود بھی چلا گیا اور سب روپیہ بھی ساتھ لے گیا۔ اَسماء بولیں کہ نہیں دادا جان وہ ہمارے لئے بہت کچھ چھوڑ گئے ہیں؛

یہ کہہ کر اَسماء نے ایک کپڑے میں بہت سے سنگریزے لپیٹ کر اِس جگہ رکھ دیئے جہاں روپیہ رکھا رہتا تھا اور پھر دادا کا ہاتھ پکڑ کر ان کو وہاں لے گئیں دادا نے ہاتھ سے ٹٹول کر دیکھا اور سمجھا کہ روپیہ موجود ہے۔ اور پھر پوتی سے کہا کہ خیر اب ابوبکرؓ کے چلے جانے کا کچھ غم نہیں۔ تمہارے لئے کافی انتظام کرگیا ہے؛

غار سے روانگی

چوتھے دن آنحضرتؐ غار سے نکلے اور مدینہ کی طرف روانہ ہوئے۔ کفار کے خطرہ سے آپ نے عام راستہ چھوڑ کر دوسری راہ اختیار کی۔ روانگی سے پہلے آپ نے کعبہ کی طرف دیکھا اور فرمایا "مکّہ تُو مجھ کو تمام دُنیا سے زیادہ عزیز ہے لیکن تیرے فرزند مجھ کو یہاں رہنے نہیں دیتے!"

راستہ میں بُریدہ اسلمی کا ستر آدمیوں سمیت مسلمان ہونا

آنحضرتؐ کی گرفتاری پر ایک سو اونٹ کے انعام کا اعلان سُن کر بُریدہ اسلمی جو اپنی قوم کا سردار تھا ستر آدمیوں کو ہمراہ لے کر اس انعام کے حاصل کرنے کیلئے

آنحضرتؐ کی تلاش میں نکلا۔ ڈھونڈتے ڈھونڈتے یہ شخص آپ سے جا ملا جب یہ آنحضرتؐ کے سامنے ہو کر آپ سے ہم کلام ہوا اور اس نے آپ کی باتیں سنیں تو اس کے دل پر آپ کے اخلاق و محاسن اور گفتگو کا اس قدر گہرا اثر ہوا کہ ستر آدمیوں سمیت مسلمان ہو گیا!

اسلام لانے کے بعد بُریدہ نے اپنی پگڑی اُتار کر نیزہ پر باندھ لی جو سفید پھریرے کی طرح ہوا میں لہراتی تھی اور وہ پکار پکار کر کہتا تھا کہ "امن کا بادشاہ صلح کا حامی اور دُنیا کو عدل و انصاف سے بھرپور کر دینے والا تشریف لا رہا ہے"

قُبا میں نزول آٹھ روز کے سفر کے بعد آنحضرتؐ دوپہر کے وقت قُبا میں پہنچے۔ قُبا مدینہ سے دو میل کے فاصلہ پر ایک بیرونی آبادی ہے۔ یہاں انصار کے بہت سے خاندان آباد تھے۔ آنحضرتؐ کی تشریف آوری کی خبر مدینہ میں پہلے پہنچ چکی تھی لوگ ہر روز شہر سے باہر نکل کر صبح سے دوپہر تک آپکے انتظار میں کھڑے رہتے تھے۔ جب دھوپ تیز ہو جاتی تھی تو حسرت کے ساتھ واپس چلے جاتے تھے۔ جب آنحضرت قُبا کے قریب پہنچے تو لوگ اُسی وقت انتظار کرتے کرتے واپس گئے تھے۔ اتفاقاً ایک یہودی اپنے مکان کی چھت پر چڑھا ہوا تھا۔ اس نے دور سے آنحضرتؐ کے اس مختصر سے قافلہ کو آتے ہوئے دیکھا اور قرائن سے پہچان کر زور سے آواز دی کہ اے اہل عرب! لو تم جس کے انتظار میں تھے وہ آ گیا۔ آواز سنتے ہی لوگ بیتابانہ اپنے گھروں سے نکل پڑے اور جوشِ مسرت سے اللہ اکبر کے نعرے لگاتے ہوئے آنحضرتؐ کے گرداگرد جمع ہو گئے تمام شہر تکبیر کی آواز سے گونج اُٹھا آپ چند روز تک قُبا میں ٹھہرے۔ لوگ آپ کی زیارت کے لئے آتے تھے

اور آپ کے گرد جمع رہتے تھے؛

حضرت علیؓ کی آمد حضرت علیؓ آنحضرتؐ کے روانہ ہونے کے بعد تین دن تک مکہ میں رہ کر امانتیں لوگوں کے سپرد کرتے رہے۔ تین دن کے بعد وہ بھی مدینہ کی طرف پیدل روانہ ہو گئے۔ رات بھر چلتے رہتے تھے اور دن کے وقت کہیں چھپ کر پڑ رہتے تھے۔ ابھی آنحضرتؐ قُبا ہی میں ٹھہرے ہوئے تھے کہ حضرت علیؓ بھی آپ کی خدمت میں پہنچ گئے؛

قُباء میں مسجد کی تعمیر تعمیر کے لئے آنحضرت خود پتھر اٹھا کر لاتے تھے۔

انہیں چند دنوں کے اندر آنحضرتؐ نے قُبا میں ایک مسجد کی بنیاد رکھی اور یہ سب سے پہلی مسجد تھی جو اسلام میں بنائی گئی؛

مسجد کی تعمیر میں مزدوروں کے ساتھ آنحضرتؐ خود بھی کام کرتے تھے بھاری بھاری پتھروں کے اُٹھاتے وقت آپ کا جسم خم ہو جاتا تھا۔ جان نثار آگے بڑھ کر عرض کرتے تھے کہ ہمارے ماں باپ آپ پر فدا ہوں آپ اتنے بھاری پتھر کو چھوڑ دیں۔ ہم اُٹھا لیتے ہیں۔ آنحضرتؐ ان کی درخواست منظور فرما لیتے تھے مگر پھر اُسی وزن کا دوسرا پتھر اُٹھا لیتے تھے؛

اسلام میں پہلی نمازِ جمعہ چند روز قُبا میں ٹھہرنے کے بعد جمعہ کے دن آنحضرتؐ شہر کی طرف چلے۔ راہ میں بنی سالم کے محلہ میں نماز جمعہ کا وقت آگیا۔ آپ نے وہیں ایک میدان میں سو آدمیوں کے ساتھ نماز جمعہ ادا کی۔ نماز سے پہلے خطبہ دیا۔ یہ تاریخ اسلام میں سب سے پہلی نمازِ جمعہ تھی؛

شہر مدینہ میں داخلہ نماز جمعہ ادا کرنے کے بعد آنحضرتؐ اپنی اونٹنی پر سوار

ہو گئے۔ تمام انصار و مہاجرین ساتھ ساتھ چلے۔ گلی کوچے اللہ اکبر کے نعروں سے گونج رہے تھے۔ راہ میں جس جس قبیلہ کے محلہ سے گذر ہوتا تھا وہ آنحضرتؐ کو اپنے اپنے یہاں ٹھہرانے پر اصرار کرتا تھا۔ یہاں تک کہ بعض جان نثاروں نے اونٹنی کی مہار تھام لی۔ مگر آپ نے فرمایا کہ اونٹنی کو نہ روکو۔ اس کی مہار چھوڑ دو۔ جہاں خدا کو مجھے ٹھہرانا منظور ہوگا وہاں یہ اونٹنی خود بخود بیٹھ جائیگی۔

اونٹنی چلتے چلتے جب اس مقام پر پہنچی جہاں اب مسجد نبوی ہے تو خود بخود اس جگہ بیٹھ گئی۔ یہ ایک غیر آباد زمین تھی جس میں کھجور کے کچھ درخت تھے۔ آنحضرتؐ یہاں اتر پڑے اور فرمایا کہ ان شاء اللہ یہی ہمارے ٹھہرنے کی جگہ ہوگی۔

اس زمین کے قریب حضرت ابو ایوب انصاریؓ کا مکان تھا۔ آنحضرتؐ انہیں کے یہاں مہمان ہوئے۔

قیامِ مدینہ

مسجد نبوی کی تعمیر مدینہ میں قیام کے بعد آنحضرتؐ کا سب سے پہلا کام ایک خانۂ خدا کی تعمیر تھی۔ جس غیر آباد زمین پر آنحضرتؐ کی اونٹنی بیٹھی تھی وہ دو یتیم لڑکوں کی تھی۔ آپ نے اسی جگہ کو مسجد کے لئے پسند فرمایا اور اسے قیمتاً خریدنا چاہا لیکن ان یتیم لڑکوں نے قیمت لینے سے انکار کیا۔ آنحضرتؐ نے اس بات کو منظور نہ فرمایا اور حضرت ابو بکرؓ سے ان کو زمین کی قیمت دلا دی۔ پھر آنحضرتؐ کے حکم کے مطابق درخت کاٹ کر زمین ہموار کر دی گئی۔ اور

مسجد کی تعمیر کا کام شروع کر دیا گیا۔ مسجد کی تعمیر میں آنحضرتؐ دوسرے لوگوں کے ساتھ خود بھی کام کرتے تھے اور اینٹ اور پتھر اپنے ہاتھ سے اٹھا اٹھا کر لاتے تھے۔ صحابہ عرض کرتے تھے کہ حضورؐ اس قدر تکلیف نہ فرمائیں۔ ہم ہر ایک خدمت کے لئے بدل و جان حاضر ہیں مگر آپ کام میں لگے رہتے تھے؛

مسجد بالکل سادہ بنائی گئی۔ اس کی دیواریں کچی اینٹوں کی تھیں اور چھت کھجور کی لکڑی اور کھجور کے پتوں سے تیار کی گئی تھی؛

جب مسجد نبوی تعمیر ہو چکی تو آنحضرتؐ نے مسجد کے پاس ہی اپنے لئے حجرے بنوائے۔ جب حجرے تیار ہو گئے تو آپ حضرت ابوایوب انصاریؓ کے مکان سے اُٹھ کر انہیں میں آ گئے اور ازواج مُطہرات کو بھی یہیں بلوالیا

مُہاجرین و انصار میں بھائی چارہ انصار کا بے نظیر ایثار

مہاجرین مکہ سے بالکل بے سروسامان آئے تھے۔ اگرچہ ان میں مال دار بھی تھے۔ لیکن کافروں سے چھپ کر نکلے تھے اس لئے کچھ ساتھ نہ لا سکے انصارِ مدینہ ان مہاجرین کی ہر طرح امداد کرتے تھے۔ مگر جب آنحضرتؐ مدینہ میں تشریف لائے تو آپ نے مہاجرین اور انصار میں مواخات یعنی بھائی چارہ قائم کر دیا آپ نے مہاجرین میں سے ایک ایک شخص کو لے کر ایک ایک انصاری کا بھائی بنا دیا؛

انصار نے بھی مہاجرین کے ساتھ بالکل حقیقی بھائیوں کی طرح سلوک کیا اور اپنا مال و اسباب ان کے سپرد کر دیا۔ بعض انصار نے اپنی ملکیت کو دو حصوں میں تقسیم کر کے اپنے مہاجر بھائی سے کہا کہ آدھا آپ کا ہے اور آدھا ہمارا۔

بعضوں نے اپنے مہاجر بھائیوں کی یہاں تک دلداری کی کہ اگر دو بیویاں تھیں تو ایک کو طلاق دے کر اپنے مہاجر بھائی سے اس کا نکاح کر دیا۔ انصار کے اس ایثار کی نظیر دنیا کی تاریخ میں کہیں نہیں مل سکتی؛

مہاجرین نے بھی جس قدر ممکن ہو سکا اپنے انصار بھائیوں پر بہت کم بوجھ ڈالا۔ ان میں سے بعض نے دوکانداری اور تجارتی کاروبار شروع کر دیا اور بعض محنت مزدوری کر کے اپنی ضروریات پوری کرنے لگے؛

مدینہ کے یہود سے معاہدہ مدینہ میں یہودیوں کے مختلف قبیلے آباد تھے۔ یہ قبیلے بہت طاقتور تھے اور اپنے علیحدہ علیحدہ قلعوں میں رہا کرتے تھے۔ آنحضرتؐ نے مدینہ پہنچ کر ہجرت کے پہلے ہی سال مسلمانوں اور یہودیوں کے درمیان ایک معاہدہ مرتب کیا تاکہ مدینہ اور اس کے گرد و نواح کے لوگ امن سے زندگی بسر کریں اور ایک دوسرے کے مددگار اور معاون بن کر رہیں سب نے بخوشی اس عہد نامہ پر دستخط کئے۔ اس عہد نامہ کی شرطیں حسب ذیل تھیں؛

(۱) ہر ایک فریق کو مذہبی آزادی حاصل ہو گی۔ کوئی شخص کسی دوسرے کے دین و مذہب اور جان و مال سے تعرض نہیں کرے گا؛

(۲) یہود اور مسلمان باہم دوستانہ برتاؤ رکھیں گے؛

(۳) یہود یا مسلمانوں کو کسی سے لڑائی پیش آئے گی تو ایک فریق دوسرے کی مدد کرے گا؛

(۴) مدینہ پر جب کوئی حملہ کرے گا تو سب مل کر اس کی مدافعت کریں گے؛

(۵) مدینہ کے اندر کشت و خون کرنا حرام سمجھا جائے گا؛

(۶) مظلوم کی امداد سب پر فرض ہوگی؛
(۷) یہود قریشِ مکّہ کو مسلمانوں کے خلاف پناہ نہ دیں گے؛
(۸) جب کسی دشمن سے صلح ہوگی تو دونوں فریق صلح کریں گے؛
(۹) فریقین میں اگر کوئی جھگڑا پیدا ہو جائے تو آخری فیصلہ آنحضرتؐ کے ہاتھ میں رہے گا۔ آپ کے فیصلہ سے کسی کو انکار نہ ہوگا؛

اس معاہدہ کی تکمیل کے بعد آنحضرتؐ نے مدینہ کے گرد و نواح میں رہنے والے قبیلوں کو بھی اسی معاہدہ میں شامل کر لیا۔ تاکہ آئے دن کی بدامنی کا انسداد ہو جائے؛

یہود کے ایک زبردست عالم عبداللہ بن سلامؓ کا اسلام

انہی دنوں میں یہود کے ایک زبردست عالم عبداللہ بن سلامؓ نے ایک دفعہ آنحضرتؐ کو وعظ کرتے ہوئے سُنا۔ آپ لوگوں کو فرما رہے تھے کہ :-

"لوگو! اپنے بیگانے سب کو سلام کیا کرو۔ غریبوں اور مسکینوں کو کھانا کھلایا کرو۔ رشتہ داروں سے اچھا برتاؤ کیا کرو۔ رات کو جب لوگ خوابِ غفلت میں سو رہے ہوں تم خدا کی عبادت کیا کرو۔"

اِن دل نشین الفاظ نے عبداللہ بن سلامؓ کے دل پر اثر کیا اور انہوں نے آنحضرتؐ کے حالات پر غور کرنا شروع کیا۔ آخر ایک دن آنحضرتؐ کی خدمت میں آئے اور چند مشکل سوالات آپ سے دریافت کئے جوابات سُن کر ان کے دل کو اطمینان ہو گیا اور کہنے لگے کہ یا رسولؐ اللہ! میں آپکو خدا کا سچا نبی سمجھتا ہوں۔

اور آپ پر ایمان لے آیا ہوں۔ لیکن اپنے اسلام کا اظہار کرنے سے پہلے میں چاہتا ہوں کہ آپ اوّل میری قوم کے لوگوں کو بلا کر دریافت فرمائیں کہ میرے متعلق اُن کی کیا رائے ہے؛

آنحضرتؐ نے یہود کے بڑے بڑے سرداروں کو بلایا۔ عبداللہ بن سلامؓ پاس ہی چھپ گئے۔ آنحضرتؐ نے اِن سے پوچھا کہ عبداللہ بن سلامؓ تمہاری قوم میں کیسے آدمی ہیں؟

سب نے کہا کہ وہ بڑے عالم اور فاضل آدمی ہیں اور ہم سب سے اچھے ہیں یہود ابھی یہ کہہ ہی رہے تھے کہ عبداللہ بن سلامؓ پاس ہی سے کلمۂ طیب پڑھتے ہوئے سامنے آ گئے۔ جب یہود نے دیکھا کہ وہ مسلمان ہو گئے ہیں تو اُسی وقت کہنے لگے کہ یہ تو ایک جاہل اور ذلیل شخص ہے۔ ہماری قوم میں اس کی کچھ بھی قدر و منزلت نہیں؛

دشمنانِ اسلام کا مقابلہ

غزواتِ نبوی

ہجرت کے بعد قریش مکہ کی برافروختگی مدینہ پر حملہ کرنے کا ارادہ

جب نبی کریمؐ اور مسلمان اپنے وطن مکہ کو چھوڑ کر قریش سے تین سو میل دور مدینہ میں چلے آئے تو پھر بھی قریش کو چین نہ آیا۔ اسلام کے خلاف اِن کا جوش و تروش اب اور بھی بڑھ گیا قریش مکہ نے فیصلہ کیا کہ اسلام کو بالکل

مٹا دینا چاہیئے۔ کیونکہ اگر دین اسلام اس طرح عرب میں پھیلتا گیا تو قریش کے اثر و اقتدار کا بالکل خاتمہ ہو جائیگا۔ اس لئے ایک طرف تو قریش نے خود مدینہ پر حملہ کی تیاریاں شروع کیں اور دوسری طرف عرب کے تمام قبائل کو مسلمانوں کے خلاف بھڑکایا۔ چونکہ مکہ اور مدینہ کے درمیان قریباً تین سو میل کا فاصلہ تھا۔ اس لئے قریش نے راستہ کے تمام قبائل اور عرب کی دوسری قوموں کو بھی اپنا ہمدرد بنانا ضروری سمجھا۔

مدینہ میں تشریف لانے کے بعد آنحضرتؐ نے بہت کوشش کی کہ مدینہ اور اس کے گرد و نواح میں ہر طرح سے امن و امان قائم رہے۔ اور لوگ اطمینان اور سکون سے زندگی بسر کر سکیں۔ اسی غرض سے آپ نے مدینہ کے یہود سے امن و صلح کا معاہدہ کرنے کے بعد مدینہ کے اردگرد کے قبیلوں کو بھی اس معاہدہ میں شریک کر لیا تھا اور ان سب کے اس پر دستخط کرا لئے تھے۔ لیکن قریش مکہ کی شرارتوں سے مدینہ میں بھی مسلمانوں کے خلاف خفیہ سازشیں شروع ہو گئیں۔

مدینہ کا بُت پرست رئیس عبداللہ بن اُبَیّ۔

مدینہ میں عبداللہ بن اُبَیّ ایک بہت ہوشیار اور چالاک شخص تھا۔ تمام لوگ اس کو اپنا سردار سمجھتے تھے۔ آنحضرتؐ کی ہجرت سے پہلے مدینہ والے ارادہ کر رہے تھے کہ اس کو تمام مدینہ کا بادشاہ بنا لیں اور اس کے لئے ایک تاج بھی بنوا لیا گیا تھا لیکن آنحضرتؐ کے مدینہ میں تشریف لانے کے بعد مسلمان سب سے بڑی طاقت سمجھے جانے لگے اور عبداللہ بن اُبَیّ کی تمام امیدوں پر پانی پھر گیا۔

عبداللہ بن اُبَیّ اگرچہ آنحضرتؐ کو اپنا دشمن سمجھتا تھا۔ لیکن اس دشمنی کو

ہمیشہ دل میں چھپائے رکھتا تھا۔ چونکہ یہ بت پرست تھا اس لئے جو لوگ ابھی تک بُت پرستی پر قائم تھے وہ سب اس کے زیر اثر تھے۔

مسلمانوں کے خلاف قریشِ مکہ کی سازش عبداللہ بن اُبَیّ کے نام تہدید آمیز خط

قریش مکہ نے جب دیکھا کہ مسلمان مدینہ میں اطمینان اور امن سے زندگی بسر کر رہے ہیں اور اسلام دن بدن پھیلتا جا رہا ہے۔ تو انہوں نے سب سے پہلی شرارت اور سازش یہ کی کہ عبداللہ بن اُبَیّ کے پاس ایک تہدید آمیز خط بھیجا جس میں لکھا کہ:۔

"تم نے ہمارے آدمی کو ہماری مرضی کے خلاف اپنے ہاں پناہ دی ہے۔ اب تمہارے لئے ضروری ہے کہ یا تو تم اس کو قتل کر ڈالو یا مدینہ سے نکال دو۔ ورنہ ہم نے قسم کھالی ہے کہ پورے ساز و سامان کے ساتھ مدینہ پر حملہ کریں گے تمہارے نوجوانوں کو قتل کر دیں گے اور تمہاری عورتوں پر قبضہ کر لیں گے۔"

مشرکینِ مدینہ کی لڑائی پر آمادگی آنحضرتؐ کے سمجھانے سے امن قائم رہا

عبداللہ بن اُبَیّ نے تمام مشرکین مدینہ کو جمع کیا اور مکہ والوں کا خط سنا کر سب کو لڑائی پر آمادہ کر لیا۔ آنحضرتؐ کو بھی اس بات کی اطلاع مل گئی۔ آپ اُسی وقت عبداللہ بن اُبَیّ اور مشرکین کے پاس پہنچے اور انہیں سمجھایا کہ قریش نے تم کو دھوکا دینا چاہا ہے۔ تمہیں اپنے عہد و اقرار پر جو ہمارے ساتھ ہو چکا ہے قائم رہنا چاہیے۔ اگر تم ایسا نہ کرو گے تو تمہارا ہی نقصان بہت زیادہ ہو گا کیونکہ اگر تم مسلمانوں سے لڑو گے تو تم اپنے ہی ہاتھوں سے اپنے بیٹوں

بھائیوں اور رشتہ داروں کو جو اس وقت مسلمان ہو چکے ہیں قتل کرو گے؛
آنحضرتؐ کے سمجھانے سے مشرکین اس نکتہ کو سمجھ گئے۔ سب نے آنحضرتؐ کی تائید کی اور عبداللہ بن اُبَیّ قریش کے حکم کی تعمیل کرنے سے قاصر رہا۔

قریش مکہ کی دیگر سازشیں

اس کے بعد قریشِ مکہ نے اندر ہی اندر یہودیوں سے سازش کرنی شروع کر دی اور ان کو مسلمانوں کی مخالفت پر آمادہ کر لیا۔ یہود اگرچہ مسلمانوں کے ساتھ امن و صلح کا معاہدہ کر چکے تھے مگر خفیہ طور پر قریش کے ساتھ مل گئے؛
عبداللہ بن اُبَیّ کے ساتھ بھی قریش مکہ کی خط و کتابت جاری رہی قریش چونکہ خانۂ کعبہ کے مجاور تھے۔ اس لئے تمام عرب میں ان کا احترام تھا۔ مکہ اور مدینہ کے درمیان جو قبائل آباد تھے سب قریش کے زیر اثر تھے۔ اس لئے قریش نے ان تمام قبائل کو بھی مسلمانوں کا دشمن بنا دیا۔ یہ قبائل باہر سے آنے والے مسلمانوں کو آنحضرتؐ کے پاس پہنچنے نہیں دیتے تھے؛

مدینہ میں مسلمانوں کو خطرہ

قریشِ مکہ کی ان سازشوں اور ریشہ دوانیوں کی وجہ سے مدینہ کے مسلمان ہر وقت خطرہ میں رہتے تھے۔ تمام عرب مدینہ پر حملہ کرنے کے لئے تیار ہو گیا تھا۔ اس لئے مدت تک یہ حال رہا کہ آنحضرتؐ خود راتوں کو جاگ جاگ کر بسر کرتے تھے۔ ہر وقت یہ خوف رہتا تھا کہ رات کو مدینہ پر کسی طرف سے حملہ نہ ہو جائے۔ مہاجرین و انصار رات کو سوتے تھے تو ہتھیار باندھ کر سوتے تھے؛

اپنی حفاظت اور دشمن کے حملہ کی مدافعت کی تدابیر

جب قریش مکہ

نے مدینہ پر حملہ کر کے مسلمانوں کے استیصال کا فیصلہ کر لیا اور تمام قبائل میں مسلمانوں کی مخالفت کی آگ بھڑکا دی تو ضروری تھا کہ اسلام اور مسلمانوں کی حفاظت کے لئے ضروری تدابیر اختیار کی جائیں؛

چنانچہ آنحضرتؐ قریش کے حالات اور ان کے ارادوں سے واقف رہنے کے لئے وقتاً فوقتاً دس دس پندرہ پندرہ آدمیوں کی چھوٹی چھوٹی ٹکریاں مختلف مقامات پر بھیجنے لگے۔ یہ چھوٹے چھوٹے دستے خبر رسانی کے لئے جاتے تھے تاکہ اگر کوئی جماعت مدینہ پر حملہ کرنے کیلئے آئے تو پیش دستی کر کے مدافعت کا انتظام کیا جا سکے؛

اپنی حفاظت کی غرض سے یہ دستے مسلح ہو کر جایا کرتے تھے۔ ان دستوں کے بھیجنے سے کسی پر حملہ کرنا مقصود نہ ہوتا تھا۔ چونکہ یہ دستے صرف دس دس پندرہ پندرہ آدمیوں پر مشتمل ہوتے تھے۔ اس لئے ظاہر ہے کہ اتنے تھوڑے سے آدمی کسی سے لڑنے کے لئے نہیں بھیجے جا سکتے تھے؛

بعض دفعہ آنحضرتؐ خود بھی ایسی چھوٹی چھوٹی جماعتیں لے کر اطراف کے قبائل کے پاس جایا کرتے تھے اور ان سے امن وصلح کا معاہدہ کر کے واپس آجایا کرتے تھے؛

قریش مکہ کے قافلے تجارت کے لئے ہر سال ملک شام کی طرف جایا کرتے تھے اور یہی اِن کا ذریعہ معاش تھا۔ قریش تجارت کے لئے ہتھیاروں سے مسلح ہو کر نکلتے تھے اور کم از کم دو تین سو کی جمعیت ساتھ لے کر روانہ ہوتے تھے جب قریش مسلمانوں کی ان چھوٹی چھوٹی جماعتوں کو راستہ پر دیکھتے تھے تو ان کو

معلوم ہو جاتا تھا کہ مسلمان غافل نہیں۔ اور ان جماعتوں کے رعب سے دشمن خوف زدہ ہو جاتے تھے اور کسی قسم کی شرارت کی جرأت نہ کر سکتے تھے۔ ان جماعتوں کو کبھی کبھی کچھ مقابلہ بھی پیش آ جایا کرتا تھا؛

قریش کا مدینہ پر پہلا حملہ مسلمانوں کے مویشیوں کی لوٹ

کرز بن جابر مکّہ کا ایک رئیس تھا۔ اس نے مکّہ سے اپنے ہمراہ ایک جماعت کو لیا اور مدینہ پہنچ کر ایک چراگاہ پر حملہ کیا اور مسلمانوں کے بہت سے مویشی لوٹ کر لے گیا۔ مسلمانوں کو جب اس چھاپہ کا حال معلوم ہوا تو انہوں نے تعاقب کیا مگر وہ بچ کر نکل گیا؛

یہ مکّہ والوں کی طرف سے کھلی ہوئی دھمکی اور صاف جنگ کا اعلان تھا۔ انہوں نے مدینہ والوں کو یہ بتا دیا کہ ہم تین سو میل چل کر تمہارے گھروں سے تمہارے اموال لوٹ کر لا سکتے ہیں؛

حکم جہاد کی ضرورت

تیرہ سال تک آنحضرتؐ اور مسلمان مکّہ میں قریش کے وحشیانہ مظالم کا نشانہ بنے رہے۔ آخر جب کفار کے جور و ستم کا سلسلہ روز بروز بڑھتا گیا تو مجبوراً اپنا وطن چھوڑ کر تین سو میل دور مدینہ میں چلے آئے تا کہ آزادی سے خدا کا نام لے سکیں۔ لیکن قریش مکّہ نے انہیں یہاں بھی چین نہ لینے دیا۔ قریش کی سازشوں نے مدینہ میں بھی ان کے لئے بہت خطرہ پیدا کر دیا۔ تمام عرب مسلمانوں کا نام و نشان مٹانے کے درپے تھا۔ مدینہ پر ایک زبردست حملہ کی تیاریاں ہو رہی تھیں۔ جب کرز بن جابر تین سو میل چل کر مدینہ کی چراگاہ پر چھاپہ مار کر مسلمانوں کے مویشی لوٹ کر لے گیا تو مسلمانوں کا جان

وہاں اور بھی خطرہ میں پڑ گیا۔ ان حالات میں مسلمانوں کے لئے اپنی حفاظت اور دشمن کے حملوں کی مدافعت کا انتظام نہایت ضروری تھا؛

اسلام امن کی تعلیم دیتا ہے اب تک مسلمانوں کو خدائے تعالیٰ کی طرف سے جنگ کی اجازت نہ تھی۔ انہیں حکم تھا کہ دینِ حق کی خاطر ہر مصیبت اور تکلیف کو صبر سے برداشت کرتے رہیں۔ کیونکہ اسلام دُنیا کے لئے امن و صلح کا پیغام لے کر آیا تھا اور علم و اخلاق اور تہذیب و تمدن کی روشنی سے دلوں کو منور کرنا چاہتا تھا۔ اس لئے ایسے مذہب کے ماننے والے کیوں جنگ کرتے؛

یہی وجہ تھی کہ مسلمان تیرہ سال تک کفارِ مکہ کے ظلم و ستم نہایت صبر و استقامت سے برداشت کرتے رہے۔ نہایت خاموشی سے اپنے گھروں کو چھوڑ گئے اور مال و دولت سے دستبردار ہو گئے۔ مدینہ میں پہنچ کر بھی انہوں نے قیامِ امن کیلئے ہر ممکن کوشش کی؛

جہاد کی اجازت لیکن اب چودہ سال کے بے نظیر صبر و تحمل کے بعد ایسی صورت پیش آگئی کہ جنگ کے سوا چارہ نہ رہا۔ اگر مسلمان اب بھی ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھے رہتے تو اس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ قریشِ مکہ اور قبائلِ عرب ان کا بے دریغ قتلِ عام کر کے صفحۂ ہستی سے اسلام اور مسلمانوں کا نام و نشان مٹا دیتے۔ تمام مذاہب کی آزادی ملیا میٹ ہو جاتی۔ تہذیب و تمدن کا چراغ گل ہو جاتا اس وجہ سے خدائے علیم و خبیر نے مظلوم اور ستم رسیدہ مسلمانوں کی حالت پر رحم فرما کر انہیں حملہ آور دشمنوں کی مدافعت کی اجازت دیدی؛

آیت جہاد خدائے تعالےٰ نے اِن الفاظ میں مسلمانوں کو جنگ کی اجازت دی:

اُذِنَ لِلَّذِیْنَ یُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّھُمْ ظُلِمُوْا وَاِنَّ اللّٰہَ عَلٰی نَصْرِھِمْ لَقَدِیْرُ ۙ اَلَّذِیْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِھِمْ بِغَیْرِ حَقٍّ اِلَّآ اَنْ یَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰہِ النَّاسَ بَعْضَھُمْ بِبَعْضٍ لَّھُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِیَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ یُذْکَرُ فِیْھَا اسْمُ اللّٰہِ کَثِیْرًا

(سورہ حج رکوع ۶)

جن مسلمانوں سے کافر لڑائی کرتے ہیں، اب اُن کو بھی اُن کافروں سے لڑنے کی اجازت ہے اس وجہ سے کہ ان پر بہت ظلم کیا جا رہا ہے۔ اور خدا ان کی مدد پر بیشک قادر ہے۔ یہ وہ مظلوم لوگ ہیں جو بیچارے ناحق اپنے گھروں سے صرف اتنی بات کہنے پر نکال دیئے گئے کہ ہمارا رب اللہ ہے۔ اور اگر اللہ لوگوں کا ایک دوسرے کے ہاتھ سے زور نہ گھٹواتا رہتا تو عیسائیوں کے خلوت خانے اور گرجے اور یہودیوں کے عبادت خانے اور مسلمانوں کی مسجدیں جن میں کثرت سے خدا کا نام لیا جاتا ہے کبھی کے سب ڈھائے جا چکے ہوتے؛

آیتِ جہاد کی تصریحات اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ مسلمانوں کو مدافعانہ جنگ کی اجازت صرف اس لئے دی گئی تھی کہ:۔

(۱) حملہ آوروں کا ظلم حد سے بڑھ گیا تھا اور وہ مسلمانوں کو بالکل تباہ کرنے کے درپے ہو چکے تھے؛

(۲) کفار کا یہ ظلم محض اختلاف عقیدہ کی بنا پر تھا۔ صرف خدا کا نام لینے

پر انہیں ناحق جلا وطن کرکے اُن کے اموال پر قبضہ کرلیا گیا تھا۔ باوجودیکہ مسلمانوں نے کفار کو کبھی بھی کوئی اذیت یا تکلیف نہیں پہنچائی تھی؛

(۳) مسلمانوں نے ہمسایہ اقوام اور قبائل سے معاہدات کرکے ہر ایک کیلئے مذہبی آزادی کا اصول تسلیم کرا لیا تھا۔ اب اگر مسلمان ایسے معاہدات کی حفاظت میں ہر قسم کی جانی قربانی کے لئے تیار نہ ہوجاتے تو تمام مذاہب کی آزادی ملیامیٹ ہوجاتی اور لوگ بے دریغ ایک دوسرے کی عبادت گاہیں گرا دیتے اور زبردستی اپنا اپنا عقیدہ منواتے؛

غزواتِ نبوی کے دو اسباب چنانچہ آئندہ صفحات سے یہ امر بخوبی واضح ہوجائیگا کہ آنحضرتؐ اور مسلمانوں کو مجبور ہوکر جس قدر بھی جنگ کرنے پڑے وہ صرف دو ہی وجہ سے تھے:۔

(۱) دشمنوں نے مسلمانوں پر حملہ کیا تو مسلمانوں کو اُن کا مقابلہ کرنا پڑا؛

(۲) دشمنوں کے حملہ کی خبر سُن کر مسلمانوں کو مدافعت کے لئے پیش قدمی کرنی پڑی؛

پس آنحضرتؐ کو جس قدر بھی لڑائیاں کرنی پڑیں وہ سب کی سب دشمنوں کے حملوں کی مدافعت کے لئے تھیں۔ کسی ایک جنگ میں بھی یہ بات ہرگز نظر نہیں آئے گی کہ مسلمانوں نے ابتدا کی ہو؛

نبوت کے سارے زمانہ میں ایک شخص کو بھی اس لئے قتل نہیں کیا گیا کہ وہ بُت پرست یا پارسی یا یہودی یا عیسائی تھا۔ مسلمانوں نے محض اختلافِ مذہب یا اختلافِ عقیدہ کی بنا پر کبھی کسی کو اذیت نہیں پہنچائی؛

قرآن مجید میں خدائے تعالیٰ نے اس بات کو صاف الفاظ میں واضح کر دیا تھا کہ دین و مذہب کے معاملہ میں کسی پر زبردستی کرنی درست نہیں؛
چنانچہ صاف ارشاد ہے کہ:۔

لَا اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ (سورہ بقرہ۔ رکوع ۳۴) | مذہب کے بارے میں کسی شخص پر جبر کرنا جائز نہیں؛

آنحضرتؐ نے تمام جنگوں میں کسی ایک شخص کو بھی زبردستی اسلام قبول کرنے پر مجبور نہیں کیا۔ بلکہ آپ نے ہمیشہ غلبہ حاصل کرنے کے بعد مخالفین کو مذہبی آزادی عطا فرمائی۔ آپ کا مقصود صرف قیام امن تھا۔ آپ کی ہمیشہ یہی کوشش رہی کہ ملک میں امن قائم رہے اور کوئی شخص بھی کسی دوسرے پر محض اختلافِ عقیدہ کی بنا پر کسی قسم کا ظلم و ستم نہ کرنے پائے؛

مگر کفار کو یہ باتیں پسند نہ تھیں۔ صرف خدا کا نام لینے پر انہوں نے برسوں تک مسلمانوں کو ہولناک ظلم و ستم کا نشانہ بنائے رکھا۔ اُن کو ناحق جلاوطن کر کے اُن کی جائدادوں پر قبضہ کر لیا۔ آنحضرتؐ اور مسلمانوں نے صرف قیام امن کے خیال سے مدتوں تک کفار کے دردناک مصائب کو برداشت کیا۔ ان کے گونا گوں عذاب سہے اور بالآخر وطن کو بھی چھوڑ دیا۔ مگر کفار نے ان مظالم پر بھی اکتفا نہ کیا اور آخر تمام عرب کو مسلمانوں کی مخالفت پر برانگیختہ کر کے باربار مسلمانوں پر حملے کئے تاکہ ان کو بالکل تباہ کر دیا جائے۔ ان حالات میں مسلمانوں کے لئے اپنی حفاظت کا سامان کرنا اور دشمن کے حملوں کی مدافعت کرنا نہایت ضروری تھا؛

غزوۂ بدر

قریش کی مدینہ پر حملہ کی تیاری رمضان ۲ھ

قریشِ مکہ نے آنحضرتؐ کی ہجرت کے وقت سے ہی مدینہ پر حملہ کی تیاریاں شروع کر دی تھیں۔ قریش کی چھوٹی چھوٹی جماعتیں عام طور پر مدینہ کی طرف گشت لگاتی رہتی تھیں۔ یہاں تک کہ یہ لوگ مدینہ کی چراگاہوں پر حملہ کر کے مسلمانوں کے مویشی بھی لوٹ کر لے گئے تھے؛

اسی اثنا میں قریش کا قافلہ حسبِ معمول تجارت کے لئے شام کے ملک میں گیا۔ اس سال یہ قافلہ بہت زیادہ مالِ تجارت لے کر گیا تھا۔ مکہ کے تمام باشندوں نے اس دفعہ اپنا سب سرمایہ تجارت میں لگا دیا تھا۔ کیونکہ مکہ والے اس سفرِ تجارت میں بہت سا نفع کما کر مسلمانوں کے خلاف جنگ کے لئے روپیہ اور سامان بہم پہنچانا چاہتے تھے؛

ابوسفیان اس قافلہ کا امیر تھا۔ ابھی وہ شام ہی میں تھا کہ کسی نے یہ خبر وہاں مشہور کر دی کہ مسلمان اس قافلہ پر حملہ کرنے کا ارادہ کر رہے ہیں۔ ابوسفیان نے وہیں سے مکہ کی طرف ایک قاصد دوڑایا کہ قریشِ مکہ کو اس خطرہ سے آگاہ کر کے اُن سے کہے کہ جلدی مدد کے لئے پہنچیں؛

ابوجہل پہلے سے ہی مدینہ پر حملہ کرنے کے فکر میں تھا۔ اس نے ابوسفیان کا پیغام پاتے ہی مکہ میں مشہور کر دیا کہ مسلمان ہمارے قافلہ کو لوٹنا چاہتے ہیں۔ ابوجہل چاہتا تھا کہ اس خبر سے ان سب لوگوں میں جوش و خروش پھیل جائے

جن کا روپیہ تجارت میں لگا ہوا تھا یا جن کے رشتہ دار قافلہ میں تھے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ قریش نے بڑے غیظ و غضب سے لڑائی کی تیاری کر دی۔

مدینہ کی طرف کفار کے ایک جرّار لشکر کی روانگی

ابوجہل ایک ہزار جرّار فوج لے کر مدینہ کی طرف روانہ ہوا۔ روسائے قریش سب شریک تھے۔ سواری کے لئے سات سو اونٹ اور تین سو گھوڑے ہمراہ تھے۔ دیگر ہر قسم کا ساز و سامان بھی موجود تھا۔

اتنے میں ابوسفیان کا قافلہ بحفاظت مکّہ میں پہنچ گیا۔ ابوسفیان نے ابوجہل کو کہلا بھیجا کہ قافلہ مکّہ پہنچ گیا ہے۔ اس لئے اب اُن کا واپس چلے آنا بہتر ہے لیکن ابوجہل نہ مانا۔ اُسے صرف قافلہ کی حفاظت منظور نہ تھی بلکہ وہ تو مدینہ پر حملہ کر کے مسلمانوں کا نام و نشان مٹانا چاہتا تھا۔ ابوجہل فوج کو لئے ہوئے برابر مدینہ کی طرف بڑھتا گیا۔ لشکر نے بدر کے مقام میں پہنچ کر خیمے ڈال دیئے۔ بدر ایک گاؤں کا نام ہے جو مدینہ سے قریباً اسّی میل کے فاصلہ پر ہے یہاں ہر سال میلہ لگتا تھا۔

آنحضرتؐ کا صحابہ سے مشورہ

اِدھر آنحضرتؐ کو بھی مدینہ میں خبر پہنچ گئی کہ قریش ایک جرّار لشکر لے کر مدینہ پر حملہ کرنے کے لئے آ رہے ہیں۔ آپ نے صحابہ کو مشورہ کے لئے جمع کیا اور تمام حالات بیان کئے۔ مہاجرین اور انصار نے ہر قسم کی جانی و مالی قربانی کے لئے نہایت جوش کے ساتھ آمادگی ظاہر کی۔ اس موقع پر انصار نے کہا کہ خدا کی قسم اگر آپ ہم کو حکم دیں تو ہم آگ اور سمندر میں بھی کود پڑنے کے لئے تیار ہیں۔

آنحضرتؐ کا قریش کے حملہ کی مدافعت کے لئے مدینہ سے نکلنا

آنحضرتؐ نے صحابہ سے مشورہ کرنے کے بعد یہ مناسب سمجھا کہ اِن حملہ آوروں کو مدینہ سے دور ہی روکنا بہتر ہے۔ تاکہ شہر میں کسی قسم کی بدامنی پھیلنے کا اندیشہ نہ رہے!

○ چنانچہ آنحضرتؐ اپنے ساتھ تین سَو تیرہ (۳۱۳) مسلمانوں کو لے کر مدینہ سے نکلے اسلامی لشکر بالکل بے سروسامان تھا اور تعداد میں بھی بہت کم تھا لشکر کے ہمراہ صرف دو گھوڑے اور ستر اونٹ تھے۔ ایک ایک اونٹ پر تین تین چار چار آدمی سوار تھے۔ آنحضرتؐ کے ساتھ بھی اونٹ پر دو تین شخص اور سوار تھے بعض صحابہ پیدل ہی تھے۔ معمولی ہتھیار بھی سب کے پاس پورے نہ تھے!

جب اسلامی لشکر بدر کے قریب پہنچا تو معلوم ہوا کہ کفار کا لشکر جوان سے تین گنا زیادہ ہے پورے سازوسامان کے ساتھ وہاں خیمہ زن ہے۔ چنانچہ مسلمان وہیں ٹھہر گئے!

میدانِ جنگ

سترہ رمضان سنہ ۲ ھ کو لڑائی کا میدان گرم ہوا۔ دونوں طرف سے صف آرائی شروع ہوئی۔ آنحضرتؐ نے صفوں کو برابر کیا۔ پھر بارگاہِ الٰہی میں ہاتھ اُٹھا کر نہایت تضرع وزاری سے دعا کی اور پھر سجدہ میں گر گئے اور عرض کیا کہ "خدایا! اگر یہ چند نفوس آج مٹ گئے تو پھر دنیا میں تیری عبادت کرنے والا کوئی نہ رہے گا"

قریش کی فوجیں اب بالکل قریب آگئیں مگر پھر بھی آنحضرتؐ نے صحابہ کو حکم دیا کہ تم جنگ میں ابتدا نہ کرنا!

آخر رسمِ عرب کے مطابق کفار کے لشکر سے تین بہادر میدان میں نکلے۔ اور

جنگ کے لئے للکار کر انھوں نے اسلامی لشکر سے اپنے مقابلہ پر لڑنے کے لئے تین شخص طلب کئے۔ چنانچہ تین صحابی میدان میں نکلے مقابلہ شروع ہوا۔ کفار کے تینوں جوان مسلمانوں کے ہاتھ سے مارے گئے۔ اس کے بعد کفار کی صفیں حملہ آور ہوئیں اور خوب لڑائی ہونے لگی؛

مسلمانوں کی فتح نصرتِ الٰہی سے مکہ والوں کو شکست ہوئی اور وہ میدان سے بھاگ نکلے۔ اُن کے ستر بہادر مارے گئے اور قریباً ستر آدمی گرفتار ہوئے قریش کے بڑے بڑے نامور بہادر اور سردار سب ایک ایک کر کے مارے گئے۔ ابو جہل بھی اسی جگہ مارا گیا۔ اور قریش مکہ کی اصلی طاقت ٹوٹ گئی؛

مسلمانوں میں سے صرف چودہ شخصوں نے شہادت پائی۔ جن میں چھ مہاجر اور آٹھ انصار تھے؛

معرکۂ جنگ سے فارغ ہو کر آنحضرتؐ نے مسلمان شہداء کو دفن کیا۔ مشرکین کی لاشوں کی تعداد چونکہ زیادہ تھی اس لئے سب کو ایک گڑھے میں ڈلوا کر اُوپر سے مٹی ڈلوا دی گئی؛

پھر آنحضرتؐ مدینہ کی طرف روانہ ہو گئے؛

بدر کے قیدیوں سے آنحضرتؐ کا سلوک بدر کے قیدی جب مدینہ میں آنحضرتؐ کے سامنے لائے گئے تو آپ نے دو دو چار چار کر کے صحابہ کو تقسیم کر دیئے تاکہ جب تک ان کے بارے میں تصفیہ نہ ہو ان کو اپنے پاس آرام سے رکھیں۔ آنحضرتؐ نے صحابہ کو ان قیدیوں کے ساتھ نیک سلوک کرنے کی خاص طور پر تاکید فرمائی؛

جس

چنانچہ ان سب قیدیوں کو مہمانوں کی طرح رکھا گیا۔ صحابہ اپنے اہل وعیال سے بڑھ کر ان کے آرام و آسائش کا انتظام کرتے تھے اور اپنے گھر والوں سے پہلے ان کے آرام کی فکر کیا کرتے تھے۔ بعض بعض مفلس صحابہ کا ان قیدیوں کے ساتھ یہ برتاؤ تھا کہ ان کو عمدہ کھانا کھلاتے تھے اور خود صرف کھجوریں کھا کر بسر کر لیتے تھے!

مشرکین کے علم بردار ابو عزیز کا بیان ہے کہ میں انصار کی ایک جماعت کے زیر حراست تھا۔ جب کھانے کا وقت ہوتا تو یہ لوگ روٹی تو مجھے کھلا دیتے تھے اور خود صرف کھجوروں پر گذارہ کر لیتے تھے۔ میں شرما کر روٹی ان کے سامنے رکھ دیتا تھا لیکن وہ مجھ ہی کو واپس دیدیتے تھے!

ان قیدیوں کے پاس کپڑے نہ تھے۔ آنحضرتؐ نے سب کو کپڑے دلوائے۔

قیدیوں کی رہائی جو لوگ بدر سے قید ہو کر آئے تھے ان سے بڑھ کر مسلمانوں کا کوئی دشمن نہ تھا۔ یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے آنحضرتؐ اور مسلمانوں پر دردناک مظالم کئے تھے۔ نبی کریمؐ کو تین سال تک ایک پہاڑی درہ میں محصور کر کے آب و دانہ تک بند کر دیا تھا۔ مسلمانوں کو ایذا دینے کی خاطر حبش تک سفر کئے تھے۔ آنحضرتؐ اور مسلمانوں کو جلاوطن کر کے ان کی جائدادوں پر قبضہ کر لیا تھا۔ اور اب مدینہ پر حملہ کر کے مسلمانوں کو تباہ کرنے کے ارادہ سے آئے تھے!

یہ سب باتیں اسی امر کی مقتضی تھیں کہ ان سب قیدیوں کو قتل کر دیا جاتا۔ دشمن پر رعب قائم کرنے کی غرض سے بھی یہ لوگ ایسی ہی سخت سزا کے مستحق تھے۔ علاوہ ازیں اس زمانہ کا قانون جنگ بھی یہی چاہتا تھا کہ دشمن کے قیدیوں کو

ں کر دیا جائے۔ لیکن رحمتِ عالم کا دل انسانی ہمدردی اور لطف و کرم سے
پر تھا۔ آپ چاہتے تھے کہ اسلام دُنیا کے لئے جنگ کا بھی ایک ایسا اعلیٰ نمونہ
پیش کر دے جو سچی انسانی ہمدردی اور عفو و رحم کے اعلےٰ جذبات سے معمور ہو؛
اس لئے آنحضرت نے اِن حملہ آور دشمنوں پر غلبہ اور قابو پا لینے کے بعد بھی
الطاف فرمایا۔ آپ نے قیدیوں سے تاوان لے کر سب کو چھوڑ دیا۔ جو قیدی
ناداری کی وجہ سے زرِ معاوضہ ادا نہیں کر سکتے تھے ان کو بلا معاوضہ ہی رہا کر دیا
قیدیوں میں سے جو لکھنا جانتے تھے۔ اِن کا زرِ فدیہ صرف یہ مقرر ہوا کہ وہ انصار
کے دس دس بچوں کو لکھنا سکھلا دیں اور آزاد ہو جائیں؛

جنگ کے قیدیوں کے متعلق نبی کریم کا طریق عمل

نبی کریم کا طریقِ عمل قیدیوں کے متعلق صرف دو ہی طرح پر تھا۔

(۱) قیدیوں سے کچھ معاوضہ لے کر انہیں چھوڑ دینا؛

(۲) بغیر کسی معاوضہ اور جرمانہ کے چھوڑ دینا؛

معرکۂ بدر کے نتائج

بدر کا معرکہ درحقیقت شوکتِ اسلام کا سنگِ بنیاد
اور مسلمانوں کی ترقی کا پہلا قدم تھا۔ قریش کے تمام بڑے بڑے سردار جو تلوار
کے زور سے اسلام کو نیست و نابود کرنے کے درپے تھے، فنا ہو گئے۔ اور قریش
مکہ کی قوت اور طاقت بالکل کم ہو گئی۔ مسلمانوں کے دل مضبوط ہو گئے اور کافروں
پر ان کی ہیبت چھا گئی؛

بدر کے بعد آنحضرت کے قتل پر ایک دشمن کی ماموری اور اس کا اسلام

مکہ میں جب بدر کی شکست کی خبر
پہنچی تو گھر گھر ماتم کدہ بن گیا مگر

غیرت کی وجہ سے قریش نے اعلان کر دیا کہ کوئی شخص بلند آواز سے نہ روئے؛

عمیر بن وہب اسلام کا ایک سخت دشمن تھا۔ اس کا بیٹا ابھی تک مسلمانوں کے ہاتھ میں قید تھا۔ وہ اور صفوان بن امیہ جس کا باپ جنگ بدر میں مارا گیا تھا' ایک دن مکہ کے باہر ایک سنسان جگہ میں بیٹھے ہوئے مقتولینِ بدر کا ماتم کر رہے تھے۔ صفوان نے کہا کہ "خدا کی قسم اب زندہ رہنے کا کچھ مزہ نہیں" عمیر نے کہا کہ "بالکل درست بات ہے۔ لیکن اگر مجھ پر قرض نہ ہوتا اور مجھے بچوں کے بیکس رہ جانے کا ڈر نہ ہوتا تو میں خود مدینہ جا کر محمد (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ) کو قتل کر آتا" (نعوذ باللہ)

صفوان نے کہا کہ "تم قرض کا اور بچوں کا فکر نہ کرو۔ ان کا میں ذمہ دار بنتا ہوں" نعوذ باللہ

عمیر اُسی وقت گھر آیا۔ زہر میں تلوار بجھائی۔ اور آنحضرت صلعم کے قتل کے ارادہ سے مدینہ کی طرف روانہ ہوا؛

جب وہ مدینہ پہنچا تو حضرت عمرؓ نے اُسے دیکھ لیا۔ حضرت عمرؓ نے اُسکی تلوار کا قبضہ ہاتھ میں لے لیا اور اس کو گردن سے پکڑ کر آنحضرت صلعم کی خدمت میں لے آئے؛

آنحضرت صلعم نے دیکھتے ہی حضرت عمرؓ کو فرمایا کہ اسے چھوڑ دو۔ پھر آپ نے عمیر کو پاس بلایا اور پُوچھا کہ کس ارادہ سے آئے ہو؟ عمیر نے کہا کہ بیٹے کو رہا کرانے آیا ہوں؛

آنحضرت صلعم نے پُوچھا کہ پھر یہ تلوار کیسی ہے؟ کہنے لگا کہ آخر تلواریں بدر

میں کس کام آئیں۔ ہماری تلواروں نے آپ کا پہلے ہی کیا کر لیا ہے"۔

آنحضرتؐ نے فرمایا کہ کیا تم نے اور صفوان نے مکّہ کے باہر بیٹھ کر مجھے قتل کرنے کی سازش نہیں کی؟ لیکن عمیر! تم نے یہ نہ سمجھا کہ میرا محافظ اور نگہبان خدا ہے"۔

یہ سُن کر عمیر بے اختیار ہو کر بولا کہ میں مسلمان ہوتا ہوں اور اقرار کرتا ہوں کہ آپ خدا کے سچّے رسول ہیں۔ بخدا اس بات کی خبر میرے اور صفوان کے سوا کسی کو نہ تھی۔ خدا کا شکر ہے کہ اس نے میرے مسلمان ہونے کا یہ بہانہ بنا دیا"۔

عمیر مسلمان ہو کر مکّہ میں آیا۔ قریش جو آنحضرتؐ کے قتل کی خبر سننے کے منتظر تھے عمیر کو مسلمان دیکھ کر بہت رنجیدہ خاطر ہوئے۔ صفوان نے قسم کھالی کہ زندگی بھر عمیر سے بات نہ کروں گا"۔

عمیر جو ایک زمانہ میں مسلمانوں کے خون کا پیاسا تھا۔ وہ اب مکّہ میں اسلام کا عَلَم بردار بن گیا اور بڑی سرگرمی سے اسلام کی اشاعت کرنے لگا۔ اس کی سعی اور کوشش سے بیشمار لوگ حلقۂ اسلام میں داخل ہوئے"۔

غزوۂ سویق

بدر کی شکست کے بعد قریش کے بچہ بچہ کے دل میں انتقام کی آگ شعلہ زن تھی۔ سردارانِ مکّہ کے مقتول ہو جانے کے بعد ابوسفیان اب قریش کا سب سے بڑا رئیس سمجھا جاتا تھا۔ اس نے قسم کھائی کہ جب تک مسلمانوں سے مقتولین بدر کا بدلہ نہ لے لونگا اس وقت تک نہ غسل کروں گا اور نہ سر میں تیل ڈالوں گا"۔

چنانچہ جنگ بدر کے دو مہینے بعد ابوسفیان دو سو اونٹ سوار لے کر جنگ کے ارادہ سے مدینہ کی طرف بڑھا۔ جب مدینہ کے قریب آیا تو لشکر کو باہر چھوڑ کر خود رات کے وقت چھپ کر ایک یہودی سردار سلام بن مشکم کے پاس پہنچا۔ باوجود اس کے کہ سلام آنحضرتؐ کے ساتھ عہد کر چکا تھا لیکن اس نے ابوسفیان کو اپنے ہاں مہمان رکھا۔ اس کی خوب خاطر و تواضع کی اور مسلمانوں کے بہت سے مخفی راز بتلائے؛

صبح کو ابوسفیان نے اپنے ہمراہیوں کے ساتھ مقام عریض پر حملہ کیا جو مدینہ سے تین میل کے فاصلہ پر ہے۔ مسلمانوں کے کھجوروں کے باغ میں آگ لگا دی ایک انصاری اور اس کے حلیف کو قتل کیا۔ ان باتوں سے اس کے خیال میں قسم پوری ہو گئی؛

آنحضرتؐ کو جب خبر ہوئی تو آپ نے اُس کا تعاقب کیا۔ لیکن وہ بھاگ نکلا۔ ابوسفیان زادِ راہ کے لئے مکہ سے ستّو کے تھیلے ساتھ لایا تھا۔ جب وہ واپس بھاگا تو اپنے اونٹوں کا بوجھ ہلکا کرنے کے لئے ستّو کے تھیلے راستہ میں پھینکتا گیا جو مسلمانوں کے ہاتھ آئے۔ سَوِیق عربی زبان میں ستّو کو کہتے ہیں۔ اِسی وجہ سے اِس واقعہ کا نام غزوۂ سویق مشہور ہوا؛

آنحضرتؐ نے مقام کدر تک ابوسفیان کا تعاقب کیا اور پھر مدینہ میں واپس تشریف لے آئے؛

غزوۂ اُحُد

اگلے سال یعنی ۳ھ میں قریش کی پھر مدینہ پر حملہ کی تیاری

قریش کے دل میں مقتولینِ بدر کے انتقام کا جوش ابھی تک موجزن تھا۔ جنگِ بدر کے زمانہ میں قریش کے اُس تجارتی قافلہ کو جو ابوسفیان کی نگرانی میں شام سے واپس آیا تھا۔ جس قدر نفع حاصل ہوا تھا وہ بھی سب کا سب ابھی تک محفوظ تھا اور تقسیم نہ ہوا تھا؛

قریش کے چند سردار ابوسفیان کے پاس گئے اور اُس سے کہا کہ محمد (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ) نے ہماری قوم کا خاتمہ کر دیا ہے۔ ہمیں ضرور انتقام لینا چاہئے۔ مالِ تجارت کا جو نفع اب تک جمع ہے وہ اس کام میں خرچ کر دینا چاہئے۔ ابوسفیان رضا مند ہوگیا اور اُس نے جنگ کی تیاری شروع کر دی؛

قریش اب سمجھتے تھے کہ مسلمانوں کا مقابلہ کرنے کے لئے اِس وقت پہلے سے بہت زیادہ لشکر اور سامان کی ضرورت ہے۔ اس لئے انہوں نے ملکِ عرب کے دوسرے قبیلوں کے پاس اپنے مشہور شاعروں کو بھیجا جنہوں نے اپنی آتش بیانی سے ان میں بہت جوش پھیلایا اور اُن کو قریش کی مدد پر آمادہ کر لیا؛

جب لشکر تیار ہوا تو بڑے بڑے معزز گھرانوں کی عورتیں بھی ساتھ ہوگئیں تاکہ لڑائی کے وقت مردوں کو غیرت اور جوش دلائیں۔ جس لڑائی میں عورتیں شامل ہوا کرتی تھیں۔ عرب جانوں پر کھیل جایا کرتے تھے؛

عرب کے بڑے بڑے شاعر بھی فوج میں شامل ہوئے تاکہ اپنے اپنے اشعار سُنا کر

اپنے بہادروں کے دل میں لڑائی کا جوش پیدا کریں!

قریش کے جرّار لشکر کی روانگی

الغرض قریش کا ایک جرّار لشکر جو تین[1] ہزار جنگجو بہادروں پر مشتمل تھا ابوسفیان کی سپہ سالاری میں مکہ سے روانہ ہوا۔ اور مدینہ کے قریب پہنچ کر اُحُد پہاڑ کی وادی میں ایک چشمہ کے قریب جا اُترا

آنحضرتؐ کی مدافعت کے لئے تیاری

جب آنحضرتؐ کو کفار کے اس لشکر کے پہنچ جانے کی خبر ملی تو آپ نے صحابہ کو جمع کر کے مشورہ کیا۔ عبداللہ بن اُبَیّ جو بدر کے معرکہ کے بعد بظاہر مسلمان ہو گیا تھا لیکن درحقیقت منافق تھا وہ بھی مشورہ میں شامل تھا!

اس دفعہ آنحضرتؐ کی رائے تھی کہ مدینہ ہی میں رہ کر کفار کے حملہ کی مدافعت کرنی چاہئے۔ مگر صحابہ میں سے اکثر نے کہا کہ ہم کو مدینہ سے باہر نکل کر دشمن کا مقابلہ کرنا چاہئے۔ چنانچہ آنحضرتؐ جمعہ کے دن نمازِ جمعہ پڑھ کر ایک ہزار صحابہ کو ساتھ لے کر مدینہ سے نکلے۔ ابھی کوئی ڈیڑھ یا دو میل چلے ہوں گے کہ ان ایک ہزار آدمیوں میں سے عبداللہ بن اُبَیّ جو منافقوں کا سردار تھا اپنے تین سو آدمیوں کو لے کر مدینہ کی طرف واپس چلا آیا۔ ان تین سو منافقوں کے جُدا ہو جانے کے بعد مسلمان صرف سات سو کی تعداد میں باقی رہ گئے۔ آنحضرتؐ نے ان سات سو میں سے چھوٹی عمر کے لڑکوں کو بھی واپس کر دیا!

---

[1] تاریخ کی بعض کتابوں میں اس لشکر کی تعداد پانچ ہزار بھی لکھی ہے!

مسلمان لڑکوں کا شوقِ جان نثاری

لیکن اِن کم سن لڑکوں کے شوقِ جان نثاری کا یہ عالم تھا کہ جب ایک نوجوان رافع سے کہا گیا کہ تم عمر میں چھوٹے ہو۔ واپس چلے جاؤ۔ تو وہ انگوٹھوں کے بل خوب تن کر کھڑے ہو گئے کہ قد اونچا نظر آئے۔ اُن کی یہ تدبیر کارگر ہو گئی اور ان کو لے لیا گیا۔

سمرہ ایک اور نوجوان رافع کے ہم عمر تھے۔ جب ان سے کہا گیا کہ تم واپس جاؤ تو انہوں نے کہا کہ میں تو رافع سے بھی زیادہ طاقتور ہوں اور ان کو گرا لیتا ہوں۔ میں کیوں نہ جاؤں۔ دونوں کا مقابلہ کرایا گیا۔ سمرہ نے رافع کو پچھاڑ لیا۔ اِس لئے ان کو بھی اجازت مل گئی؛

فریقین کی صف بندی

آنحضرتؐ نے اُحُد پہاڑ کو پشت پر رکھ کر صف بندی شروع کی پیچھے کی طرف سے پہاڑ کے درہ سے دشمن کے حملہ کا خوف تھا۔ اس لئے آپ نے وہاں پچاس تیر اندازوں کا ایک دستہ عبداللہ بن جبیر کی ماتحتی میں متعین کر دیا اور حکم دیا کہ گو لڑائی فتح ہو جائے لیکن تم لوگ بلا حکم ہرگز وہاں سے نہ ہٹنا

دوسری طرف قریش بھی اپنی صفوں کو آراستہ کر چکے تھے۔ پیچھے پیچھے عورتیں دف پر اشعار پڑھ رہی تھیں اور اپنے بہادروں کو جوش دلا رہی تھیں؛

جنگ کا آغاز

کفار کے کچھ نوجوانوں نے بڑھ کر مسلمانوں کو للکارا اور جنگ شروع ہو گئی۔ حضرت حمزہؓ۔ حضرت علیؓ اور حضرت ابو دجانہ نے بینظیر بہادری کے جوہر دکھلائے۔ جس طرف بڑھتے تھے دشمن کی صفوں کو درہم برہم کرتے جاتے تھے۔

وحشی جو ایک حبشی غلام تھا اُس نے جب حضرت حمزہؓ کو بڑھتے ہوئے دیکھا تو ایک پتھر کی آڑ میں چھپ کر بیٹھ گیا۔ اور موقع پاکر دور سے اپنا چھوٹا سا نیزہ پھینک مارا جس سے حضرت حمزہؓ شہید ہوگئے۔

قریش کے بارہ عَلَم بردار یکے بعد دیگرے مسلمانوں کے ہاتھ سے قتل ہوئے قریش مسلمانوں کے مقابلہ کی تاب نہ لاسکے۔ کفار کے تین ہزار بہادروں کے پاؤں اکھڑ گئے اور وہ شکست کھاکر بھاگے۔ عورتیں جو دف بجاکر اشعار گارہی تھیں اور اپنے مردوں کے دلوں کو اُبھار رہی تھیں وہ بھی اپنا تمام ساز و سامان چھوڑ کر بدحواسی کے عالم میں پیچھے کی طرف بھاگیں؛

مسلمان تیراندازوں کا اپنی جگہ سے ہٹ جانا

اب میدان مُسلمانوں کے ہاتھ میں تھا مسلمانوں نے لوٹ شروع کردی۔ یہ دیکھ کر اکثر تیرانداز جو درہ پر مقرر کئے گئے تھے وہ بھی غنیمت کی طرف جھک پڑے۔ ان کے سردار عبداللہ بن جبیرؓ نے ان کو جانے سے بہت روکا اور کہا کہ جب تک آنحضرتؐ کا حکم نہ ہو ہم کو اپنی جگہ نہ چھوڑنی چاہیئے، مگر فتح کا کامل یقین ہوجانے کی وجہ سے وہ لوگ نہ رُکے؛

کفار کا درہ کی طرف سے حملہ

خالد بن ولید جو اُس وقت لشکرِ قریش کے ایک دستہ کے افسر تھے فوراً اس موقع کو تاڑ گئے۔ انہوں نے درہ کو خالی دیکھ کر سواروں کے ایک دستہ کو ساتھ لیا اور چکر کاٹ کر پیچھے سے یک لخت مسلمانوں پر حملہ کردیا۔ عبداللہ بن جبیرؓ اور ان کے چند ساتھی خوب جم کر لڑے مگر سب کے سب شہید ہوگئے؛

اب خالد نے بڑھ کر ان مسلمانوں پر حملہ کر دیا جو اطمینان سے غنیمت سمیٹنے میں مصروف تھے۔ اس اچانک حملہ سے مسلمانوں میں نہایت ابتری پھیل گئی اور وہ بدحواسی میں ایک دوسرے پر وار کرنے لگے۔ دوست دشمن کی تمیز نہ رہی۔ مسلمانوں کی یہ حالت دیکھ کر کفار جو بھاگے جا رہے تھے وہ بھی واپس لوٹے اور مسلمانوں پر حملہ آور ہو گئے۔ مسلمان اب ہر طرف سے کفار کے نرغے میں آگئے اور ان پر چاروں طرف سے تلواریں برسنے لگیں۔

آنحضرتؐ کے قتل کی غلط خبر اُڑنا

اس پریشانی کے عالم میں آنحضرتؐ کے ساتھ صرف بارہ صحابی رہ گئے۔ حضرت مُصعبؓ بن عمیر علَم لئے ہوئے آپ کے پاس کھڑے تھے۔ کفار کے ایک شہسوار نے حملہ کر کے اُن کو شہید کر دیا۔ حضرت مصعبؓ چونکہ آنحضرتؐ کے ہم شکل تھے اس لئے غُل مچ گیا کہ آنحضرتؐ شہید ہو گئے۔ اس خبر کے اُڑتے ہی مسلمانوں میں اضطراب بڑھ گیا اور بعض نے تو بالکل ہمت ہار دی۔ مگر کئی جان نثار برابر لڑتے رہے۔

اتنے میں ایک صحابی کعب بن مالکؓ نے آنحضرتؐ کو دیکھ لیا۔ بلند آواز سے چلائے کہ:-

"مسلمانو! خوش ہو جاؤ۔ رسولؐ اللہ یہ زندہ اور سلامت موجود ہیں۔"

اس آواز کو سنتے ہی سب صحابہ اُسی طرف ٹوٹ پڑے۔ کفار نے اب سب طرف سے ہٹ کر اُسی رُخ پر زور دیدیا اور وہ مقام جہاں آنحضرتؐ موجود تھے لڑائی کا مرکز بن گیا۔

آنحضرتؐ کا زخمی ہونا

اس پریشانی کے عالم میں ایک کافر نے بڑھ کر آنحضرتؐ

پر وار کیا۔ جس سے آپ کا چہرہ زخمی ہو گیا۔ اتنے میں قریش کا ایک اور بہادر آنحضرتؐ کے قریب آگیا اور اس نے آپ کے چہرہ پر تلوار ماری جس سے خود کے دو حلقے آپ کے چہرہ میں گھس گئے۔ حضرت ابو عبیدہؓ بن جراح نے ان حلقوں کو اپنے دانتوں سے کھینچ کر نکالا جس سے ان کے دو دانت ٹوٹ گئے۔ آنحضرتؐ کے چہرہ سے خون ٹپکنے لگا؛

اسی اثنا میں کسی کافر نے دور سے ایک پتھر مارا جس سے آنحضرتؐ کا ہونٹ زخمی ہو گیا اور نیچے کا ایک دانت شہید ہو گیا۔ اسی حالت میں آپ کا پاؤں ایک گڑھے میں جا پڑا اور آپ گر گئے۔ حضرت علیؓ نے آپ کا ہاتھ پکڑا اور حضرت ابو بکرؓ اور طلحہؓ نے آپ کو اُٹھا کر باہر نکالا؛

حضرتِ ابو دجانہؓ کی شجاعت

اب کفار ہر طرف سے آنحضرتؐ پر وار کرنے لگے۔ یہ دیکھ کر چند جان نثاروں نے آپ کے گرد ایک حلقہ بنا لیا۔ حضرت ابو دجانہؓ نے آپ کی طرف منہ کرکے اپنی پشت کو سپر بنا لیا تاکہ آنحضرتؐ کی طرف جو تیر آئے وہ ان کے جسم پر لگے۔ ابو دجانہؓ نے اپنا منہ کفار کی طرف اس لئے نہیں کیا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ تیر آتے ہوئے دیکھ کر وہ کچھ جھجک جائیں اور اپنے جسم کو بچانے لگیں جس سے تیر نکل کر آنحضرتؐ تک پہنچ جائے چنانچہ ان کی پشت تیروں سے چھلنی ہو گئی مگر وُہ اُسی طرح کھڑے رہے؛

حضرت طلحہؓ کی بہادری

حضرت طلحہؓ دشمن کی تلواروں کو اپنے ہاتھ پر روکتے تھے یہاں تک کہ زخموں کی وجہ سے اُن کا ہاتھ ہمیشہ کے لئے شل ہو گیا؛

صحابہ کی جان نثاری

صحابہ نے ایسے وقت میں بے نظیر شجاعت اور جان نثاری کا ثبوت دیا۔ آنحضرتؐ کی حفاظت میں جانیں فدا کر دیں اور بڑی جانبازی کے ساتھ کفار کے حملوں کی مدافعت کی؛

جب کفار کے حملوں میں کچھ سستی پیدا ہوئی تو آنحضرتؐ جان نثاروں کی ایک جماعت کے ساتھ پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ گئے۔ ابوسفیان بھی فوج لے کر پہاڑ پر چڑھا۔ لیکن حضرت عمرؓ اور چند صحابہ نے پتھر برسائے اور اُن کو نیچے دھکیل دیا؛

اب جو مسلمان منتشر ہو گئے تھے وہ ہر طرف سے آنحضرتؐ کے گرد جمع ہونے لگے اور مسلمانوں کی جمعیت بڑھنے لگی جس کی وجہ سے کفار کو جرأت نہ ہوئی کہ پھر مسلمانوں پر حملہ آور ہوں؛

ابوسفیان سامنے کی پہاڑی پر چڑھ گیا اور پکار کر کہنے لگا کہ "آج کا دن بدر کے دن کا جواب ہے۔ اب ہمارا اور تمہارا مقابلہ آئندہ سال پھر بدر میں ہوگا"

آنحضرتؐ نے صحابہ کو حکم دیا کہ کہدو کہ ہم کو منظور ہے؛

اس کے بعد ابوسفیان کافروں کو لے کر وہاں سے چل دیا۔ آنحضرتؐ نے حضرت علیؓ کو بھیجا کہ کفار کے ارادوں کا پتہ لیں تاکہ اگر وہ پھر حملہ آور ہونا چاہیں تو ان کے مقابلہ کے لئے تیاری کی جائے۔ حضرت علیؓ نے کچھ دیر کے بعد آکر اطلاع دی کہ کفار اونٹوں پر سوار ہو کر مکہ کی طرف روانہ ہو گئے ہیں؛

جب اس طرف سے اطمینان ہو گیا تو آنحضرتؐ پہاڑ سے اُترے اور شہدا کی لاشوں کو دفن کرانے میں مشغول ہوئے۔ تمام شہدا خون میں لتھڑے ہوئے بلا غسل ایک ایک قبر میں دو دو دفن کئے گئے؛

اس کام سے فارغ ہوکر آنحضرتؐ مدینہ کی طرف چلے؛
اس لڑائی میں ستر مسلمان شہید ہوئے جن میں چار مہاجر اور باقی انصار تھے۔

حضرت حمزہؓ کی لاش کے ساتھ ہند کی بے ادبی

اس لڑائی میں قریش کی عورتوں نے انتقام کے جوش میں مسلمانوں کی لاشوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ ان کے ناک کان کاٹ لئے اور ہار بنا کر گلے میں ڈالے؛
ابوسفیان کی بیوی ہند موقع پاکر حضرت حمزہؓ کی لاش کے پاس گئی انکے ناک کان کاٹ ڈالے۔ آنکھیں نکال لیں۔ پیٹ چاک کرکے کلیجہ نکالا اور دانتوں سے چبا گئی مگر نگل نہ سکی اس لئے اُگل دینا پڑا؛

خاتونانِ اسلام کی اس جنگ میں خدمات

اس جنگ میں جب آنحضرتؐ کے شہید ہوجانے کی غلط خبر مدینہ میں پہنچی تو بہت سی عورتیں نہایت بیتابی کے ساتھ میدانِ جنگ کی طرف دوڑیں۔ حضرت فاطمہؓ زہرا بھی پہنچ گئیں۔ دیکھا کہ ابھی تک حضورؐ کے چہرہ سے خون جاری ہے۔ حضرت علیؓ ڈھال میں پانی بھر کر لائے اور حضرت فاطمہؓ نے زخموں کو دھویا لیکن خون تھمتا نہ تھا۔ اس لئے چٹائی کا ٹکڑا جلا کر اس کی راکھ زخموں میں بھر دی جس سے خون بند ہوگیا؛
حضرت عائشہؓ بڑی مستعدی سے مشکیزہ میں پانی بھر بھر کر لاتی تھیں اور زخمیوں کو پلاتی تھیں۔ جب مشکیزہ خالی ہوجاتا تو پھر جاکر بھر لاتی تھیں؛
حضرت انسؓ کی ماں اُمِّ سلیم بھی مشک بھر بھر کر زخمیوں کو پلاتی تھیں؛

اُمِّ عمارہؓ کی بہادری

عین اُس وقت جب کہ کافروں نے آنحضرتؐ پر

ہر طرف سے حملہ کر دیا تھا اور آپ کے پاس صرف چند جان نثار رہ گئے تھے تو اُمِّ عمارہؓ بھی ایک تلوار لے کر آنحضرتؐ کے پاس پہنچیں۔ جب کفار آپ کی طرف بڑھتے تھے تو تلوار سے روکتی تھیں۔ اِسی اثنا میں کفار کا ایک بہادر صفوں کو چیرتا ہوا آنحضرتؐ کے پاس جا پہنچا اور آپ پر حملہ آور ہوا۔ اُمِّ عمارہؓ نے بڑھ کر اُسے روکا اور اُس پر پے در پے کئی وار کئے۔ لیکن اُس نے اُمِّ عمارہؓ کو زور سے تلوار ماری جس سے اُن کے کندھے پر سخت زخم آیا جو پورے ایک سال میں اچھا ہوا۔

حضرت صفیہؓ کا استقلال

حضرت صفیہؓ جو حضرت حمزہؓ کی حقیقی بہن تھیں بھائی کی لاش کو دیکھنے کے لئے مدینہ سے آئیں۔ کافروں نے حضرت حمزہؓ کے اعضا کاٹ کر ان کی لاش کو بے حرمت کیا تھا۔ آنحضرتؐ نے حضرت صفیہؓ کے بیٹے زبیر کو فرمایا کہ اُن کو لاش کے پاس جانے سے روک دو۔ زبیر نے اُن کو منع کیا تو بولیں کہ مجھ کو معلوم ہو چکا ہے کہ میرے بھائی کی لاش بگاڑی گئی ہے۔ لیکن خدا کی راہ میں یہ کوئی بڑی قربانی نہیں۔ میں رونے نہیں آئی ہوں۔ دیکھوں گی صبر کروں گی۔ اور دعائے مغفرت مانگ کر چلی آؤں گی۔

آنحضرتؐ نے یہ سُن کر اجازت دیدی۔ لاش پر گئیں۔ عزیز بھائی کی حالت اور اُن کے جگر کے ٹکڑے زمین پر پڑے ہوئے دیکھ کر دل بے قرار ہو گیا لیکن اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ کہہ کر چُپ ہو رہیں اور دعائے مغفرت کر کے چلی آئیں۔

ایک انصاریہ کی فدویت

انصار کے قبیلہ کی ایک خاتون کے باپ بھائی اور شوہر تینوں اس لڑائی میں مارے گئے۔ وہ آنحضرتؐ کی شہادت کی افواہ

سُن کر میدان جنگ کی طرف چلیں۔ راستہ میں انہیں ایک صحابی ملے صحابی نے باری باری ان تینوں جانکاہ حادثوں کی خبر اس خاتون کو سنائی۔ لیکن وہ ہر بار یہی پوچھتی تھیں کہ رسول اللہ کیسے ہیں؟ صحابی نے کہا کہ بخیر ہیں۔ تب وہ آنحضرتؐ کے پاس پہنچیں۔ جب آپ کا چہرہ دیکھا تو بے اختیار ہو کر بولیں کہ:۔

"جب آپ سلامت ہیں، تو پھر سب مصیبتیں ہیچ ہیں"

میں بھی اور باپ بھی، شوہر بھی، برادر بھی فدا
اے شہِ دیں تیرے ہوتے ہوئے کیا چیز ہیں ہم

رسولؐ اللہ کی تلوار عورت کے خون سے آلودہ نہ ہونے دی

جب لڑائی شروع ہوئی تو آنحضرتؐ نے اپنے ہاتھ میں تلوار لے کر فرمایا کہ "کون اِس کا حق ادا کرتا ہے" کئی صحابہ نے ہاتھ بڑھائے۔ لیکن آنحضرتؐ نے حضرت ابو دجانہؓ کو تلوار عطا فرمائی۔ یہ عرب کے بڑے مشہور پہلوانوں میں سے تھے۔ حضرت ابو دجانہؓ تلوار کو لے کر اکڑتے اور اتراتے ہوئے دشمن کی طرف بڑھے۔ آنحضرتؐ نے یہ دیکھ کر فرمایا کہ یہ چال خدا کو بہت ناپسند ہے۔ لیکن صرف میدان جنگ میں پسند ہے۔

حضرت ابو دجانہؓ بڑی بہادری سے لڑے۔ کفار کی صفوں کو چیرتے ہوئے اور دشمنوں کی لاشوں پر لاشیں گراتے ہوئے بڑھتے چلے گئے۔ یہاں تک کہ ابوسفیان کی بیوی ہند سامنے آگئی۔ حضرت ابو دجانہؓ نے اُس کے سر پر تلوار رکھی لیکن یہ دیکھتے ہی کہ عورت ہے فوراً اپنا ہاتھ روک لیا کہ رسولؐ اللہ کی تلوار عورت کے خون سے آلودہ نہ ہو۔

ابن نضر کا جوش جاں نثاری اس لڑائی میں آنحضرتؐ کی شہادت کی افواہ سے مسلمانوں میں اضطراب پھیل گیا۔ یہاں تک کہ بعضوں نے تو بالکل ہمت ہار دی۔ لیکن کئی جان نثار برابر لڑتے جا رہے تھے اور سرورِ عالمؐ کو ڈھونڈتے تھے۔ حضرت انسؓ کے چچا ابن نضر بھی خوب ڈٹ کر کفار کا مقابلہ کر رہے تھے یہ لڑتے لڑتے موقع سے ذرا آگے نکل گئے۔ دیکھا کہ چند مسلمان ہتھیار پھینک کر غمزدہ اور مایوس بیٹھے ہیں۔ پوچھا کہ یہاں کیا کرتے ہو؟ بولے کہ اب لڑنے سے کیا ہو گا۔ رسولؐ اللہ تو شہید ہو گئے ہیں؛

یہ سُن کر ابن نضر نے بڑے جوش سے کہا کہ "اب آپ کے بعد ہم زندہ رہ کر کیا کریں گے" یہ کہتے ہی کفار کی فوج میں گھس گئے۔ اور لڑ کر شہادت پائی؛

لڑائی کے بعد جب ان کی لاش دیکھی گئی تو جسم میں اسّی سے زیادہ تیر تلوار اور نیزہ کے زخم تھے اور سب کے سب سامنے تھے۔ پیٹھ پر ایک بھی زخم نہ تھا۔ اتنے زخم کھانے کے بعد شہید ہوئے؛

زیاد بن سکن کی فدا کاری جب کفار ہر طرف سے ہجوم کر کے آنحضرتؐ پر وار کرنے لگے تو آپ نے فرمایا کہ "کون مجھ پر جان دیتا ہے؟" زیادؓ پانچ انصار کو لے کر آنحضرتؐ کی حفاظت کے لئے آگے بڑھے۔ اور سب نے بڑی جان بازی اور بہادری سے لڑ کر حضورؐ پر جانیں فدا کر دیں؛

زیادؓ کو یہ شرف حاصل ہوا کہ آنحضرتؐ نے حکم دیا کہ اُن کی لاش آپکے پاس لائی جائے۔ صحابہ اُٹھا کر لائے۔ ابھی کچھ کچھ جان باقی تھی۔ زیادؓ نے آنحضرتؐ کے قدموں پر منہ رکھ دیا اور اسی حالت میں جان دی؛

جان توڑتے وقت سعد بن ربیعؓ کا مسلمانوں کی طرف پیغام

اسی جنگ میں سعد بن ربیعؓ بھی شہید ہوئے۔ لڑائی کے ختم ہو جانے کے بعد آنحضرتؐ نے اِن کی تلاش میں آدمی بھیجے۔ ایک صحابی نے دیکھا کہ وہ زخمیوں میں پڑے سانس توڑ رہے ہیں۔ پوچھا کہ کیا حال ہے؟ سعد نے کہا کہ اب تم مجھ کو مردہ ہی سمجھو۔ لیکن رسولؐ اللہ کی خدمت میں میرا اسلام عرض کر دینا اور مسلمانوں کو میری طرف سے کہہ دینا کہ "جب تک تم میں ایک شخص بھی زندہ باقی ہے اس وقت تک اگر دشمن حضورؐ تک پہنچ گیا تو یاد رکھنا کہ خدا کے سامنے تم کوئی عذر پیش نہ کر سکو گے۔"

دشمنوں کے لئے آنحضرتؐ کا دعائے خیر کرنا

اس لڑائی میں جب دشمنوں نے آنحضرتؐ کو زخمی کیا اور آپ پر سخت بے دردی سے تیر برسائے تو بعض صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسولؐ اللہ آپ اِن مشرکین کے حق میں بد دعا کیوں نہیں فرماتے؟

یہ سن کر آپ نے فرمایا کہ "میں بد دعا کرنے کے لئے نبی نہیں بنایا گیا مجھے تو خدا کی طرف محبت اور نرمی کے ساتھ بلانے والا اور تمام لوگوں کے لئے سراپا رحمت بنا کر بھیجا گیا ہے۔"

اِس کے بعد آپ نے فرمایا۔

"اے خدا! میری قوم کو ہدایت فرما کیونکہ وہ مجھے جانتے نہیں۔"

قریش کا تعاقب

میدانِ جنگ سے واپس جانے کے بعد مدینہ میں پہنچ کر بھی آنحضرتؐ کے دل میں یہ خیال رہا کہ کہیں قریش مکہ راستہ سے ہی پلٹ کر

دوبارہ حملہ نہ کر دیں۔ اِس لئے آپ دوسرے ہی دن پھر انہیں لوگوں میں سے جو جنگ اُحد میں شریک ہوئے تھے ایک جماعت کو لے کر مدینہ سے نکلے اور آٹھ میل کے فاصلہ پر جا کر مقام حمراء الاسد میں قیام کیا۔ تین دن تک آپ اِسی جگہ مقیم رہے۔ آپ کی غرض یہ تھی کہ کفار یہ نہ سمجھیں کہ اس جنگ کی پریشانی کے بعد مسلمانوں میں مقابلہ کی طاقت نہیں رہی؛

ابوسفیان کی دوبارہ حملہ کرنے کی نیّت

آنحضرتؐ کا یہ اندیشہ بالکل صحیح نکلا۔ ابوسفیان اُحد سے روانہ ہو کر جب مقام روحا میں پہنچا تو اُس کو اور اُس کے ساتھیوں کو خیال آیا کہ اس لڑائی میں ہم کو مسلمانوں کے مقابلہ میں کوئی فتح نہیں ہوئی۔ اگر مکّہ میں جا کر ہم کہیں گے کہ ہم کو فتح ہوئی ہے تو لوگ پوچھیں گے کہ تمہارے ساتھ مسلمان قیدی اور غنیمت کا مال کہاں ہے؟ ہمارے ساتھ تو ان میں سے کوئی چیز بھی نہیں. علاوہ ازیں ہمارے کئی مشہور بہادر سردار مارے گئے ہیں۔ ہم کو کون فتح مند خیال کرے گا؟

ان سب باتوں کو سوچ کر ابوسفیان اور دوسرے سرداروں کی رائے ہوئی کہ یہاں سے پھر واپس جا کر مدینہ پر حملہ کرنا چاہیئے اور مسلمانوں کا بالکل استیصال کر کے مکہ کو واپس جانا چاہیئے؛

یہ لوگ واپسی پر آمادہ ہو رہے تھے کہ اتنے میں قبیلہ خزاعہ کا رئیس معبد مقام روحا میں پہنچا اور اُس نے ابوسفیان کو خبر سُنائی کہ آنحضرتؐ صحابہ کو ساتھ لے کر تمہارے تعاقب میں مدینہ سے روانہ ہو چکے ہیں اور مجھے ان کا لشکر مقام حمراء الاسد میں ملا تھا اور وہ بہت جلد تمہارے قریب پہنچنے والے ہیں؛

اس خبر کے سنتے ہی کفار کا لشکر بدحواس ہو کر وہاں سے سیدھا مکہ کی طرف روانہ ہو گیا اور مکہ پہنچ کر اس کے دم میں دم آیا۔

آنحضرتؐ کو جب اس بات کا یقین ہو گیا کہ کفار مکہ کی طرف بھاگے چلے جا رہے ہیں تو آپ واپس مدینہ میں تشریف لے آئے۔

جنگِ اُحد میں مسلمانوں کی پریشانی کی وجہ

جنگِ اُحد میں صرف اُن تیر اندازوں کی غلطی کی وجہ سے مسلمانوں کو صدمہ اٹھانا پڑا جن کو آنحضرتؐ نے پہاڑ کے درہ پر مقرر کیا تھا۔ اگر یہ تیر انداز آنحضرتؐ کے حکم کی تعمیل میں کوتاہی نہ کرتے اور حسبِ حکم کفار پر نمایاں فتح حاصل ہو جانے کے بعد بھی درہ پر بدستور ڈٹ کر کھڑے رہتے تو پھر کسی قسم کی پریشانی کا سامنا نہ ہوتا۔

بہر حال ہر قسم کی پریشانی اور اضطراب کے باوجود اس جنگ میں مسلمانوں نے کفار کے اچانک حملہ کا بڑی جانبازی سے مقابلہ کیا اور آنحضرتؐ کی حفاظت میں جانیں لڑا دیں۔ آخر دم تک مسلمانوں نے میدان نہیں چھوڑا۔ بلکہ کفار جب لڑتے لڑتے تھک گئے تو خود ہی جنگ کو آئندہ سال پر ملتوی کر کے میدان سے اوّل مکہ کی طرف چل نکلے۔ ان کے چلے جانے کے بعد مسلمانوں نے شہدا کو دفن کیا اور پھر میدانِ جنگ سے مدینہ کی طرف واپس ہوئے۔

لڑائی کے بعد دوسرے ہی دن جب مسلمانوں نے حمراء الاسد تک کفار کا تعاقب کیا تو مسلمانوں کے آنے کی خبر سُن کر کفار ہی مقام روحا سے بدحواسی کے عالم میں مکہ کی طرف دوڑے اور مکہ پہنچ کر ہی دم لیا۔

واقعۂ رجیع

قریشِ مکہ کی سازش سے دس صحابہ کی شہادت

قریش کی سازش ماہ صفر ۴ھ میں قریش مکہ نے سازش کر کے قبیلۂ عضل اور قارہ کے سات آدمیوں کو آنحضرتؐ کے پاس بھیجا۔ ان لوگوں نے مدینہ میں پہنچ کر آنحضرتؐ سے کہا کہ ہمارے قبیلہ کے لوگوں نے اسلام قبول کر لیا ہے آپ چند مسلمانوں کو ہمارے ہاں بھیج دیں کہ وہ ہم کو اسلام سکھائیں۔ آنحضرتؐ نے دس صحابہ کو ان کے ساتھ کر دیا۔

کفار کی بدعہدی جب یہ لوگ سفر کرتے ہوئے مقام رجیع میں پہنچے تو کفار کے دو سو مسلح آدمیوں نے ان صحابہ کو آ کر گھیر لیا۔ کفار کی اس غداری کو دیکھ کر صحابہ فوراً پاس ہی ایک پہاڑی پر چڑھ گئے اور مجبوراً تلواریں لے کر مدافعت کے لئے تیار ہو گئے۔ آٹھ صحابی مقابلہ کرتے ہوئے شہید ہو گئے۔ دو صحابی جن کے نام خُبیبؓ اور زیدؓ تھے زندہ گرفتار کر لئے گئے۔ کافروں نے ان کی مشکیں کس لیں اور مکہ میں لا کر قریش کے پاس فروخت کر دیا۔

مسلمان کا کام غداری کرنا نہیں قریش نے انہیں حارث بن عامر کے گھر چند روز بھوکا پیاسا قید رکھا۔ ایک روز حارث کا چھوٹا سا بچہ چھری لئے ہوئے کھیلتا ہوا حضرت خبیبؓ کے پاس پہنچ گیا۔ انہوں نے بچہ کو اپنے زانو پر بٹھا لیا اور چھری بچے کے ہاتھ سے لیکر زمین پر رکھ دی۔ بچے کی

ماں نے جب دیکھا کہ بچہ چھری لے کر اس قیدی کے پاس پہنچ گیا ہے۔ جسے انہوں نے کئی دن سے بھوکا پیاسا رکھا ہوا تھا تو کانپ اُٹھی اور بے اختیار چیخ مار کر رونے لگی۔ یہ دیکھ کر حضرت خبیبؓ نے کہا کہ کیا تو یہ سمجھتی ہے کہ میں بچے کو قتل کر دوں گا؟ مطمئن رہو۔ میں تمہارے بچہ کو ہرگز قتل نہیں کروں گا۔ مسلمان کا کام دھوکا اور غدّاری نہیں۔

حضرت زیدؓ کی شہادت چند روز تک بھوکا پیاسا رکھنے کے بعد کفار حضرت زیدؓ کو قتل کرنے کے لئے حرم کے حدود سے باہر لے گئے۔ قریش کے بڑے بڑے سردار اور مکہ کے تمام لوگ تماشا دیکھنے کے لئے جمع ہوئے۔ جب قاتل نے تلوار ہاتھ میں لی تو ابوسفیان نے آگے بڑھ کر کہا کہ "زید! اگر آج یہاں تمہاری جگہ محمد (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ) قتل کئے جاتے اور تم اپنے گھر میں آرام سے رہتے تو کیا تم خوش نہ ہوتے"؟

حضرت زیدؓ نے نہایت سختی سے جواب دیا کہ "خدا کی قسم۔ مجھے یہ بھی گوارا نہیں کہ میں اپنے گھر میں بیٹھا رہوں اور حضورؐ کے پاؤں میں ایک کانٹا بھی چبھے"۔

ابوسفیان نے کہا کہ کسی شخص کو میں نے ایسا نہیں دیکھا کہ اسکے ساتھی اسکو اس قدر عزیز رکھتے ہوں کہ جس قدر محمد (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ) کے اصحاب ان کو عزیز رکھتے ہیں۔

اس کے بعد حضرت زیدؓ کو شہید کر دیا گیا۔

حضرت خُبیبؓ کی دردناک شہادت حضرت زیدؓ کے بعد حضرت خُبیبؓ

قتل گاہ میں لائے گئے۔ کفار نے انہیں سولی کے نیچے لے جا کر کھڑا کر دیا اور کہا کہ "اگر تم اسلام کو چھوڑ دو تو ہم تمہیں معاف کر دیتے ہیں۔" انہوں نے جواب دیا کہ "اگر اسلام نہ رہا تو پھر جان کو لکھ کر کیا کریں گے۔"

سولی کے نیچے نماز کی ادائیگی اب کفار نے کہا کہ اگر کوئی خواہش ہو تو بیان کرو۔ حضرت خبیبؓ نے دو رکعت نماز پڑھنے کی اجازت چاہی۔ کفار نے اجازت دیدی۔ انھوں نے دو رکعت نماز ادا کی۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد انہوں نے کفار سے کہا کہ "میں نماز میں زیادہ وقت صرف کرتا مگر میں نے اِس خیال سے جلدی کی ہے کہ تم یہ نہ کہو کہ موت سے ڈر گیا ہے۔"

اسلام کی محبت اس کے بعد حضرت خبیبؓ نے تماشائیوں کے ہجوم میں صلیب کے نیچے کھڑے ہو کر بڑے اطمینان کے ساتھ فی البدیہ چند اشعار کہے جن کا ہر ایک لفظ اسلام کی سچی محبت اور جان نثاری و اخلاص کے پاکیزہ جذبات سے لبریز ہے۔ اشعار کا مطلب یہ ہے کہ:-

"دشمنوں نے مجھے قتل گاہ میں سولی کے نیچے لا کر کھڑا کر دیا ہے اور لوگ گروہ در گروہ تماشا دیکھنے کے لئے میرے ارد گرد جمع ہیں۔ کفار نے کہدیا ہے کہ کفر اختیار کرنے سے مجھے آزادی مل سکتی ہے۔ مگر اس سے تو موت میرے لئے بہت آسان ہے۔ میں دشمن کے سامنے نہ عاجزی کروں گا اور نہ چلاؤں گا۔ میں جانتا ہوں کہ میں خُدا کی طرف جا رہا ہوں۔ مجھے موت کا کچھ بھی ڈر نہیں۔ میں تو دوزخ کی لپٹ جانے والی آگ سے ڈرتا ہوں

بخدا جب مَیں اسلام پر جان دے رہا ہوں تو مجھے اس کی کچھ
پرواہ نہیں کہ خدا کی راہ میں کس پہلو پر گرتا ہوں اور کس طرح جان
دیتا ہوں۔ اگر خدا چاہے تو میرے گوشت کے ایک ایک ٹکڑے
میں برکت عطا فرما سکتا ہے۔"

آخر میں حضرت خُبیب نے دعا کی کہ" اے خدا! ہم نے تیرے رسول کے احکام ان لوگوں تک پہنچا دیئے ہیں۔ اب تو اپنے رسول کو ہمارے حال کی خبر پہنچا دے۔"

اللہ اللہ! ان بزرگوں کو اسلام کے ساتھ کس قدر محبت اور الفت تھی اور ان کے دلوں میں جان نثاری اور فدا کاری کے جذبات کس قدر موجزن تھے کہ دین کی راہ میں ہر بڑی سے بڑی تکلیف اور مصیبت کو ایسی استقامت اور مسرت کے ساتھ برداشت کرنے کے لئے تیار رہتے؛

رسول اللہ کی محبت اب کافروں نے حضرت خبیبؓ کو سُولی پر لٹکا دیا اور ہر طرف سے نیزے مار مار کر اُن کے جسم کو چھلنی چھلنی کر دیا۔ ایک ظالم نے ان کے جگر میں زور سے نیزہ مارا اور پوچھا کہ" بتاؤ۔ کیا اب تم یہ پسند کرتے ہو کہ محمد (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم) یہاں پھنس جائیں اور تم چھوٹ جاؤ۔"

حضرت خُبیبؓ جن کا جسم اب نیزوں سے چھلنی ہو چکا تھا نہایت جوش سے بولے کہ" خدا خوب جانتا ہے کہ مَیں تو یہ بھی پسند نہیں کرتا کہ میری جان بچ جانے کے لئے رسولؐ اللہ کے پاؤں میں کانٹا بھی لگے۔"

...ؓ نے جس بہادری سے جان دی اس کی نظیر دنیا کی تاریخ
... ہے؛

کفار کی ایک اور سازش

ستّر جلیل القدر صحابہ کی دردناک شہادت

صفر ۴؁ھ میں ابو براء عامر آنحضرتؐ کے پاس آیا اور درخواست کی کہ چند مسلمانوں کو میرے ساتھ کر دیں تاکہ وہ نجد میں چل کر میری قوم کو اسلام کی دعوت دیں۔ ابو براء کا بھتیجا نجد کا حاکم تھا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ مجھے ڈر ہے کہ نجد والے مسلمانوں کو مار نہ ڈالیں۔ ابو براء نے کہا کہ میں ان کی حفاظت کا ذمہ لیتا ہوں۔ چنانچہ آنحضرتؐ نے ستر اصحاب کو اس کے ساتھ کر دیا۔ یہ سب کے سب قُرّاء و فضلاء تھے!

ان لوگوں نے مقام بئر معونہ میں پہنچ کر قیام کیا اور ایک صحابی کو آنحضرتؐ کا خط دے کر عامر بن طفیل حاکم نجد کے پاس بھیجا۔ عامر نے اس خط کو پڑھا تک نہیں اور اس صحابی کو شہید کر دیا۔ پھر اُس نے آس پاس کے قبائل کو آمادہ کیا کہ ان تمام مسلمانوں کو قتل کر دیا جائے۔ چنانچہ ظالموں نے جمع ہو کر سب مسلمانوں کو گھیر لیا اور بغیر کسی جرم کے سب کو شہید کر دیا۔ صرف دو صحابی بچ سکے۔ ایک کو عامر بن طفیل گرفتار کر کے لے گیا تھا۔ لیکن یہ کہہ کر چھوڑ دیا کہ میری ماں نے ایک غلام کو آزاد کرنے کی منت مانی تھی۔ میں تم کو آزاد کرتا ہوں۔ دوسرے صحابی زخمی ہو کر لاشوں کے نیچے دب گئے تھے اور دشمن ان کو مردہ سمجھ کر چھوڑ گئے۔ جب ہوش آیا تو وہاں سے اُٹھ کر چلے آئے!

آنحضرتؐ کو جب مسلمانوں کے اس دردناک حادثہ کی خبر ملی تو آپ کو نہایت صدمہ ہوا۔ مہینہ بھر آپ نے نمازِ فجر میں ان ظالموں کے حق میں بددعا فرمائی۔ عامر بن طفیل ایک مہینہ بعد طاعون سے مرگیا۔

غزوۂ بدرِ ثانی

ابوسفیان جنگ اُحد میں یہ کہہ کر واپس گیا تھا کہ آئندہ سال پھر مقام بدر میں لڑائی ہوگی۔ مسلمانوں نے اس بات کو منظور کرلیا تھا۔ مدینہ کے منافقین کی ترغیب سے قریشِ مکہ نے جنگ کی تیاری شروع کردی مگر چونکہ مکہ میں اس سال قحط پڑگیا تھا۔ اس لئے اہل مکہ دراصل لڑنا نہیں چاہتے تھے۔ لیکن انہوں نے لڑائی کے لئے تیاریاں کرنے کی خبر خوب مشہور کردی تاکہ مسلمان ڈر کر مدینہ سے نہ نکلیں اور اس سال لڑائی نہ ہو۔

آنحضرتؐ کو جب کفار کی تیاریوں کی خبر ملی تو آپ ماہ شعبان ۴ھ میں ڈیڑھ ہزار صحابہ کو ساتھ لے کر بدر کی طرف روانہ ہوئے۔ ابوسفیان بھی مکہ سے دو ہزار کا جرار لشکر لے کر نکلا۔ لیکن جب مقام عسفان کے قریب پہنچا تو اُسے معلوم ہوا کہ آنحضرتؐ کے ساتھ ڈیڑھ ہزار جانباز مسلمان موجود ہیں۔ ابوسفیان کے اوسان خطا ہوگئے اور وہ یہ کہہ کر مکہ کو واپس چلا آیا کہ قحط سالی کے ایام میں جنگ کرنا مناسب نہیں۔

آنحضرتؐ مقام بدر میں آٹھ دن تک کفار کے منتظر رہے۔ آٹھویں دن جب آپ کو معلوم ہوا کہ کفار لوٹ کر مکہ کو چلے گئے ہیں تو آپ بھی مدینہ کو واپس

تشریف لے گئے؛

یہودیوں کی شرارتیں، عہد شکنی اور حملے

مدینہ کے آس پاس یہود کے تین قبیلے آباد تھے۔ بنی قینقاع، بنی نضیر اور بنی قریظہ۔ یہ قبیلے بڑے دولت مند تھے اور اپنے علیٰحدہ علیٰحدہ قلعے رکھتے تھے؛

یہودیوں کی اخلاقی حالت یہودی عموماً بڑے بد اخلاق اور حریص تھے ان میں زنا کاری کا عام رواج تھا۔ سودی لین دین کرتے تھے۔ انھوں نے تمام دوسرے لوگوں کو قرض میں جکڑ رکھا تھا۔ قرض میں لوگوں کے بال بچوں اور عورتوں کو رہن میں رکھ لیا کرتے تھے۔ طمع کی وجہ سے بے گناہ بچوں کو دو دو چار چار روپے کے زیور کے لئے پتھر سے مار ڈالتے تھے؛

یہودیوں کی اسلام سے دشمنی جب اسلام مدینہ میں پھیلنے لگا تو یہودیوں کی بداخلاقیاں جن پر ابھی تک دولت مندی نے پردہ ڈال رکھا تھا لوگوں کی نظروں میں نمایاں ہونے لگیں اور ان کی خود غرضیوں کا زوال شروع ہوگیا اس لئے یہودیوں کو مسلمانوں کی ترقی دل سے ناپسند تھی؛

یہودی اگرچہ آنحضرتؐ کے ساتھ امن عامہ اور باہمی امداد و اعانت کا معاہدہ کرچکے تھے مگر انہوں نے اسلام کے خلاف کوششیں کرنی شروع کردیں؛

جنگ بدر کے بعد اسلام کے عروج کو دیکھ کر مسلمانوں کے ساتھ ان کی دشمنی اور بھی بڑھ گئی۔ اب وہ طرح طرح سے آنحضرتؐ اور مسلمانوں کو اذیتیں

دینے لگے اور عام طور پر آنحضرتؐ کی شان میں بڑے ناشائستہ اور بیہودہ کلمات کہنے لگے؛

یہودیوں کی شرارتوں پر آنحضرتؐ اور مسلمانوں کا صبر

مگر آنحضرتؐ نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ یہودیوں کی ایذارسانی اور بدزبانی کو ہر طرح سے برداشت کریں اور صبر سے کام لیں۔ آنحضرتؐ یہودیوں کے جلسوں اور مجمعوں میں خود جا جا کر اُن کو سمجھاتے بھی رہے مگر وہ علانیہ بدکلامی اور شرارتوں سے باز نہ آتے تھے؛

عبداللہ بن اُبیّ اور اُس کے زیر اثر جس قدر مشرکین تھے وہ مسلمانوں کی فتح بدر کو دیکھ کر ظاہری طور پر اسلام میں داخل ہوگئے تھے مگر دل سے اسلام کے دشمن تھے اور مسلمانوں میں مل کر ان کو تباہ کرنا چاہتے تھے۔ عبداللہ بن اُبیّ منافقین کے اِس گروہ کا سردار تھا۔ یہودیوں نے عبداللہ بن اُبیّ اور اس کی جماعت کو درپردہ اپنے ساتھ ملالیا۔ قریش مکّہ نے بھی یہودیوں سے مخفی طور پر سازباز شروع کر رکھی تھی۔ اب سب مل کر مسلمانوں کے خلاف سازشیں کرنے لگے؛

یہودیوں کی طرف سے عہد شکنی

یہودیوں کے تینوں قبیلوں میں سے بنی قینقاع زیادہ بہادر اور دولت مند تھے۔ اس لئے سب سے پہلے انہوں نے ہی اعلانِ جنگ کی جرأت کی۔ آنحضرتؐ کے ساتھ جو معاہدہ کیا تھا سب سے پہلے انہی نے اس کو توڑا اور علانیہ مسلمانوں سے دشمنی کرنے لگے؛

غزوۂ بنی قینقاع شوال ۲ ھ

ایک دن ایک مسلمان عورت بنی قینقاع کے محلہ میں دودھ بیچنے گئی۔ ایک یہودی نے اُسے چھیڑا اور سربازار ننگا کردیا۔ عورت کی چیخ و پکار سُن کر ایک مسلمان موقع پر جا پہنچا اور دیکھ کر غیرت سے بیتاب ہوگیا۔ اس نے اس ظالم یہودی کو مار ڈالا۔ یہودیوں نے اس مسلمان کو قتل کردیا؛

آنحضرتؐ کو جب اس واقعہ کی اطلاع ہوئی تو آپ وہاں تشریف لے گئے اور یہودیوں کو سمجھانے لگے۔ مگر یہودیوں نے کہا کہ "ہم قریش نہیں ہیں۔ وہ لڑائی سے ناواقف تھے۔ اب ہم بتلادیں گے کہ لڑائی اِس کا نام ہے"۔

جب یہودیوں نے جنگ کا اعلان کردیا تو آنحضرتؐ کو بھی تیاری کرنی پڑی۔ یہودی قلعہ بند ہوئے۔ مسلمانوں نے قلعہ کا محاصرہ کرلیا۔ پندرہ دن تک محاصرہ رہا؛

بنی قینقاع کا اِخراج

پندرہ دن کے محاصرہ کے بعد آخر یہودی اس بات پر راضی ہوئے کہ آنحضرتؐ جو فیصلہ کریں گے وہ ان کو منظور ہوگا۔ عبداللہ بن اُبَیّ درپردہ یہودیوں کا ہمراز اور ہمدرد تھا۔ اس نے آنحضرتؐ سے درخواست کی کہ ان کو صرف جلاوطن کردیا جائے۔ چنانچہ وہ شام کے علاقہ میں چلے گئے انکی تعداد سات سو تھی؛

غزوۂ بنی نضیر

آنحضرتؐ ایک روز کسی امر کے لئے قبیلہ بنی نضیر کے یہاں گئے جو یہودیوں کا دوسرا قبیلہ تھا۔ انہوں نے آنحضرتؐ کو ایک دیوار کے سایہ میں بٹھلادیا اور درپردہ یہ سازش کی ایک شخص چپکے سے دیوار کے اوپر

جاکر ایک بھاری پتھر آنحضرتؐ پر گرادے اور آپ کی زندگی کا خاتمہ کردے۔

چنانچہ ایک یہودی اس ارادہ سے کوٹھے پر چڑھا۔ لیکن آنحضرتؐ کو اس کے ارادہ کا حال معلوم ہوگیا۔ آپ اسی وقت واپس چلے آئے۔

بنی نضیر نے پھر آپ کو بلایا مگر آپ نے فرمایا کہ اب ہم کو تمہارے اوپر اعتبار نہیں رہا۔ تم لوگ از سرِ نو عہد نامہ لکھو۔ مگر وہ اس پر رضامند نہ ہوئے اور لڑائی کے لئے مستعد ہوگئے۔ مدینہ کے منافقین بھی درپردہ اُن کے ساتھ ملے ہوئے تھے اور انہوں نے ہی ان کو لڑائی پہ آمادہ کیا تھا۔

بنی نضیر کا اخراج چنانچہ بنی نضیر اپنے مضبوط قلعوں میں محصور ہوکر بیٹھ گئے۔ آنحضرتؐ نے پندرہ دن تک ان کا محاصرہ کیا۔ آخر انہوں نے درخواست کی کہ ہم اپنا مال واسباب لے کر یہاں سے چلے جائیں گے بشرطیکہ ہماری جان بخشی کی جائے۔ آنحضرتؐ نے اس کو منظور فرمایا۔ یہ لوگ اپنا مال و اسباب اونٹوں پر لاد کر کچھ خیبر میں اور کچھ شام میں چلے گئے۔

بنی نضیر جب روانہ ہوئے تو بڑی شان سے نکلے۔ اونٹوں پر سوار تھے ساتھ ساتھ باجا بج رہا تھا اور گانے والی عورتیں آگے آگے دف بجاتی اور گاتی جارہی تھیں۔

مسلمانوں کے خلاف تمام عرب کی متّحدہ جنگ

غزوۂ احزاب[1] یا غزوۂ خندق

اسلام کے مٹانے کے لئے تمام عرب کی متّحدہ کوشش

بنی نضیر مدینہ سے نکل کر خیبر اور شام میں آباد ہو گئے تھے۔ یہاں بھی انہوں نے مسلمانوں کے خلاف ریشہ دوانیوں کا سلسلہ جاری رکھا۔ سب سے پہلے ان کے چند سردار مکہ میں گئے اور قریش سے کہا کہ اگر تم لوگ مسلمانوں کی بیخ کنی کرنے میں ہمارا ساتھ دو تو ہم عرب کے دوسرے تمام قبائل اور مذاہب کے لوگوں کو بھی ترغیب دے کر مسلمانوں کی مخالفت پر آمادہ کر لیں گے اور پھر متّحدہ طور پر مدینہ پر ایک زبردست حملہ کر کے مسلمانوں کو نیست و نابود کر دینگے۔ قریش پہلے سے ہی اس فکر میں تھے۔ اس لئے انہوں بڑے جوش سے آمادگی کا اظہار کیا۔

قریش کو اپنے ساتھ متفق کر لینے کے بعد بنی نضیر کے یہ سردار عرب کے تمام دیگر قبائل کے پاس پہنچے اور اسلام کو مٹانے لئے سب کو برانگیختہ کرنے میں کامیاب ہوئے۔

جب تمام عرب مسلمانوں کے خلاف جنگ کرنے پر آمادہ ہو گیا تو قبائل کے پچاس بڑے بڑے سردار مکہ میں جمع ہوئے اور سب نے خانہ کعبہ میں جا کر قسمیں کھائیں کہ جب تک زندہ ہیں۔ اسلام کے مٹانے میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت

---

[1] چونکہ اس جنگ میں عرب کے تمام قبائل مسلمانوں کے خلاف متحد ہو گئے تھے اس لئے اس کو جنگ احزاب کہتے ہیں۔

نہ ہونے دیں گے؛

۵ آخر کار ماہ ذی قعدہ ۵ھ میں تمام قبائل عرب کی چوبیس ہزار فوج بڑے زور و شور سے مدینہ کی طرف بڑھی؛

آنحضرتؐ کی طرف سے مدافعت کی تیاری

جب آنحضرتؐ کو اس بھاری لشکر کے حملہ آور ہونے کی اطلاع ملی تو آپ نے صحابہ سے مشورہ کیا۔ حضرت سلمان فارسیؓ نے رائے دی کہ کھلے میدان میں نکل کر مقابلہ کرنا مناسب نہیں۔ مدینہ کے اندر ہی رہ کر مدافعت کی جائے اور ایک محفوظ مقام میں لشکر جمع کر کے اردگرد خندق کھودلی جائے؛

آنحضرتؐ نے اس تجویز کو پسند فرمایا؛

خندق کا کھودا جانا

مدینہ کے تین طرف مکانات اور کھجور کے باغوں کا سلسلہ تھا جو فصیل کا کام دیتا تھا۔ صرف ایک سمت کھلی ہوئی تھی اور اسی طرف سے دشمن کا حملہ ہو سکتا تھا۔ چنانچہ آنحضرتؐ تین ہزار صحابہ کو لے کر شہر سے نکلے اور اس مقام میں خندق کی کھدائی کا کام شروع کر دیا گیا؛

خندق پانچ گز چوڑی اور پانچ گز گہری کھودی گئی؛

خندق کے کھودنے میں آنحضرتؐ کی شرکت

تمام صحابہ نے مزدوروں کی طرح خندق کے کھودنے کا کام کیا۔ خندق کے کھودنے اور مٹی ہٹانے میں آنحضرتؐ خود بھی صحابہ کے ساتھ شریک تھے۔ سردی کی شدت اور تین تین دن کے فاقہ کے باوجود صحابہ انتہائی جوش و عقیدت سے اپنی پیٹھوں پر مٹی لاد لاد کر پھینکتے تھے۔ آنحضرتؐ بھی ان کے ساتھ مٹی پھینکتے تھے یہاں تک

کہ آپ کے پیٹ پر مٹی کی تہ جم جاتی تھی۔

خندق کھودتے کھودتے ایک جگہ بہت سخت پتھر آگیا۔ تمام صحابہ نے زور آزمائی کی۔ کسی سے نہ لوٹا۔ آخر آنحضرتؐ کی خدمت میں عرض کیا گیا۔ آپ اپنا پھاوڑا لے کر تشریف لائے۔ آپ کو تین دن کا فاقہ تھا اور آپ کے پیٹ پر پتھر بندھا ہوا تھا۔ آپ نے اپنے ہاتھ سے اس پتھر پر اس زور سے پھاوڑا مارا کہ پتھر ریزہ ریزہ ہوگیا۔

تین ہزار آدمیوں نے بیس دن میں خندق کی کھدائی کا کام پورا کیا۔

بنی قریظہ کی عہد شکنی یہودیوں کا ایک قبیلہ بنی قریظہ ابھی تک مدینہ میں آباد تھا۔ عہد نامہ کے مطابق ان کا فرض تھا کہ مسلمانوں کی امداد کریں لیکن بنی نضیر کا ایک سردار رات کی تاریکی میں ان کے قلعہ میں گیا اور کہنے لگا کہ اس دفعہ میں اس قدر لشکر فراہم کر کے لایا ہوں کہ مسلمان ہرگز مقابلہ کی تاب نہیں لاسکتے۔ اب اسلام کا یقینی طور پر خاتمہ سمجھو۔ اس لئے تم بھی ہمارا ساتھ دو لیکن ان لوگوں نے کہا کہ ہمارا مسلمانوں کے ساتھ معاہدہ ہے۔ جسے ہم توڑ نہیں سکتے مگر آخر اس سردار کے زیادہ اصرار کرنے کی وجہ سے وہ معاہدہ کی خلاف ورزی کر کے مسلمانوں سے لڑنے پر راضی ہوگئے۔

آنحضرتؐ کو جب اس بات کا حال معلوم ہوا تو آپ نے دو صحابہ کو بنی قریظہ کے پاس بھیجا اور ان کو معاہدہ یاد دلایا مگر بنی قریظہ نے بڑی ترش روئی سے جواب دیا کہ ہم محمد (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم) کو نہیں جانتے اور نہ اُن سے ہمارا کوئی معاہدہ ہے۔

صف آرائی اب آنحضرتؐ کو ایک ہی وقت میں دو طرف سے دشمنوں کا مقابلہ کرنا پڑا۔ شہر کے باہر چوبیس ہزار کا لشکر مسلمانوں پر حملہ کرنے کے لئے جمع ہوا تھا۔ شہر کے اندر سے یہودی حملہ کر کے فساد پھیلانا چاہتے تھے۔ مسلمانوں کی تعداد کل تین ہزار تھی۔ مسلمانوں میں منافق بھی تھے۔ ان کی طرف سے بھی سخت خطرہ تھا؛

آنحضرتؐ نے مسلمان عورتوں اور بچوں کو شہر کے ایک محفوظ قلعہ میں بھیج دیا اور حضرت حسّان کو ان کی حفاظت کے لئے مقرر کر دیا؛

بنی قریظہ کے حملہ کی مدافعت کے لئے بھی آپ نے دو سو آدمی متعین کر دیئے۔ پھر آپ نے سلع کی پہاڑی کو پشت پر رکھ کر صف آرائی کی؛

ایک مہینہ تک مدینہ کا محاصرہ کفار کی ٹڈی دل فوج نے مدینہ کا محاصرہ کر لیا اسلام کے مقابلہ میں کفار کی یہ سب سے بڑی کوشش تھی۔ قریبًا ایک مہینہ تک سخت محاصرہ قائم رہا۔ دشمن خندق کو عبور نہیں کر سکتے تھے۔ اس لئے دور سے ہی تیر اور پتھر برساتے تھے؛

دشمن کو باہر سے ہر قسم کی امداد پہنچ رہی تھی۔ مگر مسلمانوں کو سامان رسد کہیں سے میسر نہیں آسکتا تھا۔ فاقوں پر فاقے گذرتے تھے۔ ایک دفعہ چند صحابہ نے آنحضرتؐ سے بھوک کی شکایت کی۔ اور پیٹ کھول کر دکھلائے کہ پتھر بندھے ہیں۔ آنحضرتؐ نے اپنا کرتا اُٹھا کر دکھایا تو ایک کی بجائے دو پتھر بندھے تھے؛

کفار کا مدینہ پر عام حملہ کئی روز کے محاصرہ کے بعد جب کفار کو کامیابی

نہ ہوئی تو انہوں نے فیصلہ کیا کہ اب عام حملہ کرنا چاہیئے۔ چنانچہ سب فوجیں آگے بڑھیں۔ خندق کی چوڑائی ایک جگہ سے کسی قدر کم تھی۔ یہاں سے چند نوجوان جنگ کے جوش میں گھوڑے دوڑاتے ہوئے مسلمانوں پر حملہ کرنے کے لئے آگے کُودے۔ ایک گھوڑے سمیت خندق میں گر کر ہلاک ہو گیا۔ بعض کافر خندق کے پار نکل آئے۔ ان میں ملک عرب کا ایک مشہور بہادر تھا جو ایک ہزار سوار کے برابر سمجھا جاتا تھا۔ اس کو حضرت علیؓ نے بڑھ کر قتل کر دیا۔ باقی بھاگ گئے۔ صبح سے لے کر شام تک تیروں کے ذریعہ لڑائی ہوتی رہی۔ کفار ہر طرف سے دن بھر تیر اور پتھر برساتے رہے۔ مسلمان بھی کفار کے تیروں کا خوب جواب دیتے تھے۔

بنی قریظہ کا عورتوں کے قلعہ پر حملہ کرنے کا ارادہ

مسلمانوں کی عورتیں اور بچے جس قلعہ میں تھے وہ بنی قریظہ کی آبادی کے پاس تھا۔ یہودیوں نے جب دیکھا کہ مسلمانوں کی ساری جماعت آنحضرتؐ کے ساتھ ہے تو انہوں نے قلعہ پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا۔ چنانچہ ایک یہودی قلعہ کے دروازہ کے پاس گیا اور قلعہ پر حملہ کرنے کا راستہ ڈھونڈنے لگا۔

حضرت صفیہؓ کی بہادری

آنحضرتؐ کی پھوپھی حضرت صفیہؓ نے اُس یہودی کو دیکھ لیا۔ عورتوں اور بچوں کی حفاظت کے لئے صرف حضرت حسّانؓ مقرر کئے گئے تھے یہ دربار نبوی کے شاعر تھے۔ حضرت صفیہؓ نے اُن سے کہا کہ باہر نکل کر اس یہودی کو قتل کر دو ورنہ یہ دشمنوں کو جا کر پتہ دے دیگا۔ حضرت حسّانؓ نے اپنی بیماری اور کمزوری کی وجہ سے اس کام سے اپنی

معذوری ظاہر کی اور کہا کہ اگر میں اس کام کا ہوتا تو یہاں کیوں رہتا؛

آخر حضرت صفیہؓ نے خیمہ کی ایک چوب اکھاڑی اور نکل کر بڑی بھاری سے یہودی کے سر پر اس زور سے ماری کہ اُس کا سر پھٹ گیا اور وہ وہیں گیا؛

پھر حضرت صفیہؓ چلی آئیں اور انہوں نے حضرت حسانؓ سے کہا کہ اب تم جا کر اس کے ہتھیار اور کپڑے اُتار لاؤ۔ لیکن حضرت حسانؓ اِس پر بھی رضامند نہ ہوئے۔ حضرت صفیہؓ نے کہا کہ اچھا اس کا سر کاٹ کر قلعہ کے نیچے پھینک آؤ تاکہ یہودی دیکھ کر ڈر جائیں۔ حضرت حسانؓ نے اس کام سے بھی معذرت کی؛

حضرت صفیہؓ مجبورًا خود گئیں۔ اُس کے ہتھیار لئے اور اُس کا سر کاٹ کر دوسری طرف جہاں اور یہودی کھڑے تھے پھینک دیا۔ یہ دیکھ کر یہودی ڈر گئے اور انہوں نے سمجھا کہ قلعہ میں بھی کچھ محافظ فوج موجود ہے۔ اس خیال سے پھر انہوں نے حملہ کرنے کی جرأت نہ کی؛

نعیم بن مسعود کا اسلام اور ان کی تدبیر سے کفار میں پھوٹ

اثنائِ محاصرہ میں ایک رات قبیلۂ غطفان کا ہر دل عزیز اور ممتاز رئیس نعیم بن مسعود دشمن کے لشکر سے نکل کر آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یا رسولؐ اللہ! میں سچے دل سے مسلمان ہو گیا ہوں۔ میری قوم کو ابھی تک میرے مسلمان ہونے کا بالکل علم نہیں۔ قریش اور یہودی دونوں میری بات مانتے ہیں۔ میں اب جا کر کفار کے لشکر میں پھوٹ ڈلوائے دیتا ہوں؛ چنانچہ نعیم نے واپس جا کر قریش اور یہود سے الگ الگ مل کر کچھ ایسی

باتیں کہیں کہ جن سے دونوں جماعتوں کا ایک دُوسرے پر اعتماد جاتا رہا اور دونوں میں پھُوٹ پڑگئی؛

ہوا اور آندھی کا طوفان اور کفار کی شکست

جب محاصرہ کو ستائیس دن گذر گئے تو ایک رات بہُت تیز اور تند ہوا چلی خیموں کی میخیں اُکھڑ گئیں۔ کھانے کے دیگچے چوُلھوں پر اُلٹ گئے۔ سردی کے موسم میں اِس تیز آندھی نے خیموں کو درہم برہم کرنے میں فوجوں سے بڑھ کر کام کیا۔ کفار کے لشکر میں ہر طرف اضطراب اور پریشانی بڑھ گئی؛

کفار محاصرہ کے طول پکڑ جانے کی وجہ سے بھی ہمت ہارتے جا رہے تھے علاوہ ازیں اب زیادہ مدت تک چوبیس ہزار آدمیوں کو رسد کا پہنچانا بھی بہت مشکل ہو رہا تھا۔ قریش اور یہودیوں میں پھوٹ پڑ جانے کی وجہ سے بھی فوج کا دل ٹوٹ گیا تھا۔ اور اب موسم کی خرابی اور آندھی کے زور نے اُن کا اور بھی بُرا حال کر دیا۔ اِن تمام پریشانیوں کی وجہ سے کفار بہت تنگ آگئے اور ان کے حوصلے بالکل ٹوٹ گئے۔ آخر رات کے وقت تمام لشکر اپنے ڈیرے اُٹھا کر چل دیا اور مسلمانوں کو بڑی بھاری مصیبت سے نجات حاصل ہوئی؛

اِس لڑائی میں صرف چھ مسلمان شہید ہوئے؛

بنی قریظہ کا انجام

اس لڑائی میں بنی قریظہ نے بدعہدی کر کے مسلمانوں کے لئے بہت کچھ مصیبت پیدا کر دی تھی۔ اس لئے لڑائی سے فارغ ہونے کے بعد آنحضرتؐ صحابہ کو لے کر بنی قریظہ کے قلعہ کی طرف چلے تاکہ ان سے

عہدنامہ کی خلاف ورزی کے متعلق بازپرس کی جائے۔ جب مسلمان ان کے قلعہ کے پاس پہنچے تو انہوں نے ندامت اور پشیمانی کا اظہار کرنے کی بجائے آنحضرتؐ کو گالیاں دیں اور لڑائی پر آمادہ ہو گئے۔ مسلمانوں نے ان کے قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ یہ محاصرہ پچیس دن تک قائم رہا۔ آخر بنی قریظہ نے درخواست کی کہ سعد بن معاذؓ ہمارے بارے میں جو فیصلہ کریں وہ ہم کو منظور ہے۔ سعد بن معاذؓ اُن کے قدیمی حلیف تھے۔ آنحضرتؐ نے اِس بات کو قبول کر لیا۔

چنانچہ محاصرہ اُٹھا لیا گیا۔ بنی قریظہ قلعہ سے نکل آئے۔ مقدمہ سعد بن معاذؓ کے سپرد کیا گیا۔ انہوں نے پوری تحقیقات کے بعد فیصلہ کیا کہ بنی قریظہ کے لڑنے والے مرد قتل کئے جائیں۔ عورتیں اور بچے قید ہوں اور مال واسباب غنیمت قرار دیا جائے:

یہودیوں کو ان کے اپنے منتخب کردہ منصف نے وہی سزا دی جو یہودی اپنے مذہب[ل] کے مطابق اپنے دشمنوں کو دیا کرتے تھے:

اگر بنی قریظہ اپنا معاملہ آنحضرتؐ کے سپرد کر دیتے تو ان کو زیادہ سے زیادہ یہی سزا دی جاتی کہ وہ مدینہ سے نکل کر کسی اور جگہ جا کر آباد ہو جائیں جیسا کہ یہود کے دوسرے دو قبائل بنی قینقاع اور بنی نضیر کے ساتھ کیا گیا تھا۔ لیکن

ل تورات کتاب تثنیہ، باب ۲۰، ورس ۱۰ میں ہے کہ:-
"جب کسی شہر پر حملہ کرنے کے لئے تو جائے تو پہلے صلح کا پیغام دے ...... لیکن اگر صلح نہ کریں تو تو ان کا محاصرہ کر اور جب تیرا خدا تجھ کو ان پر قبضہ دلائے تو جس قدر مرد ہوں سب کو قتل کر دے۔ باقی بچے، عورتیں، جانور اور جو چیزیں شہر میں موجود ہوں سب تیرے لئے مالِ غنیمت ہوں گی":

بنی قریظہ نے ایسا نہ کیا؛

صلح حُدیبیّہ

حج کے مہینوں میں کفار کے ہاں لڑائی کی ممانعت کا دستور

اگرچہ اہل عرب مشرک اور بت پرست تھے لیکن خانۂ کعبہ کی عظمت کو سب تسلیم کرتے تھے اور ہمیشہ دُور دُور سے سفر کرکے خانۂ کعبہ کے حج کے لئے آتے تھے حج کے مہینوں میں ہر قسم کی لڑائیاں ملتوی کردی جاتی تھیں۔ عرب کے قبائل سال بھر آپس میں لڑتے رہتے تھے مگر ان مہینوں میں تمام لڑائیاں بند ہوجاتی تھیں اور وہ تمام قبائل جو ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہوا کرتے تھے ایک جگہ جمع ہوکر حج کے رسوم بجالاتے تھے؛

مسلمان مکہ سے جبراً نکالے گئے تھے لیکن خانۂ کعبہ کی عظمت اور محبت اُن کے دل میں جاگزین تھی اور خانۂ کعبہ کی زیارت کا اُن کے دل میں بے حد شوق رہتا تھا؛

ماہ شوال ۶ھ میں آنحضرتؐ نے مسلمانوں کو اپنا ایک خواب سنایا۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں اور مسلمان خانۂ کعبہ میں داخل ہو رہے ہیں۔ صحابہ اور آنحضرتؐ کو خانۂ کعبہ کے طواف اور زیارت کی خواہش بھی تھی۔ اس خواب کے بعد اس شوق نے مسلمانوں کو بہت بے چین کردیا اور اُنہوں نے آنحضرتؐ کو مکہ کے سفر کے لئے آمادہ کیا؛

حج کے مہینوں میں آنحضرتؐ کا زیارتِ کعبہ کے لئے روانہ ہونا

چنانچہ

ماہ ذی قعدہ ۶ھ میں آنحضرتؐ زیارتِ کعبہ کے ارادہ سے مدینہ سے روانہ ہوئے۔ چودہ سو صحابہ آپ کے ہمراہ تھے۔ آپ نے یہ سفر بھی ذی قعدہ کے مہینے میں کیا۔ اس مہینے میں عرب جنگ نہیں کیا کرتے تھے اور ہر ایک دشمن کو بلا روک ٹوک مکہ میں آنے کی اجازت ہوا کرتی تھی۔

آنحضرتؐ نے عُمرہ[1] کا احرام باندھا اور قربانی کے ستّر اونٹ ہمراہ لئے تاکہ قریش کو لڑائی کا شبہ نہ ہو۔ آنحضرتؐ کے حکم کے مطابق مسلمانوں نے مدینہ سے سامانِ جنگ ساتھ نہیں لیا۔ صرف قربانی کے اونٹ ساتھ لئے۔ آنحضرتؐ نے صحابہ کو حکم دے دیا تھا کہ کوئی شخص ہتھیار باندھ کر نہ آئے۔ صرف ایک تلوار پاس رکھ لی جائے جو عرب کے رواج کے مطابق سفر میں ساتھ رکھنی ضروری سمجھی جاتی تھی۔ وہ بھی اِس شرط پر کہ نیام میں بند ہو۔

قریش کی طرف سے مسلمانوں کو زیارتِ کعبہ سے روکنے کی تیاری

جب قریش کو آنحضرتؐ کے آنے کی خبر ہوئی تو انہوں نے تمام قبائل کو جمع کر کے کہدیا کہ "محمد (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم) کو ہرگز مکہ میں نہیں آنے دیا جائے گا۔"

قریش نے بڑے زور شور سے مسلمانوں کے مقابلہ کے لئے تیاری کر دی اور ایک زبردست جمعیت فراہم کر لی تاکہ آنحضرتؐ کو خانہ کعبہ تک پہنچنے سے روکیں آنحضرتؐ نے مکہ کے قریب پہنچ کر مقامِ حُدیبیہ میں قیام کیا۔

---

[1] طوافِ کعبہ اور صَفا و مَروہ دو پہاڑیوں کے درمیان سعی کرنے کا نام عُمرہ ہے۔

آنحضرتؐ کی طرف سے قریش کو صلح وامن کا پیغام

جب آنحضرتؐ حُدیبیہ میں پہنچے تو قریش کی طرف سے قبیلہ خزاعہ کا سردار بُدیل چند آدمیوں کو ہمراہ لے کر آپ کے پاس آیا اور آپ کے آنے کا سبب دریافت کیا۔ آپ نے فرمایا کہ قریش سے جا کر کہدو کہ ہم صرف کعبہ کی زیارت کے لئے آئے ہیں۔ کسی سے لڑنا ہرگز مقصود نہیں؛

بُدیل یہ سُن کر واپس چلا گیا اور قریش مکہ سے کہا کہ تم خواہ مخواہ زور شور کر رہے ہو۔ محمد (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ) تو صرف خانۂ کعبہ کی زیارت کے لئے آئے ہیں۔ تمہارے ساتھ لڑنے کے لئے نہیں آئے؛

لیکن قریش نے کہلا بھیجا کہ اگرچہ تم لوگ لڑنے کے لئے نہیں آئے لیکن ہم تم کو ہرگز مکہ میں داخل نہیں ہونے دیں گے۔ لوگوں کی زبانوں سے ہم یہ سُننا گوارا نہیں کر سکتے کہ ہمارے دشمن خانۂ کعبہ کی زیارت اور طواف کر گئے؛

قریش کی طرف آنحضرتؐ کا دوبارہ پیغام

اب آنحضرتؐ نے ایک صحابی خراش بن اُمیّہ کو قریش کے پاس روانہ کیا اور پھر کہلا بھیجا کہ ہم لڑنے کے ارادہ سے نہیں آئے۔ ہم صرف بیت اللہ کی زیارت کے لئے آئے ہیں۔ خراش نے یہ پیغام قریش کو پہنچایا۔ قریش نے خراش کے اونٹ کو ذبح کر دیا اور خراش کو بھی مار ڈالنا چاہا مگر وہ بہت مشکل سے جان بچا کر واپس آئے؛

قریش کا حملہ اور آنحضرتؐ کا عفو

اس کے بعد قریش کے چند خودسر نوجوانوں کی ایک جماعت مکہ سے نکل کر باہر آئی تاکہ موقع پا کر آنحضرتؐ پر

حملہ کرے۔ لیکن صحابہ نے اُن کو دیکھ لیا اور سب کو گرفتار کر لیا۔ جب یہ لوگ آنحضرتؐ کے سامنے لائے گئے تو رحمتِ عالم نے ان سب کو چھوڑ دیا۔

قریش کی طرف سے عُروہ بن مسعود کا آنا

اس کے بعد عُروہ بن مسعود قریش کی طرف سے آنحضرتؐ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ قریش مسلح ہو کر آپ کے مقابلہ کے لئے آرہے ہیں۔ آپ کی جماعت کو تاب نہیں کہ ان کے مقابلہ میں ٹھہر سکے۔ یہ سب لوگ جو آپ کے ہمراہ ہیں آپ کو تنہا چھوڑ کر بھاگ جائیں گے۔

عُروہ کی یہ گفتگو مسلمانوں کو بہت ناگوار گذری۔ حضرت ابوبکرؓ نے اُسے نہایت سخت جواب دیا۔ عروہ خاموش ہو گیا۔

آنحضرتؐ نے عُروہ سے بھی وہی کہا کہ ہم صرف بیت اللہ کی زیارت کے لئے آئے ہیں لڑائی کے ارادہ سے نہیں آئے۔

صحابہ کی عقیدت سے عُروہ کا متاثر ہونا

عُروہ نے جب آنحضرتؐ کے ساتھ صحابہ کی عقیدت کا حال دیکھا تو بہت متاثر ہوا اُس نے قریش سے جا کر کہا کہ میں قیصر و کسریٰ کے درباروں میں بھی گیا ہوں لیکن میں نے کسی بادشاہ کو اپنے ساتھیوں اور ہمراہیوں میں اتنا محبوب اور باعزت نہیں دیکھا جس قدر محمد (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) اپنے اصحاب میں محبوب اور باعزت ہیں۔ جب وہ بات کرتے ہیں تو سب خاموشی سے سنتے ہیں اور تعظیم کی وجہ سے نظر اُٹھا کر اُن کی طرف نہیں دیکھتے۔ وہ وضو کرتے ہیں تو پانی جو گرتا ہے اس پر لوگ ٹوٹ پڑتے ہیں۔ ان کا تھوک گرتا ہے تو لوگ ہاتھوں میں لے کر چہرہ پر مل لیتے ہیں۔ وہ لوگ کبھی بھی ان کا ساتھ نہیں چھوڑ سکتے۔ میری

رائے میں اُن سے صلح کر لینی ہی مناسب ہے؛

حضرت عثمانؓ کا قریش کے پاس جانا

بالآخر آنحضرتؐ نے گفتگو کے لئے حضرت عثمانؓ کو قریش کے پاس سفیر بنا کر بھیجا انہوں نے قریش کو آنحضرتؐ کا پیغام پہنچایا۔ قریش نے ان کو نظر بند کر لیا۔ مسلمانوں میں یہ خبر مشہور ہو گئی کہ مکہ والوں نے حضرت عثمانؓ کو شہید کر دیا ہے؛

بیعتِ رضوان

آنحضرتؐ نے صحابہ کو فرمایا کہ اگر حضرت عثمانؓ کو شہید کر دیا گیا ہے تو جب تک ہم ان کے خون کا بدلہ نہ لے لیں گے یہاں سے ہر گز نہیں جائیں گے؛

یہ کہہ کر آنحضرتؐ کیکر کے ایک درخت کے نیچے بیٹھ گئے اور آپ نے تمام صحابہ سے جان نثاری اور ثابت قدمی کی بیعت لی۔ اس بیعت کا نام بیعتِ رضوان ہے۔ اس کا ذکر قرآن کریم میں بھی ہے؛

لَقَدْ رَضِیَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یُبَایِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ

(سورہ فتح)

(اے پیغمبر!) جب مسلمان درخت کے نیچے تمہارے ہاتھ پر (لڑنے مرنے کی) بیعت کر رہے تھے تو (یہ حال دیکھ کر) خدا اُن سے خوش ہو گیا؛

لیکن بعد میں حضرت عثمانؓ کی شہادت کی افواہ غلط نکلی؛

قریش کی طرف سے سہیل کا سفیر ہو کر آنا

مسلمانوں کی جنگ پر آمادگی دیکھ کر قریش نے سہیل کو اپنا سفیر اور مختار بنا کر آنحضرتؐ کے پاس یہ کہہ کر بھیجا کہ صلح صرف اِس طرح ہو سکتی ہے کہ اِس سال آپ اپنے ساتھیو

سمیت واپس چلے جائیں۔ اور آئندہ سال آکر عُمرہ کریں۔
آخر دیر تک گفتگو ہونے کے بعد مندرجہ ذیل شرائط پر صلح ہوئی:-

صلح کی شرائط

(۱) مسلمان اس سال واپس چلے جائیں گے۔ اگلے سال آکر عُمرہ کریں گے۔ مکہ میں داخل ہوتے وقت سوائے تلوار کے اور کوئی ہتھیار اُن کے پاس نہ ہوگا۔ تلوار بھی نیام کے اندر ہوگی اور تین دن سے زیادہ مکہ میں نہیں ٹھہریں گے۔ ان دنوں میں قریش شہر خالی کر کے باہر چلے جائیں گے۔

(۲) عرب کے ہر ایک قبیلے کو اختیار ہوگا کہ وہ فریقین میں سے جس کے ساتھ چاہے معاہدہ میں شریک ہو جائے۔

(۳) اگر قریش میں سے کوئی شخص مسلمان ہو کر مدینہ چلا جائے تو مسلمان اُس شخص کو قریش کے طلب کرنے پر واپس کر دیں گے۔ لیکن اگر کوئی مسلمان مکہ میں قریش کے پاس آجائیگا تو قریش اُسے واپس نہ کریں گے۔

(۴) اس صلح کی میعاد دس سال ہوگی۔ اس میعاد میں دونوں فریق آپس میں جنگ نہیں کریں گے اور باہم امن وامان کے ساتھ رہیں گے۔

معاہدہ کی تیسری شرط صحابہ کو سخت ناگوار اور گراں معلوم ہوتی تھی۔ اس شرط کو سُن کر سوائے حضرت ابوبکرؓ کے تمام مسلمان گھبرا اُٹھے۔ حضرت عمرؓ اِس کے سخت خلاف تھے۔ مگر آنحضرتؐ نے اِس شرط کو بھی منظور فرمالیا۔

حضرت ابوجندلؓ کا پابزنجیر قریش کی قید سے بھاگ کر آنا

قریش کا خیال تھا کہ معاہدہ کی تیسری شرط کے ڈر سے مکہ کا کوئی شخص آئندہ مسلمان

نہ ہوگا۔ لیکن اتفاق سے ابھی عہد نامہ لکھا ہی جارہا تھا کہ خود سہیل کے بیٹے ابوجندل جو مسلمان ہوگئے تھے اور مکہ میں کافروں نے اُن کو قید کر رکھا تھا اور طرح طرح کی اذیتیں دیتے تھے کسی طرح موقعہ پاکر قریش کی قید سے پاؤں میں بیڑیاں پہنے ہوئے بھاگ آئے اور آنحضرتؐ کی خدمت میں پہنچ گئے۔ کافروں نے انہیں اسلام لانے کے جرم میں سخت سزائیں دی تھیں اور ان کے جسم پر جابجا زخم تھے۔ انہوں نے وہ زخم دکھلائے اور فریاد کی کہ مجھے ضرور اپنے ساتھ مدینہ لے چلیں۔ سہیل نے آنحضرتؐ سے کہا کہ عہد نامہ کی شرط کے موافق ابوجندل ہم کو واپس دیا جائے۔ آپ نے فرمایا کہ ابھی معاہدہ قلمبند نہیں ہوا۔ معاہدہ کے مکمل ہوجانے پر اُس کے خلاف نہ ہوگا؛

سہیل نے کہا کہ تب ہماری اور آپ کی صلح نہیں ہوسکتی۔ آنحضرتؐ نے سہیل کو بہت سمجھایا۔ لیکن وہ راضی نہ ہوا۔ بالآخر ابوجندل کو سہیل کے سپرد کردیا گیا۔ سہیل وہیں سے ابوجندل کو مارتا ہوا مکہ کی طرف لے چلا؛

اس دردناک منظر کو دیکھ کر تمام مسلمان تڑپ اُٹھے۔ حضرت عمرؓ بہت بے تاب ہوگئے مگر آنحضرتؐ کے سمجھانے پر سب صبر کئے رہے۔ تمام صحابہ کے دل جوش سے لبریز تھے اور آنحضرتؐ کے اشارہ پر اس مظلوم اور ستم رسیدہ مسلمان کے لئے جانیں لڑا دینے پر آمادہ تھے۔ لیکن آنحضرتؐ نے ابوجندل کی طرف دیکھا اور فرمایا:۔

"ابوجندل! صبر سے کام لو۔ خدا تمہارے لئے اور دوسرے مظلوم مسلمانوں کے لئے کوئی راہ نکالے گا۔ صلح اب ہوچکی ہے اور

ہم اِن لوگوں سے بدعہدی نہیں کر سکتے۔"

صلح نامہ کی تکمیل کے بعد آنحضرتؐ اور مسلمانوں نے حدیبیہ کے مقام پر قربانیاں کیں اور احرام کھولے۔ اس کے بعد آنحضرتؐ مدینہ کو واپس تشریف لے آئے۔

سورۂ فتح کا نزول جب آنحضرتؐ مقام حدیبیہ سے مدینہ کی طرف روانہ ہوئے تو راہ میں سورۂ فتح نازل ہوئی اور خدا نے اِس صلح کو جس کی وجہ سے مسلمان شکستہ دل ہو رہے تھے ایک نمایاں فتح قرار دیا۔ اگرچہ اس وقت مسلمان شکستہ خاطر نظر آتے تھے مگر آئندہ پیش آنے والے واقعات نے ثابت کر دیا کہ یہ صلح درحقیقت اسلام کے لئے فتح کا حکم رکھتی تھی اور جن شرائط میں مسلمان اپنے آپ کو دبا ہوا سمجھتے تھے وہی شرائط بے حد مفید ثابت ہوئیں۔

صلح حدیبیہ کے مصالح اسلام کو اپنی اشاعت کے لئے صلح اور امن کی ضرورت تھی۔ اب تک قبائل عرب اور خاص کر قریش اسلام سے برسرِ پیکار رہتے تھے کفار کو مسلمانوں کے ساتھ باہم ملنے کا موقعہ نہ ملتا تھا۔ لیکن اب اِس صلح کے بعد آمد و رفت شروع ہو گئی۔ کفار مسلمانوں سے ملنے لگے۔ انہیں اسلام کی حقیقت معلوم کرنے کا موقع حاصل ہونے لگا اور اس طرح اسلام کی اشاعت کا راستہ صاف ہو گیا۔ مسلمانوں نے قبائل میں آنا جانا شروع کر دیا۔ کفار بھی تجارت کے لئے مدینہ میں آنے لگے۔ مسلمانوں کی نیکوکاری، پاکیزہ اخلاق، خوش معاملگی، راستبازی اور دیگر اعلیٰ صفات نے کفار کے دلوں پر بہت گہرا اثر کرنا شروع کیا اور کفار خود بخود اسلام کی طرف کھچتے ہوئے چلے آئے۔

اس صلح کے بعد اس کثرت سے لوگ مسلمان ہونے لگے کہ اس سے پہلے کبھی بھی اتنے مسلمان نہ ہوتے تھے۔ چنانچہ صلح کے بعد دو ہی سال کے عرصہ میں مسلمانوں کی تعداد دُوگنی ہوگئی؛

اسی زمانہ میں آنحضرتؐ نے بادشاہانِ عالم[1] اور دیگر بڑے بڑے رؤسائے قبائل کے ساتھ مراسلت شروع کر دی اور اپنے سفیروں کے ذریعہ ان کے نام دعوتِ اسلام کے خطوط بھیجے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ لوگ بکثرت اسلام میں داخل ہونے لگے اور مسلمانوں کی تعداد بڑھتی گئی؛

خالد بن ولید اور عمرو بن العاص کا اسلام لانا

انہیں ایام میں خالد بن ولید اور عمرو بن العاص مسلمان ہوئے۔ خالد قریش کے بڑے بہادر سپہ سالاروں میں سے تھے اور ہر معرکہ میں مسلمانوں کے مقابلہ میں نمایاں حصہ لیتے تھے؛

عمرو بن العاص قریش کے وفد کے سردار بن کر مسلمانوں کی مخالفت کیلئے شاہ حبش کے دربار تک پہنچے تھے۔ یہ دونوں مکہ سے نکل کر مدینہ میں آنحضرتؐ کی خدمت میں پہنچے اور اسلام لے آئے؛

مسلمانوں کے ایسے جانی دشمنوں کا خود بخود اسلام لے آنا مسلمانوں کی حقیقی فتح تھی۔ ان کے مسلمان ہو جانے سے اسلام کو بڑی تقویت پہنچی۔ مسلمان ہو جانے کے بعد انہوں نے اپنی تمام قوت اسلام کی حمایت میں صرف کر دی اور اسلام کے بڑے بہادر سپہ سالار ثابت ہوئے؛

---

[1] بادشاہانِ عالم کو دعوتِ اسلام دینے کا ذکر بالتفصیل آئندہ صفحات میں آئیگا؛

حضرت خالدؓ نے شام کا ملک فتح کیا اور حضرت عمرو بن العاص مصر کے فاتح ہوئے؛

قید خانہ میں حضرت ابوجندلؓ کی کوشش سے اسلام کی اشاعت

صلح کی تیسری شرط مسلمانوں کو سخت ناگوار معلوم ہوتی تھی۔ اسی شرط کے مطابق حضرت ابوجندلؓ کفار کے حوالے کر دیئے گئے تھے۔ کفار نے ان کو مکہ میں لاکر پھر قید کر دیا۔ لیکن انہوں نے اسلام کی محبت میں قید و بند کی ذلت، بھوک پیاس کی تکلیف اور کفار کے دردناک مظالم کو خوشی سے برداشت کرنا قبول کیا مگر اسلام کو چھوڑنا کسی طرح گوارا نہ کیا؛

حضرت ابوجندلؓ نے قید خانہ میں بھی اسلام کی تبلیغ کا کام شروع کر دیا۔ جو شخص بھی اُن کی نگرانی پر مقرر ہوتا تھا وہ اُسے اسلام کی خوبیاں سمجھا کر مسلمان بنا لیتے تھے۔ قریش اِن اسلام لانے والوں کو بھی ساتھ ہی قید کر دیتے تھے لیکن یہ سب مل کر قید خانہ ہی میں لوگوں کو اسلام کی دعوت دیتے رہتے تھے۔ چنانچہ صرف ابوجندلؓ کے قید ہو کر مکہ میں واپس جانے کی وجہ سے ایک سال اندر بے شمار اشخاص اسلام لے آئے؛

خود قریش کی درخواست پر نومسلموں کی واپسی کی شرط کا منسوخ کیا جانا

جو مسلمان اب تک مکہ میں تھے قریش اُن کو سخت تکلیف دیتے تھے۔ کچھ دنوں کے بعد ایک شخص ابوبصیرؓ جو مکہ میں اسلام قبول کر چکے تھے کفار کی سختیوں کی تاب نہ لا کر مکہ سے بھاگے اور مدینہ میں چلے آئے۔ قریش نے آنحضرتؐ کے پاس دو شخص بھیجے کہ معاہدہ کے مطابق ہمارا آدمی واپس کر دیا جا

آپ نے ان دونوں شخصوں کے ہمراہ ابو بصیرؓ کو واپس کر دیا۔

ابو بصیرؓ نے راستہ میں موقعہ پا کر ایک شخص کو قتل کر ڈالا۔ دوسرا شخص جان بچا کر بھاگا اور اس نے مدینہ میں پہنچ کر آنحضرتؐ سے شکایت کی اتنے میں ابو بصیرؓ بھی آ گئے اور کہنے لگے کہ یا رسولؐ اللہ! آپ نے معاہدہ کے مطابق مجھے واپس کر دیا۔ اب آپ پر کوئی ذمہ داری نہیں۔ اب جو کچھ مَیں نے کیا ہے اس کا ذمہ دار میں خود ہوں۔ یہ کہہ کر ابو بصیرؓ مدینہ سے چلے گئے اور ساحلِ سمندر کے قریب مقامِ عیص میں رہنے لگے۔

جب مکّہ کے ستم رسیدہ مسلمانوں کو معلوم ہوا کہ ابو بصیرؓ نے اپنی ہمت سے ایک جائے پناہ بنا لی ہے۔ تو وہ بھی مکّہ سے بھاگ کر مقامِ عیص میں آنے لگے۔ اب جو شخص بھی مکّہ میں مسلمان ہوتا تھا وہ یہیں آ جاتا تھا۔ حضرت ابو جندلؓ بھی مکہ سے بھاگ کر اِسی جگہ آ گئے۔

چند دنوں کے اندر مقامِ عیص میں اِن لوگوں کی جمعیت بڑھ گئی اور انہوں نے قریش مکہ کے اُن قافلوں کو روکنا شروع کر دیا جو ملک شام میں تجارت کے لئے جایا کرتے تھے۔ قریش نے مجبور ہو کر آنحضرتؐ کو پیغام بھیجا کہ "ہم معاہدہ کی تیسری شرط سے باز آئے اور ہم اسے منسوخ قرار دیتے ہیں۔ اب جو شخص مسلمان ہو کر مکہ سے مدینہ کو جائیگا ہم ہرگز اس کو واپس نہ لیں گے۔ آپ عیص والے مسلمانوں کو بھی اپنے ہی پاس مدینہ میں بلوالیں" آنحضرتؐ نے قریش کی اس درخواست کو منظور فرما لیا۔ اور عیص کے مسلمانوں کو مدینہ میں بلا لیا۔

۷ھ میں مسلمانوں کا طواف کعبہ کے لئے مکہ جانا اور اس کا نتیجہ

صلح حدیبیہ کی پہلی شرط کے مطابق آنحضرتؐ ماہ ذی قعدہ ۷ھ میں دو ہزار صحابہ کو ساتھ لے کر عمرہ ادا کرنے کے لئے مکہ کی طرف روانہ ہوئے۔ جب مکہ میں آپ کے آنے کی خبر پہنچی تو قریش بالعموم شہر خالی کر کے مکہ کے قریب ایک پہاڑی پر چلے گئے؛

آنحضرتؐ اور مسلمانوں نے تین دن مکہ میں قیام کیا۔ اور برسوں کی دیرینہ آرزو کو بڑے جوش سے پورا کیا۔ تین دن کے بعد آنحضرتؐ صحابہ کو لے کر واپس مدینہ کی طرف روانہ ہو گئے

مسلمانوں کے طریق عبادت کو دیکھ کر کفار کے دل پر بہت کچھ اثر ہوا مسلمان تین دن تک نہایت امن و سکون سے شہر میں رہے۔ کفار بالعموم شہر خالی کر کے چلے گئے تھے۔ مگر ان میں سے کسی کا ایک پائی کا بھی نقصان نہ ہوا مسلمانوں نے کسی کے جان و مال کو ذرہ برابر بھی نقصان نہ پہنچایا۔ اور پھر معاہدہ کی پوری دیانتداری کے ساتھ پابندی کرتے ہوئے تین دن تک قیام کرنے کے بعد خاموشی کے ساتھ مکہ سے چلے آئے؛

یہ سب باتیں ایسی تھیں جو کفار کے دل پر اپنا اثر کئے بغیر نہ رہیں اور بالآخر بے شمار لوگوں کے اسلام لانے کا باعث ہوئیں؛

غزوۂ خیبر

صلح حدیبیہ کے بعد قریشِ مکہ کی طرف سے تو مسلمانوں کو اطمینان ہو گیا

لیکن مدینہ میں آکر معلوم ہوا کہ علاقۂ خیبر کے یہودی پھر مدینہ پر حملہ کرنے کی تیاریاں کر رہے ہیں؛

یہودی اسلام کے سخت دشمن تھے۔ جب بنی نضیر مدینہ سے جلا وطن ہو کر خیبر میں آباد ہوئے تو انہوں نے تمام عرب کو اسلام کی مخالفت پر آمادہ کر دیا تھا۔ جس کا نتیجہ جنگِ احزاب کا معرکہ ہوا تھا جس میں کفار ناکام رہے۔

خیبر کے یہودیوں کی مدینہ پر حملہ کی تیاری

اب پھر یہودیوں نے سرکشی پر کمر باندھی اور یہود کے تمام قبائل خیبر میں جمع ہو کر مدینہ پر حملہ کرنے کی تیاری کرنے لگے۔ انہوں نے دوسرے قبائل عرب کو بھی مسلمانوں کے خلاف اُبھارنا شروع کر دیا؛

قبیلۂ غطفان عرب کا ایک مشہور اور طاقتور قبیلہ تھا: ان کی آبادی خیبر کے قریب ہی تھی۔ یہودیوں نے اس قبیلہ کو یہ کہہ کر اپنے ساتھ شریک کر لیا کہ فتح کے بعد مدینہ کی آدھی پیداوار تم کو دی جائے گی؛

یہودیوں نے مدینہ کے منافقین کو بھی درپردہ اپنے ساتھ ملا لیا۔ اور ان منافق جاسوسوں کی وجہ سے ان کو خیبر میں دو سو میل کے فاصلہ پر بیٹھے ہوئے مسلمانوں کی ہر ایک بات کی خبر ملتی رہتی تھی؛

آنحضرتؐ کا مدافعت کے لئے مدینہ سے روانہ ہونا

آنحضرتؐ نے جب یہودیوں کی ان تیاریوں کا حال سُنا تو آپ نے یہی مناسب سمجھا کہ حملہ آور دشمن کو آگے بڑھ کر روکا جائے تاکہ مدینہ کے اندر بدامنی پیدا ہونے کا اندیشہ نہ رہے۔ چنانچہ آپ ماہِ محرم ۷ھ میں سولہ سو صحابہ کے ساتھ جن میں دو سو

سوار اور باقی پیدل تھے غطفان اور یہود کے حملہ کی مدافعت کے لئے مدینہ سے خیبر کی طرف روانہ ہوئے؛

غطفان کی روک تھام

چونکہ آنحضرتؐ کو معلوم تھا کہ غطفان خیبر والوں کی امداد کے لئے آئیں گے اسلئے آپ نے خیبر کے قریب پہنچ کر مقام رجیع میں قیام فرمایا جو قبیلۂ غطفان اور خیبر کے درمیان واقعہ ہے۔ غطفان کو یہ خوف ہوا کہ مسلمان ان کی بستیوں کی طرف بڑھیں گے اس لئے وہ اپنے ہی گھروں میں مقابلہ کیلئے ٹھہرے رہے اور خیبر والوں کی مدد کے لئے نہ جا سکے؛

خیبر کے یہودیوں سے مقابلہ اور مسلمانوں کی فتح

خیبر کے علاقہ میں یہودیوں کے چھ مضبوط قلعے تھے۔ ان میں بیس ہزار سپاہی موجود تھے جو بڑے سازوساماں کے ساتھ جنگ کے لئے تیار رہتے۔ جب اسلامی لشکر خیبر میں پہنچا تو یہودیوں نے میدان میں نکل کر مسلمانوں کو مقابلہ کے لئے للکارا۔ چنانچہ لڑائی شروع ہو گئی۔ یہود کے چند بہادر مارے گئے۔ یہودیوں نے میدان میں مسلمانوں کا مقابلہ دشوار سمجھا اس لئے قلعہ بند ہو کر بیٹھ گئے۔ مگر لشکرِ اسلام نے سخت محاصرے اور مقابلے کے بعد یکے بعد دیگرے ان کے تمام قلعوں کو فتح کر لیا؛

اس جنگ میں پندرہ مسلمان شہید ہوئے اور ترانوے (۹۳) یہودی مارے گئے؛

فتح کے بعد خیبر کے یہودیوں نے آنحضرتؐ سے درخواست کی کہ اگر زمینیں بدستور سابق اُن کے قبضے میں رہنے دی جائیں تو وہ پیداوار کا آدھا حصہ ادا کر دیا کریں گے۔ آنحضرتؐ نے اُن کی یہ درخواست منظور فرمائی اور زمینیں

کُنجی بنی ہاشم کو عطا فرمائی جائے۔ مگر آپ نے فرمایا کہ "نہیں۔ آج کا دن تو سلوک اور عطیات کا دن ہے"۔

پھر آپ نے پہلے کلید بردار عثمان کو بلایا اور کُنجی اُنہیں دیدی اور فرمایا کہ "جو شخص تم سے یہ کُنجی چھینے گا وہ ظالم ہوگا"۔

یہاں یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ نبوت کے شروع زمانہ میں جب آنحضرتؐ مکہ میں تھے تو آپنے ایک دفعہ اِسی عثمان سے کہا تھا کہ مجھے کعبہ کھول دو۔ مگر انہوں نے انکار کر دیا تھا۔ اِس پر آنحضرتؐ نے انہیں فرمایا تھا کہ "اچھا تم دیکھ لینا کہ ایک دن یہ کُنجی میرے ہاتھ میں ہوگی اور میں جسے چاہوں گا اُسے دوں گا"۔ فتح مکہ کے دن عثمان کے ساتھ آنحضرتؐ کا اس قدر کریمانہ سلوک ظاہر کرتا ہے کہ آپ کے دل میں دشمن سے انتقام لینے کا خیال کبھی پیدا نہیں ہوا تھا۔

آنحضرتؐ کی تقریر مفتوحین اور دشمنوں کے سامنے

پھر آنحضرتؐ نے کعبہ کے دروازے پر کھڑے ہو کر ایک تقریر فرمائی جس کا آغاز یہ تھا:-

"خدا ایک ہے۔ جس کا کوئی شریک نہیں۔ اُس نے اپنا وعدہ سچا کر دکھایا۔ اپنے بندے کی مدد کی اور سارے گروہوں کو شکست دی۔ کسی شخص کو کہ جو خدا اور رسول پر ایمان لائے جائز نہیں کہ وہ حرم میں خونریزی کرے"۔

آنحضرتؐ کی خدمت میں اہل مکہ کا حاضر ہونا

اِس عرصہ میں مکہ کے سب سردار اور بڑے بڑے لوگ سامنے حاضر ہو گئے۔ یہ وہ لوگ تھے جو برابر اکیس سال تک اسلام کے مٹانے کی کوشش میں لگے رہے۔ یہ وہ لوگ

تھے جنہوں نے مسلمانوں کو اذیتیں دے کر وطن سے نکل جانے پر مجبور کیا تھا اوران کو تباہ کرنے کے لئے حبش اور شام تک سفر کئے تھے یہ وہ لوگ تھے جو مسلمانوں کو جلتی ہوئی ریت پر لٹا کر گرم گرم پتھر ان کے سینوں پر رکھدیا کرتے تھے۔ بے گناہ عورتوں کو صرف اسلام لانے کے جرم میں مار مار کر بیہوش کر دیا کرتے تھے۔ آنحضرتؐ کے راستہ میں کانٹے بچھا دیا کرتے تھے۔ اوران کی زبانیں رسول اللہ پر گالیاں برسایا کرتی تھیں۔

ان میں وہ بھی تھے جنہوں نے آنحضرتؐ کو خاندان سمیت تین سال تک ایک پہاڑی کے درہ میں بند کر کے بھوک اور پیاس کی تکلیفیں پہنچائی تھیں عظ کے وقت پتھروں کی بارش سے لہولہان کر دیا تھا اور ہر وقت آپ کے خون کے پیاسے رہتے تھے۔ اِن میں وہ بھی تھے۔ جنہوں نے مدینہ پر بار بار حملے کر کے مسلمانوں کو تین سو میل دور چلے جانے پر بھی امن سے نہ رہنے دیا تھا۔ او سینکڑوں بے گناہ مسلمان مرد اور عورتوں کو بے دریغ قتل کیا تھا۔ وہ بھی تھے جنہوں نے آنحضرتؐ کو اپنی تلواروں سے زخمی کیا تھا۔ اور آپ کے قتل کی سازشیں کی تھیں۔

آنحضرتؐ کا عفوِ عام رحمتِ عالم نے جب اِن لوگوں کی طرف دیکھا تو فرمایا:۔

"اے قومِ قریش! خدا نے آج تمہارے جاہلانہ تکبر و غرور کو مٹا دیا یاد رکھو۔ خدا کے ہاں اُس کی عزت زیادہ ہے جو زیادہ پرہیز گار ہو

پھر آپ نے ان لوگوں سے پوچھا کہ:۔

آگے ۱۶۵ = م

پھر آنحضرتؐ خود فوج لے کر طائف کی طرف روانہ ہوئے۔ وہاں پہنچ کر آپ نے قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ لیکن چند روز کے بعد آپ نے محاصرہ اُٹھا لیا اور واپس تشریف لے آئے کیونکہ صرف مدافعت ہی مقصود تھی؛

اسیرانِ جنگ اور مالِ غنیمت اس لڑائی میں چھ ہزار قیدی چوبیس ہزار اونٹ چالیس ہزار بکریاں اور چار ہزار اوقیہ چاندی مسلمانوں کے ہاتھ آئی مال غنیمت اور قیدی مقام جعرانہ میں رکھے گئے تھے۔ طائف سے آپ جعرانہ میں واپس آئے۔ قیدیوں کے متعلق آپ نے انتظار کیا کہ ان کے عزیز و اقارب آئیں توان سے گفتگو کی جائے۔ لیکن جب کئی روز گذر گئے اور کوئی نہ آیا تو آپ نے اسیرانِ جنگ اور مال غنیمت کو تقسیم فرما دیا؛

قبیلۂ ہوازن کا وفد آنحضرتؐ ابھی مقام جعرانہ ہی میں مقیم تھے کہ قبیلہ ہوازن کے سرداروں کا ایک وفد آنحضرت کی خدمت میں آیا۔ اِن لوگوں نے قیدیوں کی رہائی کی درخواست پیش کی۔ یہ وہی لوگ تھے جنہوں نے طائف میں جبکہ آنحضرتؐ لوگوں کو وعظ و نصیحت فرما رہے تھے آپ پر پتھر برسا کر تمام جسم کو لہو سے تر بہ تر کر دیا تھا اور حضرت زیدؓ آپ کو بیہوشی کی حالت میں اُٹھا کر لائے تھے؛

آنحضرتؐ نے اِن لوگوں کی درخواست سُن کر فرمایا کہ نماز کے بعد جب سب مسلمان جمع ہوں اُس وقت یہ درخواست پیش کرنا؛

آنحضرتؐ کا بے نظیر لطف وکرم اور عفو و رحم چنانچہ اِن لوگوں نے نماز کے بعد مجمع عام میں اپنی درخواست پیش کی۔ آنحضرتؐ نے فرمایا

کہ جس قدر قیدی میرے اور میرے خاندان کے حصہ میں ہیں ان سب کو میں بغیر کسی معاوضہ اور جرمانہ کے رہا کرتا ہوں۔ یہ سُن کر تمام انصار اور مہاجرین نے کہا کہ ہم بھی اپنے اپنے قیدیوں کو بلا کسی معاوضہ کے آزاد کرتے ہیں۔

اب صرف وہ قیدی باقی رہ گئے جو اُن کافروں اور بُت پرستوں کے حصہ میں تھے جو آنحضرتؐ کی امداد کے لئے از روئے معاہدہ اسلامی لشکر کے ساتھ آئے تھے۔ ان لوگوں کے نزدیک یہ ایک بالکل عجیب بات تھی کہ حملہ آور دشمن کو مغلوب کر لینے کے بعد اس پر اس قدر لطف و رحم کیا جائے چنانچہ انہوں نے اپنے حصہ کے قیدیوں کو آزاد کرنے سے انکار کر دیا۔

تب آنحضرتؐ نے انہیں اپنے پاس بلایا اور اُن سے قیدیوں کی رہائی کے بارے میں گفتگو فرمائی۔ چنانچہ ہر ایک قیدی کی قیمت چھ اونٹ قرار پائے یہ قیمت آنحضرتؐ نے اپنے پاس سے ادا کی اور اس طرح رحمتِ عالمؐ نے باقی تمام قیدیوں کو بھی رہائی دلائی۔

اس کے بعد آپ نے سب کے سب چھ ہزار قیدیوں کو اپنے پاس سے لباس پہنا کر رخصت فرمایا۔

آنحضرتؐ کے بے نظیر لطف و کرم سے چھ ہزار قیدی ذرا سی دیر میں آزاد ہو گئے۔ حملہ آور اور جانی دشمنوں پر غلبہ پا لینے کے بعد اس قدر لطف و رحم فرمانا حضور ہی کی شانِ رحمت تھی۔ دنیا بھر کی تاریخ میں ایسی بے نظیر فیاضی اور رحم کی مثال ملنی دشوار ہے۔

اسیرانِ جنگ میں آنحضرتؐ کی رضاعی بہن اِن قیدیوں میں آنحضرتؐ

کی دایہ حلیمہ سعدیہ کی بیٹی شیما بھی تھیں۔ لوگوں نے جب ان کو گرفتار کیا تو انہوں نے کہا کہ میں تمہارے پیغمبر کی دودھ بہن ہوں۔ لوگ انہیں آنحضرتؐ کے پاس لائے۔ آپ نے ان سے فرمایا کہ تمہارے پاس اس بات کا کوئی ثبوت بھی ہے؟ انہوں نے اپنی پیٹھ کھول کر دکھائی کہ ایک دفعہ بچپن میں آپنے دانت سے کاٹا تھا۔ جس کا نشان ابھی تک باقی ہے۔ آپنے فرمایا کہ درست ہے یہ کہکر آپ نے اپنی چادر بچھا دی اور اس پر اُن کو بٹھایا۔ پھر فرمایا کہ اگر تم میرے پاس رہنا چاہو تو میرے گھر پر چل کر رہو اور اگر اپنی قوم میں جانا چاہو تو تم کو اختیار ہے۔ انہوں نے اپنی قوم میں جانا پسند کیا۔ آنحضرتؐ نے انہیں بہت سامال و متاع دے کر عزت و احترام سے رخصت کیا؛

تالیفِ قلوب کے لئے روسائے قریش پر آنحضرتؐ کی بخشش۔

آنحضرتؐ نے مال غنیمت میں سے تالیف قلوب کی خاطر اُن روٗسائے قریش کو بڑے بڑے حصّے دئے جو نئے نئے مسلمان ہوئے تھے اِس پر انصار کے بعض نوجوانوں کو کچھ ملال سا ہوا اور انہوں نے آپس میں کہا کہ آنحضرتؐ نے قریش کو بہت کچھ عطا فرمایا ہے اور ہم کو معمولی حصّہ سے زیادہ کچھ نہیں ملا حالانکہ ہم زیادہ مستحق ہیں؛

جب آنحضرتؐ نے یہ بات سنی تو انصار کو طلب فرمایا اور اُن سے پوچھا کہ کیا تم لوگوں نے ایسا کہا ہے؟ انصار نے عرض کیا کہ صرف ہمارے چند نوجوانوں نے ایسی باتیں کہیں ہیں۔ کسی سر برآوردہ آدمی نے ایسی کوئی بات نہیں کہی۔ آنحضرتؐ نے یہ سُن کر فرمایا کہ:۔

"کیا یہ سچ نہیں ہے کہ تم لوگ گمراہ تھے۔ خدا نے میری بدولت تم کو ہدایت عطا فرمائی۔ تم لوگ آپس میں ایک دوسرے کے دشمن تھے میرے ذریعہ سے تم میں اتفاق پیدا ہوا۔ تم مفلس تھے میری بدولت اللہ نے تم کو دولت مند کیا"
آپ یہ فرماتے جاتے تھے اور انصار ہر ہر فقرہ پر کہتے جاتے تھے کہ بے شک اللہ اور اس کے رسول کا ہم پر بڑا احسان ہے۔
پھر آپ نے فرمایا کہ :۔
"نہیں تم مجھ کو جواب دے سکتے ہو کہ ساری دنیا نے تجھ کو جھٹلایا اور ہم نے تیری تصدیق کی۔ سب نے تجھ کو چھوڑ دیا اور ہم نے پناہ دی۔ تو محتاج تھا ہم نے تیری مدد کی۔ تم یہ جواب دو اور میں تمہاری اِن سب باتوں کی تصدیق کروں گا۔
لیکن اے جماعتِ انصار! کیا تم کو یہ پسند نہیں کہ لوگ اونٹ اور بکریاں لے کر جائیں اور تم محمد (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم) کو اپنے گھر لے جاؤ"۔
آنحضرت ﷺ کی یہ پُر اثر تقریر سُن کر انصار بے اختیار رو پڑے اور آنسوؤں سے اُن کی ڈاڑھیاں تر ہو گئیں۔ سب نے کہا کہ "ہم کو صرف محمد (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم) درکار ہیں"۔
پھر آپ نے انصار کو سمجھایا کہ یہ لوگ ابھی تازہ مسلمان ہوئے ہیں۔ صرف تالیفِ قلوب کے خیال سے ان کو زیادہ مال دیا گیا ہے یہ نہیں کہ اُن کا حق

اِن کے قبضہ ہی میں رہنے دیں۔

خیبر کی فتح کے بعد یہودیوں کی قوت بالکل ٹوٹ گئی اور مسلمانوں کو انکی فتنہ انگیزیوں سے نجات ملی۔

سَرِیَّہ مُوتہ[1]

صلح حدیبیہ کے بعد جب مشرکین کی طرف سے آنحضرتؐ کو اطمینان ہوگیا تو آپ نے بادشاہانِ عالم کے نام دعوتِ اسلام کے خطوط اپنے سفیروں کے ہاتھ روانہ کئے۔ ان خطوط نے اکثر درباروں میں بہت ہی اچھا اثر کیا۔

حاکم بُصریٰ کا اسلامی سفیر کو شہید کر دینا آنحضرتؐ نے جو تبلیغی اور دعوتی خطوط بادشاہوں اور بڑے بڑے رؤسا کو بھیجے ان میں سے ایک خط شُرحبیل بن عمرو غسانی کے نام تھا۔ جو بُصریٰ کا بادشاہ اور قیصرِ روم کا ماتحت تھا۔ یہ خط حارث بن عمیر لے کر گئے تھے۔ شُرحبیل نے ان کو شہید کر دیا اسلامی سفیر کے بلاوجہ قتل کئے جانے کی خبر جب مدینہ میں پہنچی تو مسلمانوں کو سخت صدمہ ہوا

مقتول سفیر کے قصاص کے لئے اسلامی فوج کی روانگی حارث کے قتل کی وجہ سے سفیروں کی جانیں خطرہ میں پڑ گئیں۔ اس لئے ماہ جمادی اوّل ۸ھ میں آنحضرتؐ نے مقتول سفیر کے قصاص کے لئے تین ہزار فوج شام

---

[1] مورخین نے یہ اصطلاح مقرر کی ہے کہ جس واقعہ میں آنحضرتؐ خود شریک ہوتے اس کو غزوہ کہتے ہیں اور جس میں آپ خود شریک نہ ہوتے تھے بلکہ کسی صحابی کو افسر مقرر کرکے بھیجتے تھے وہ سَرِیّہ کہلاتا ہے۔

کی طرف روانہ کی۔

اگر آنحضرتؐ اِس مہم کے روانہ کرنے میں تامّل فرماتے تو شام کی طرف سے مدینہ پر حملہ ہو جانا یقینی بات تھی۔ اور اگر کسی بیرونی بادشاہ کا حملہ مدینہ پر ہو جاتا تو عرب کا تمام مُلک از سرِ نو پھر مسلمانوں کی مخالفت اور تباہی پر آمادہ ہو جاتا۔

آنحضرتؐ نے زید بن حارثہؓ کو اِس لشکر کا سردار بنایا۔ یہ آپکے آزاد کردہ غلام تھے۔ آپ نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ اگر زیدؓ شہید ہو جائیں تو حضرت جعفر طیارؓ لشکر کے سردار ہوں گے۔ یہ بھی شہید ہو جائیں تو عبداللہ بن رواحہؓ فوج کے سردار ہوں گے۔ اگر یہ بھی شہید ہو جائیں تو پھر جس کو سب لوگ پسند کریں اپنا سردار بنالیں۔

موتہ میں کفار کا اِجتماعِ عظیم

جب اسلامی فوج کوچ کرتی ہوئی مقام معان میں پہنچی تو اِن کو اطلاع ملی کہ شرحبیل حاکمِ بُصریٰ بجائے اس کے کہ اسلامی سفیر کے ناحق قتل پر کسی قسم کی ندامت اور پشیمانی کا اظہار کرتا ایک لاکھ جرّار فوج لے کر مقامِ موتہ میں مسلمانوں کے مقابلہ کے لئے تیار ہو گیا ہے اور موتہ کے قریب ہی خود قیصر روم بھی بے شمار فوج لے کر خیمہ زن ہے۔

حضرت زیدؓ نے چاہا کہ اِن حالات کی آنحضرتؐ کو اطلاع دی جائے اور آپ کے حکم کا انتظار کیا جائے لیکن حضرت عبداللہ بن رواحہؓ نے کہا کہ "ہم لوگ شہادت کی جستجو میں نکلے ہیں۔ ہمیں مقامِ موتہ کی طرف بڑھ کر کفار کا مقابلہ کرنا چاہیئے۔ اِس کا نتیجہ اِن دو نیکیوں سے خالی نہ ہوگا کہ یا تو ہم فتح پائیں گے اور یا ہم کو شہادت نصیب ہوگی۔"

تین ہزار مسلمانوں کا کفار کے ایک لاکھ جرّار لشکر سے مقابلہ

حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کے اِن بہادرانہ الفاظ کو سن کر تمام مسلمانوں میں جوش پیدا ہوگیا۔ اسلامی فوج آگے بڑھی۔ بالآخر مقام موتہ میں دونوں لشکروں کا مقابلہ ہوا۔ ایک طرف ایک لاکھ کفار کا جرّار لشکر تھا۔ دوسری طرف صرف تین ہزار مسلمان تھے؛

حضرت زیدؓ بڑی بہادری سے کفار کے ساتھ لڑتے لڑتے شہید ہوگئے ان کے بعد حضرت جعفرؓ نے جھنڈا ہاتھ میں لے لیا؛

حضرت جعفر طیّار کی بے نظیر شجاعت

حضرت جعفر طیّارؓ نے بہت سے کفار کو قتل کیا آخر اُن کا گھوڑا زخمی ہوکر گرگیا۔ مگر وہ پیادہ دشمنوں سے لڑتے رہے۔ کفار نے اِن کو گھیر لیا۔ مقابلہ میں اُن کا دایاں ہاتھ کٹ کر الگ جا پڑا۔ مگر انہوں نے بائیں ہاتھ سے جھنڈے کو سنبھالے رکھا۔ کفار نے ان کا بایاں ہاتھ بھی کاٹ دیا۔ لیکن وہ پھر بھی جھنڈے کو گردن سے لگا کر سینے سے سنبھالے رہے یہاں تک کہ تلواروں سے چُور ہوکر گر پڑے۔ ان کے جسم پر تقریبًا ایک سو زخم تھے اور سب کے سب سامنے کی طرف تھے۔ پیٹھ کی طرف ایک بھی زخم نہ تھا؛

ان کی شہادت کے بعد حضرت عبداللہ بن رواحہؓ نے علم ہاتھ میں لے لیا۔ وہ بھی بڑی بہادری سے لڑ کر شہید ہوگئے؛

حضرت خالدؓ کی بہادری

اب حضرت خالدؓ سردار بنے اور نہایت بہادری سے لڑے۔ اس روز آٹھ تلواریں ان کے ہاتھ سے ٹوٹ ٹوٹ کر گریں؛

حضرت خالدؓ نے اِس خوبی سے دشمنوں کے کثیر لشکر پر پے در پے حملے کئے کہ کفار کے حوصلے پست ہو گئے اور وہ بھاگ جانے پر مجبور ہو گئے؛

اس لڑائی میں کل بارہ مسلمان شہید ہوئے۔ یہ لڑائی مسلمانوں اور عیسائیوں کے درمیان تھی؛

اس جنگ کے بعد آنحضرتؐ نے حضرت خالدؓ کو "سیف اللہ" یعنی "خدا کی تلوار" کا خطاب عطا فرمایا؛

فتحِ مکّہ

ماہِ رمضان سنہ ۸ھ مطابق ماہِ جنوری سنہ ۶۳۰ء

قریشِ مکہ کی عہد شکنی بنو خزاعہ اور بنو بکر عرب کے دو مشہور قبیلے تھے۔ ان میں باہمی عداوت تھی اور مدت سے ان میں لڑائیاں چلی آتی تھیں۔ لیکن صلحِ حدیبیہ کی رُو سے بنو خزاعہ آنحضرتؐ کے حلیف بن گئے تھے اور بنو بکر قریشِ مکہ کے حلیف ہو گئے تھے۔ اب وہ ایک دوسرے پر حملہ آور نہیں ہو سکتے تھے؛

صلحِ حدیبیہ کو ابھی دو برس بھی نہ ہوئے تھے کہ بنو بکر نے بنو خزاعہ سے انتقام لینے کا ارادہ کر لیا۔ قریشِ مکہ کا فرض تھا کہ وہ اپنے حلیف بنو بکر کو اس ارادہ سے روکتے اور آنحضرتؐ کے حلیف اور ہم عہد قبیلہ بنو خزاعہ پر خود بھی کسی قسم کا حملہ کرنے سے باز رہتے۔ کیونکہ صلحِ حدیبیہ کی رو سے دس سال کے لئے صلح ہو چکی تھی؛

لیکن رؤسائے قریش نے عہد شکنی کرتے ہوئے بنو بکر کو علانیہ ہتھیاروں

وغیرہ سے مدد دی اور قریش کے بعض سردار لڑائی میں بھی بنو بکر کے ساتھ شامل ہوئے۔ بنو بکر معہ سردارانِ قریش رات کے وقت اچانک بنو خزاعہ پر حملہ آور ہوئے اور اُن کو قتل کرنا شروع کر دیا۔ بنو خزاعہ بالکل بے خبری میں سو رہے تھے۔ جب ان پر حملہ ہوا تو انہوں نے مجبوراً بھاگ کر حرم کعبہ میں پناہ لی۔ کفار کے نزدیک بھی حدودِ حرم میں خونریزی حرام تھی۔ لیکن ظالموں نے انکو وہاں بھی نہ چھوڑا اور عین حرم کے حدود کے اندر بنو خزاعہ کا خون بہایا۔ اور پھر ان کے گھروں میں گھس کر اُن کا سب مال و اسباب لوٹ لیا۔

آنحضرتؐ کے پاس اس عہد شکنی کی شکایت اور دادرسی کی درخواست

خزاعہ کے چالیس آدمی جنہوں نے بھاگ کر اپنی جان بچالی تھی فریاد لے کر آنحضرتؐ کے پاس مدینہ میں پہنچے۔ ان لوگوں نے اپنی مظلومی کی پُردرد داستان سُنائی اور کہا کہ:۔

"قریش نے آپ کے ساتھ وعدہ خلافی کی ہے۔ اور انہوں نے اُس مضبوط معاہدہ کو علانیہ توڑ ڈالا ہے جو آپ سے کیا تھا۔ انہوں نے ہمیں خشک گھاس کی طرح پامال کر دیا ہے اور وہ سمجھتے ہیں کہ ہماری مدد کو کوئی نہیں آئے گا۔ اے پیغمبرِ خدا ہماری امداد کرو اور خدا اور خدا کے بندوں کو بھی ہماری مدد کے لئے بلاؤ۔"

خزاعہ والوں نے اپنے تمام دردناک حالات نظم میں بیان کئے آنحضرتؐ کو تمام واقعات سُن کر بہت رنج ہوا۔

قریش سے مصالحت کی کوشش

آپ نے قریش کے پاس ایک قاصد کے

ذریعہ پیغام بھیجا کہ وہ مقتولوں کا خونبہا ادا کریں یا بنو بکر کی حمایت سے الگ ہو جائیں۔ اور اگر قریش کو ان دونوں باتوں میں سے کوئی بھی منظور نہ ہو تو پھر اعلان کر دیں کہ حدیبیّہ کا معاہدہ ٹوٹ گیا؛

قریش نے کہلا بھیجا کہ ہم نہ تو خونبہا دیتے ہیں اور نہ ہی بنو بکر کی حمایت سے دست بردار ہوتے ہیں بلکہ ہمیں آخری بات منظور ہے؛

ابوسفیان کا مدینہ میں آنا لیکن قاصد کے چلے جانے کے بعد قریش اپنی اس حرکت پر بہت پشیمان ہوئے۔ انہوں نے خیال کیا کہ مسلمان معاہدہ کے مطابق خزاعہ کی ضرور امداد کریں گے۔ اس لئے انہوں نے حدیبیہ کے معاہدہ کی تجدید کرانے کے لئے اپنے رئیس ابوسفیان کو مدینہ میں آنحضرتؐ کے پاس بھیجا۔ لیکن چونکہ فریق مظلوم کی دادرسی کی کوئی صورت نہ تھی۔ اس لئے آنحضرتؐ راضی نہ ہوئے اور ابوسفیان کو ناکام مکہ واپس آنا پڑا؛

آنحضرتؐ کی مکہ کی طرف روانگی آنحضرتؐ نے مسلمانوں کو مکہ کی تیاری کا حکم دیدیا اور ہر طرح سے احتیاط رکھی کہ قریش مکہ کو کسی قسم کی خبر نہ ہونے پائے؛

غرض دس رمضان ۸ھ مطابق یکم جنوری ۶۳۰ء کو آنحضرتؐ دس ہزار صحابہ کو ساتھ لے کر مکہ کی طرف روانہ ہوئے اور بہت تیزی سے مکہ کی طرف چلے؛

مکہ کے قریب پہنچ کر آنحضرتؐ کا قیام اسلامی لشکر بڑھتا ہوا مکہ کے قریب پہنچ گیا۔ جب مکہ صرف چار کوس کے فاصلہ پر رہ گیا تو اسلامی لشکر نے پڑاؤ ڈال دیا۔ ابھی تک مکہ والے بالکل بے خبر تھے اور انہیں بالکل علم نہ تھا کہ اس عہد شکنی کے بدلہ میں مسلمان اُن کے ساتھ کیا کریں گے؛

رات کے وقت آنحضرتؐ کے حکم سے اسلامی فوج نے الگ الگ سب ڈیروں میں آگ جلائی جس سے تمام وادی روشن ہوگئی۔

اب جب اسلامی لشکر بالکل سر پر آگیا تو اس کی افواہ مکہ والوں کے کانوں تک بھی پہنچ گئی۔ قریش نے ابوسفیان اور چند دوسرے آدمیوں کو تحقیق کے لئے باہر بھیجا۔ انہوں نے مکہ سے باہر نکلتے ہی دیکھا کہ سارے بیابان میں ہر طرف آگ روشن ہے اور آدمی ہی آدمی نظر آتے ہیں۔ ابوسفیان کے ہوش و حواس اڑ گئے۔

ابوسفیان آنحضرتؐ کی خدمت میں

آنحضرتؐ کے چچا حضرت عباسؓ کا دل اپنی قوم کے لئے بے چین تھا۔ وہ چاہتے تھے کہ جب اسلامی فوج مکہ کی طرف بڑھے تو قریش مقابلہ کے لئے نہ نکلیں بلکہ خاموشی اور امن سے اپنے گھروں میں بیٹھے رہیں اور لڑائی سے باز رہیں۔ کیونکہ مقابلہ اور جنگ کی صورت میں قریش کا تباہ ہوجانا یقینی بات تھی۔ حضرت عباسؓ کو یقین تھا کہ اگر اہل مکہ مزاحمت نہ کریں گے تو آنحضرتؐ اُن پر ہر طرح سے رحم فرمائیں گے۔

چنانچہ وہ رات کے وقت آنحضرتؐ کے خچر دُلدل پر سوار ہوکر لشکرگاہ سے نکلے اور مکہ کی طرف چلے۔ انہیں راستہ میں ابوسفیان مل گیا۔ حضرت عباسؓ نے ابوسفیان کو خطرہ سے آگاہ کیا اور ان کو اپنے پیچھے خچر پر سوار کرکے تیز رفتاری سے آنحضرتؐ کے پاس لے آئے تاکہ ان کے لئے امان مانگ لیں۔

اسلام کے سب سے بڑے دشمن پر رحمتِ عالمؐ کا عفو و کرم

ابوسفیان اسلام کے سب سے بڑے دشمن تھے۔ وہ اپنے افعال کی وجہ سے قتل کے مستحق تھے۔ وہ مکہ میں مسلمانوں کو بے حد ستاتے رہے۔ قبائل عرب کو

اسلام کے خلاف برانگیختہ کرتے رہے۔ مسلمانوں کو تباہ کرنے کے لئے بار بار فوجیں لے کر مدینہ پر چڑھائی کرتے رہے۔ آنحضرتؐ کو خفیہ طور پر قتل کرانے کی سازشیں کرتے رہے۔ غرض انہوں نے مسلمانوں کو تباہ و برباد کرنے میں کوئی دقیقہ اُٹھا نہیں رکھا تھا۔ ان باتوں کی وجہ سے تمام مسلمان اُن کے خون کے پیاسے تھے؛

جب حضرت عباسؓ ان کو آنحضرتؐ کے پاس لے جا رہے تھے تو حضرت عمرؓ نے ابوسفیان کو دیکھ کر پہچان لیا۔ فوراً تلوار لے کر بڑے جوش میں دربار رسالت میں پہنچے اور عرض کی کہ یا رسول اللہ! حکم دیجئے کہ اس دشمن اسلام کی گردن اُڑا دوں۔ حضرت عباسؓ نے جان بخشی کی درخواست کی۔ آنحضرتؐ نے حضرت عمرؓ کو روکا اور ابوسفیان کو امان دے کر حضرت عباسؓ کے حوالہ کر دیا؛

ابوسفیان کا اسلام ابوسفیان رات بھر حضرت عباسؓ کے خیمہ میں رہے۔ صبح کو انہوں نے مسلمان ہونے کا فیصلہ کر لیا اور خود بخود آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام لے آئے؛

اسلامی فوج کو ہدایات اور احکامِ رحم کا اعلان دوسرے دن صبح آنحضرتؐ نے حکم دیا کہ فوج مختلف راستوں سے شہر میں داخل ہو۔ اگرچہ اہلِ مکہ نے آنحضرتؐ اور مسلمانوں کو بہت ستایا تھا، پھر ہجرت کے بعد مکہ سے تین سو میل دور چلے جانے پر بھی انہیں امن سے رہنے نہ دیا تھا، اور اسلام کے استیصال کے لئے بار بار قبائل عرب کو برانگیختہ کر کے مسلمانوں پر حملے کئے تھے مگر آنحضرتؐ کے دل میں انتقام کا جذبہ ہرگز موجود نہ تھا۔ آپ نہیں چاہتے تھے کہ مکہ

میں خونریزی ہو اس لئے آپؐ نے فوج کو ہدایت فرمائی کہ مکہ میں داخل ہو کر مندرجہ ذیل احکام کی پابندی کرے۔ اہلِ مکہ میں بھی اِن احکام کا اعلان کر دیا گیا تھا:۔

(۱) جو شخص ہتھیار ڈال دے اُسے قتل نہ کیا جائے؛

(۲) جو شخص خانۂ کعبہ کے اندر چلا جائے اُسے قتل نہ کیا جائے؛

(۳) جو شخص اپنے گھر کا دروازہ بند کر کے اندر بیٹھ رہے اسے قتل نہ کیا جائے؛

(۴) جو شخص ابو سفیان کے گھر میں چلا جائے اُسے قتل نہ کیا جائے؛

(۵) جو شخص حکیم بن حزام کے گھر میں جا رہے اُسے قتل نہ کیا جائے؛

(۶) جو شخص بھاگ جائے اُس کا تعاقب نہ کیا جائے؛

(۷) زخمی کو قتل نہ کیا جائے؛

(۸) قیدی کو قتل نہ کیا جائے؛

مکہ میں آنحضرتؐ کا پُرامن داخلہ اسلامی لشکر شوکت و شان کے ساتھ مکہ کی طرف بڑھا۔ تمام دستے بلا مقابلہ پُرامن طریقہ پر شہر میں داخل ہوئے۔ صرف حضرت خالدؓ کے دستہ سے کچھ مقابلہ ہوا۔ قریش کے ایک گروہ نے حضرت خالدؓ کی فوج پر تیر برسانے شروع کر دئے۔ حضرت خالدؓ کو مجبور ہو کر مقابلہ کرنا پڑا اور وہ لوگ بھاگ نکلے؛

داخلہ مکہ کے وقت آنحضرتؐ کا انکسار جب آنحضرتؐ مکہ میں داخل ہوئے تو آپ کے ارد گرد اسلامی افواج کا سمندر موجیں مار رہا تھا۔ ہر طرف سے تکبیر کے نعرے بلند ہو رہے تھے۔ عجب شاہانہ منظر تھا ایک وہ دن بھی تھا کہ مکہ کے لوگوں نے آپ کو بے سروسامانی کے عالم میں

یہاں سے نکالا تھا۔ لیکن آج اسلام کے سب سے بڑے دشمنوں کا جان و مال آپ ہی کے رحم و کرم پر تھا۔ ان مخالفین کے شہر میں جب آنحضرتؐ مسلمانوں کا ایک جرّار اور پُرجوش لشکر لے کر فاتحانہ حیثیت سے داخل ہوئے تو آپ کی انکساری کا یہ عالم تھا کہ آپ اپنے سر کو اِس قدر جھکائے ہوئے تھے کہ اونٹ کے کجاوے سے آکر مل گیا تھا۔ آپ قرآن شریف پڑھتے جا رہے تھے اور بار بار خدا کا شکر بجا لا رہے تھے۔

خانۂ کعبہ کی تطہیر مکہ میں داخل ہونے کے بعد آنحضرتؐ نے پہلے حرم کعبہ کو بتوں اور تصویروں سے پاک و صاف کیا۔ بیت اللہ کے گرد اس وقت تین سو ساٹھ بُت رکھے ہوئے تھے۔ آپ ایک ایک کو لکڑی کی نوک سے گراتے جاتے تھے اور یہ پڑھتے جاتے تھے۔

جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ۚ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا۔
(سورۂ بنی اسرائیل)

حق آگیا اور باطل مٹ گیا اور باطل مٹنے ہی کی چیز ہے۔

اِس کام سے فارغ ہونے کے بعد آپ نے عثمان بن طلحہ کو طلب فرمایا جو کعبہ کے کنجی بردار تھے اُن سے کنجی لے کر کعبہ کا دروازہ کھلوایا۔ کعبہ کے اندر جس قدر بُت تھے سب نکلوا دئے۔ پھر آپ اندر داخل ہوئے۔ تکبیریں کہیں اور نماز ادا کی۔

عثمان بن طلحہ سے آنحضرتؐ کا سلوک جب آنحضرتؐ عبادت سے فارغ ہو کر کعبہ سے باہر آئے تو آپ کے چچا حضرت عباسؓ نے عرض کی کہ کعبہ کی

"اے جماعتِ قریش! تم کو کچھ معلوم ہے کہ میں تمہارے ساتھ کیا سلوک کروں گا"؟

قریش اگرچہ دردناک مظالم کے مرتکب ہو چکے تھے اور اپنے سفاکانہ اور مجرمانہ افعال و اعمال کی وجہ سے اپنے آپ کو قتل اور سزا کا مستحق سمجھتے تھے مگر آنحضرتؐ کے مکارمِ اخلاق سے خوب واقف تھے، کہنے لگے کہ:-

"ہم آپ سے بھلائی کی توقع رکھتے ہیں کیونکہ آپ ہمارے بزرگ بھائی ہیں اور بزرگ بھائی کے بیٹے ہیں"

آپ نے ارشاد فرمایا:-

"جاؤ تم سب آزاد ہو۔ آج تم پر کچھ مواخذہ نہیں"

ایسے گردن زدنی ظالموں اور مجرموں پر رحم فرمانا حضورؐ ہی کی شانِ رحمت تھی۔ آپ نے نہ صرف مکہ ہی فتح کیا بلکہ درحقیقت اپنے اخلاق کریمانہ سے اہل مکہ کے دلوں کو بھی فتح کر لیا۔ آپ کے اس عفوِ عام کی وجہ سے دشمن دوست بن گئے اور جاں ستان، جان نثار ہو گئے۔

خاص خاص مجرموں کی معافی فتح مکہ کے موقع پر جن لوگوں کو معافی دی گئی ان میں ایک ہبار بھی تھا۔ جس نے آنحضرتؐ کی صاحبزادی حضرت زینبؓ کو اس وقت نیزہ مارا تھا جب کہ وہ مکہ سے مدینہ کی طرف ہودج میں بیٹھی جا رہی تھیں۔ حضرت زینبؓ کا کجاوہ گر گیا تھا۔ اِس صدمہ کی وجہ سے اُن کا حمل ساقط ہو گیا تھا اور آخرکار اِسی تکلیف سے چند مہینے بیمار رہ کر انہوں نے وفات پائی تھی۔

وحشی کو بھی معافی دی گئی تھی جس نے آنحضرتؐ کے چچا حضرت امیر حمزہؓ کو دھوکہ سے مارا تھا اور پھر اُن کی نعش کو بھی بہت بے حرمت کیا تھا معافی پانے والوں میں ابوسفیان کی بیوی ہند بھی تھی جس نے حضرت حمزہؓ کا کلیجہ نکال کر دانتوں سے چبایا تھا اور ناک کان کاٹ کر دھاگے میں ڈالکر گلے کا ہار بنایا تھا؛

ایسے سنگ دل اور وحشی انسانوں پر رحم کرنا آنحضرتؐ ہی کی شانِ رحمت تھی قریش نے آنحضرتؐ کے اِس ترحم اور مہربانی کو دیکھ کر خود بخود اسلام کی طرف قدم بڑھایا اور بہت سے قریش اُسی دن مسلمان ہو گئے۔ قریش میں سے جو لوگ کفر اور بت پرستی پر قائم رہے وہ بھی کچھ دنوں کے بعد اسلام لے آئے

اسلام لانے والوں سے بیعت

پھر آنحضرتؐ کوہِ صفا پر جا بیٹھے۔ جو لوگ اسلام قبول کرنے آتے تھے آپ کے ہاتھ پر بیعت کرتے تھے۔ بیعت کرنے والوں کو اقرار کرنا پڑتا تھا کہ خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں گے۔ چوری، زنا، جھوٹ اور خونِ ناحق کے مرتکب نہ ہوں گے۔ لڑکیوں کو قتل نہ کریں گے اور کسی پر بہتان نہ باندھیں گے؛

مردوں کی بیعت سے فارغ ہونے کے بعد آپ نے عورتوں سے بیعت لی عورتوں سے بیعت لینے کا طریقہ یہ تھا کہ پہلے ان سے مندرجہ بالا باتوں کا اقرار لیا جاتا تھا۔ پھر پانی کے ایک پیالے میں آنحضرتؐ اپنا ہاتھ ڈبو کر نکال لیتے تھے۔ آپ کے بعد بیعت کرنے والی عورت اُسی پیالہ میں ہاتھ ڈبوتی تھی؛

مہاجرین کو اُن کے مکانات واپس دلانے سے آنحضرتؐ کا انکار

جب مسلمان کفار مکہ کے ظلم وستم سے تنگ آکر مدینہ کی طرف ہجرت کر کے چلے گئے تھے تو کفار نے اُن سب کے مکانات پر قبضہ کر لیا تھا۔ مکہ فتح ہو جانے کے بعد اب مہاجرین نے آنحضرتؐ سے درخواست کی کہ اُن کے مکانات واپس دلائے جائیں۔ لیکن آپ نے اس درخواست کو منظور نہ فرمایا بلکہ آپ نے مہاجرین کو حکم دیا کہ وہ اپنے مکانات سے دست بردار ہو جائیں۔

آنحضرتؐ نے دشمنانِ جان اور مخالفینِ اسلام کے ساتھ اِس قدر سلوک فرمایا کہ مسلمان مہاجرین کو اپنے حقوق سے بھی دست بردار ہونا پڑا۔

فضالہ کا قتل کے ارادہ سے آنا اور مسلمان ہو جانا

فتح مکہ کے دوسرے دن آنحضرتؐ کعبہ کا طواف کر رہے تھے کہ فضالہ نے آپ کو قتل کر دینے کا ارادہ کیا اور اِس ارادہ سے آپ کی طرف بڑھا۔ جب وہ آپ کے پاس پہنچا تو آپ نے فرمایا کہ "فضالہ کس ارادہ سے آ رہے ہو؟"

فضالہ نے کہا کہ "کچھ نہیں۔ مَیں تو صرف خدا کا ذکر کر رہا ہوں۔"

آنحضرتؐ نے ہنس کر فرمایا کہ "اچھا تم خدا سے اپنے لئے معافی مانگو" پھر آپ نے اپنا ہاتھ اس کے سینہ پر رکھ دیا۔

فضالہ کا اپنا بیان ہے کہ آنحضرتؐ کے ہاتھ رکھنے سے میرے دل کو بیحد اطمینان حاصل ہوا اور آپ کی محبت میرے دل میں گھر کر گئی اور میری آنکھوں میں آپ سے بڑھ کر کوئی بھی محبوب نہ رہا۔

فضالہ اسلام لانے کے بعد گھر کو واپس گیا۔ راستہ میں اسکی محبوبہ ملی جس سے

ہمیشہ عیش کیا کرتا تھا۔ اُس نے فضالہ کو بلایا مگر فضالہ نے جواب دیا کہ اسلام نے ایسی باتوں سے منع کردیا ہے۔

فضالہ آنحضرتؐ کے قتل کے ارادہ سے آیا تھا۔ اگر آپ چاہتے تو اس جرم میں اُسے قتل کراسکتے تھے یا کوئی اور سزا دے سکتے تھے۔ مگر آپ ہمیشہ درگذر اور معافی کو پسند فرماتے تھے۔ آپ نے اپنے اخلاق سے ایک ہی لمحہ کے اندر اِس دشمن جان کو اپنا جان نثار اور فدا کار غلام بنالیا۔

فتح مکہ کے نتائج فتح مکہ کے بعد آنحضرتؐ کے لطف وکرم، عفو ورحم اور احسان وسلوک نے قریش کو اپنا گرویدہ بنالیا۔ کفار خود بخود اسلام میں داخل ہونے لگے۔ قریش کی ایک کثیر تعداد پہلے ہی دن مسلمان ہوگئی۔ جو لوگ کفر پر قائم رہے وہ بھی بعد میں یکے بعد دیگرے اسلام کی طرف کھچتے ہوئے چلے آئے۔

فتح مکہ کے بعد کسی شخص کو بھی زبردستی اسلام میں داخل کرنے کی کوشش نہیں کی گئی۔ جن لوگوں کو امن دیا جاتا تھا وہ ہرگز اسلام پر مجبور نہیں کئے جاتے تھے۔ فتح کے بعد بھی بہت سے لوگ کفر پر قائم رہے۔ لیکن آنحضرتؐ نے انہیں پوری مذہبی آزادی عطا فرمائی۔ اسلام کا مقصد ملک میں امن وامان قائم کرنا تھا تاکہ تمام لوگوں کو مذہبی آزادی حاصل ہو اور محض اختلافِ عقیدہ کی وجہ سے کسی پر سختی نہ کی جائے اور نہ ہی کوئی شخص کسی دوسرے سے زبردستی اپنا عقیدہ منوائے۔

فتح مکہ کے بعد جب فساد اور بدامنی دور ہوکر ملک میں عام طور پر امن قائم ہوگیا اور لوگوں کو مذہبی آزادی حاصل ہوگئی تو بُت پرستوں کو اسلام کے سمجھنے اور

مطالعہ کرنے کا موقعہ ملا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کفار نے بُت پرستی سے متنفر ہو کر اسلام کی طرف قدم بڑھایا اور اسلام کا حلقہ دن بدن وسیع ہونے لگا یہاں تک کہ سب لوگ مسلمان ہو گئے؛

قریش کو تمام عرب پر مذہبی اقتدار حاصل تھا۔ لوگوں کی نگاہ میں وہ مذہبی پیشوا سمجھے جاتے تھے۔ تمام قبائل کی آنکھیں قریش کی طرف لگی ہوئی تھیں اس لئے قریش مکہ کا مسلمان ہو جانا اور اسلام کی اطاعت اختیار کر لینا گویا تمام ملک عرب کا مطیع ہو جانا تھا اور کعبہ میں بتوں کا ٹوٹنا گویا تمام ملک عرب میں بتوں کا ٹوٹنا تھا؛

بہت سے قبائل اسلام کی طرف مائل ہو چکے تھے لیکن وہ قریش سے ڈرتے تھے۔ ان میں قریش کی مخالفت اور ان کے مقابلہ کی تاب نہ تھی۔ لیکن جب مسلمانوں نے مکہ فتح کر لیا تو قریش کا رعب اور دباؤ جاتا رہا اور ان قبائل کو قریش کے غیظ و غضب کی پرواہ نہ رہی۔ اب انہوں نے علانیہ اسلام کی طرف قدم بڑھایا؛

بہت سے اہل عرب کا خیال تھا کہ اگر آنحضرتؐ قریش پر غالب آ گئے اور آپ نے مکہ فتح کر لیا تو آپ ضرور سچے نبی ہیں۔ اس لئے مکہ فتح ہوتے ہی قبائل خود بخود اسلام قبول کرنے لگے؛

غزوۂ حُنین

ہوازن اور ثقیف کا مسلمانوں پر حملہ کیلئے اجتماع

ہوازن اور ثقیف

دو نہایت جنگجو قبیلے تھے جو طائف اور مکہ کے درمیان آباد تھے۔ یہ تیراندازی میں بڑے ماہر تھے۔ جب مسلمانوں نے مکہ فتح کر لیا اور اکثر قریش اسلام میں داخل ہوگئے تو مسلمانوں کے اس غلبہ کو دیکھ کر اِن قبائل میں بہت اضطراب پیدا ہوا۔ انہوں نے خیال کیا کہ اگر اِس وقت مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی قوت کا ملد تدارک نہ کیا گیا تو پھر کچھ عرصہ کے بعد کوئی بڑی سے بڑی طاقت بھی ان کو مغلوب نہ کر سکے گی اور تمام قبائل کی حکومت کا خاتمہ ہو جائے گا۔ اِس لئے یہ قبائل مسلمانوں کے مقابلہ کے لئے آمادہ ہوگئے۔ انہوں نے بڑے زور شور سے مسلمانوں پر حملہ کرنے کی تیاری کر دی اور بعض دوسرے قبائل کو بھی اپنے ساتھ شریک کر لیا۔

چنانچہ اِن قبائل کے چار ہزار بہادر بڑے جوش سے حملہ کے لئے مکہ کی طرف وادیٔ حنین میں خیمہ زن ہو گئے۔ حنین مکّہ اور طائف کے درمیان ایک وادی کا نام ہے۔ ان قبائل کے جوش کا یہ حال تھا کہ ہر ایک قبیلہ اپنا تمام اہل و عیال اور مال و مویشی ساتھ لے کر آیا۔ کیونکہ بچوں، عورتوں اور مال کے ہمراہ ہونے کی صورت میں تمام لوگ ان کی حفاظت کے لئے جانیں لڑا دیں گے، اور کسی حالت میں بھی میدانِ جنگ سے نہیں بھاگیں گے۔

ایک صحابی کا تحقیقِ حال کے لئے جانا

جب آنحضرتؐ کو اس لشکر کے جمع ہونے کی خبر ملی تو آپ نے ایک صحابی کو بطور جاسوس حالات معلوم کرنے کے لئے بھیجا۔ انہوں نے واپس آکر بیان کیا کہ دشمن جنگ کے لئے مستعد اور تیار بیٹھا ہے۔

مدافعت کیلئے اسلامی لشکر کی حنین کی طرف روانگی چنانچہ اطلاع پاتے ہی آنحضرت ؐ نے ان قبائل کے حملہ کی مدافعت کے لئے تیاری کر دی اور آپ شوال ۸ھ میں بارہ ہزار فوج لے کر مقابلہ کے لئے مکہ سے حُنین کی طرف روانہ ہوئے:

ابتدا میں مسلمانوں کی سراسیمگی جب مسلمانوں کا لشکرِ عظیم بڑے ساز و سامان کے ساتھ حُنین کی طرف بڑھا تو اس کثرت اور شوکت کو دیکھ کر صحابہؓ کہنے لگے کہ آج ہم پر کون غالب آسکتا ہے۔ ان کی یہ بات خدا کی درگاہ میں ناپسند ہوئی اور شروع میں ہی مسلمانوں کے پاؤں اُکھڑ گئے:

اسلامی فوج کے اگلے حصہ میں مکہ کے دو ہزار نوجوان تھے۔ جن میں کچھ نومسلم تھے اور کچھ بت پرست معاہد تھے جو ابھی تک اسلام میں داخل نہ ہوئے تھے۔ ان لوگوں میں سے بعض کے پاس پورے طور پر ہتھیار بھی نہ تھے۔ دشمن کے کئی تیرانداز دستے پہاڑ کی گھاٹیوں اور دشوار گذار دروں میں چھپ کر بیٹھے ہوئے تھے۔ اسلامی فوج صبح کے وقت جب کہ ابھی اندھیرا ہی تھا دشمن کی طرف بڑھی جب لشکر کا اگلا حصّہ وادی کی ایک تنگ گذرگاہ کے اندر دشمن کی زد میں بے خبری کی حالت میں جا پہنچا تو تیرانداز دستوں نے اسلامی فوج پر تیروں کا مینہ برسانا شروع کر دیا۔ اِس اچانک حملہ سے مکہ والوں کے دو ہزار آدمی جو سب سے آگے تھے۔ پریشان اور سراسیمہ ہو کر پیچھے کی طرف بھاگے جس سے تمام مسلمانوں میں ابتری پھیل گئی اور سب کے پاؤں اُکھڑ گئے:

آنحضرت ؐ کی بے نظیر بہادری اور استقامت دشمن چاروں طرف سے

حملہ آور تھے۔ ہر طرف سے تیروں کی بارش ہو رہی تھی۔ لشکر سراسیمہ ہو کر بھاگ رہا تھا۔ لیکن آنحضرتؐ بڑی بہادری اور استقامت سے اپنی جگہ پر کھڑے تھے اور پکار پکار کر فرماتے تھے:۔

"میں نبی ہوں۔ اِس میں ذرا بھی شبہ نہیں۔ میں عبدالمطّلب کا بیٹا ہوں"۔

یہ کس قدر بہادری ہے کہ بارہ ہزار فوج کے بھاگ جانے پر بھی تیروں کی بارش میں میدانِ جنگ کے اندر کھڑے ہو کر بلند آواز سے دشمن کو اپنی شناخت کرانا اور بڑے زور سے اس دعویٰ کو دُہرانا جو حملہ کرنے والوں کی دشمنی کا موجب تھا۔

دشمنوں کی شکست صرف چند صحابہ آنحضرتؐ کے ساتھ رہ گئے تھے مگر دشمن پوری طاقت سے حملہ آور تھا۔ آپ نے حضرت عباسؓ کو حکم دیا کہ مہاجرین اور انصار کو اس طرف بلاؤ۔ حضرت عباسؓ نے بلند آواز سے سب کو پکارا۔ ان کی آواز سنتے ہی تمام فوج فوراً پلٹی۔ مسلمانوں نے ہر طرف سے کفار پر حملہ کر دیا اور تھوڑی ہی دیر میں لڑائی کا نقشہ بدل گیا۔ دشمنوں کو شکست ہوئی اور وہ مقابلہ سے بھاگ نکلے؛

اوطاس اور طائف شکست خوردہ فوج بھاگ کر کچھ تو اوطاس کی گھاٹی میں جا چھپی اور کچھ طائف کے قلعہ میں پناہ گزیں ہو گئی؛

آنحضرتؐ نے دشمن کے تعاقب میں اوطاس کی طرف فوجی دستے بھیجے جنہوں نے دشمن کو شکست دے کر بھگا دیا اور بہت سے قیدی اور مال و دولت لے کر واپس آئے؛

زیادہ ہے؛

مدینہ کی طرف آنحضرتؐ کی واپسی اس کے بعد آنحضرتؐ مقام جعرانہ سے مکہ میں آئے آپ نے ایک نوجوان صحابی حضرت عتابؓ کو مکہ کا عامل مقرر کیا اور پھر خود مہاجرین اور انصار کو لے کر مدینہ کی طرف روانہ ہوئے آپ چوبیس ذی قعدہ ۸ھ میں مدینہ کے اندر پہنچ گئے

غزوۂ تبوک

غزوۂ تبوک کا سبب جنگِ موتہ کے بعد شام کے غسانی بادشاہ نے پھر عرب پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا۔ غسانی خاندان شام میں قیصرِ روم کے ماتحت حکومت کر رہا تھا۔ یہ خاندان بھی رومیوں کی طرح عیسائی مذہب رکھتا تھا۔ غسانی بادشاہ نے قیصر سے بھی امداد طلب کی۔ قیصر نے چالیس ہزار فوج روانہ کی۔ عرب کے عیسائی قبائل نے بھی شرکت کا وعدہ کیا؛

شام کے علاقہ سے سوداگروں کا ایک قافلہ مدینہ آیا۔ انہوں نے خبر دی کہ مدینہ پر حملہ کرنے کے لئے شام کی سرحد پر عیسائی فوجوں کا اجتماع ہو رہا ہے اور فوج کو سال بھر کی تنخواہیں بھی پہلے ہی تقسیم کر دی گئی ہیں؛

عیسائیوں کے حملہ کی مدافعت کے لئے آنحضرتؐ کی تیاری جب آنحضرتؐ کو سرحد پر عیسائی افواج کے اجتماع کی خبر ملی تو آپ نے حملہ آوروں کو ملک شام کی سرحد پر ہی روکنا ضروری سمجھا کیونکہ ملک عرب کے اندر عیسائی فوجوں کے داخل ہونے سے تمام اندرونِ ملک میں بدامنی پیدا ہونے

کا خوف تھا۔

آنحضرتؐ نے مقابلہ کے لئے تیاری شروع کردی۔ آپ نے ہر ایک مسلمان قبیلہ سے فوجی اور مالی امداد طلب فرمائی۔ کیونکہ عیسائیوں کے مقابلہ کے لئے بہت بڑے لشکر کی ضرورت تھی۔ چونکہ اس زمانہ میں خشک سالی کی وجہ سے سخت قحط تھا اور گرمی کی شدت بھی تھی اس لئے لشکر کی تیاری میں کچھ دشواری پیش آئی۔ علاوہ ازیں میوہ پکنے اور فصل کاٹنے کا وقت بھی آچکا تھا اس لئے ایسے موقعہ پر ایک لمبے سفر پر جانا لوگوں کو کچھ گراں معلوم ہوتا تھا؛

منافقین جو بظاہر اپنے آپ کو مسلمان کہتے تھے وہ لوگوں کو بہکانے لگے کہ اس قدر سخت گرمی میں ایسے دور دراز سفر پر نہ جاؤ۔ کیونکہ منافقین چاہتے تھے کہ عیسائی مدینہ پر حملہ آور ہو کر مسلمانوں کو تباہ کردیں۔ لیکن مسلمان آنحضرتؐ کا حکم پاتے ہی اطراف ملک سے آآ کر مدینہ میں جمع ہونے لگے؛

صحابہ کا جوش و ایثار چونکہ اس طویل سفر کے لئے بہت ساز و سامان کی ضرورت تھی اس لئے آنحضرتؐ نے تمام صحابہ سے امداد طلب فرمائی۔ اکثر صحابہ نے بڑی بڑی رقمیں لاکر حاضر کیں؛

حضرت عثمان غنیؓ اپنا مال تجارت شام کی طرف روانہ کرنے والے تھے۔ لیکن انہوں نے وہ تمام سامان لشکر کی تیاری کے لئے آنحضرتؐ کی خدمت میں پیش کردیا جسکی مقدار نوسو اونٹ، ایک سو گھوڑے اور ایک ہزار طلائی دینار تھی؛ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اپنے گھر کا تمام مال و اسباب لاکر حاضر کردیا اور عرض

کیا کہ گھر والوں کو اللہ اور اللہ کے رسول کے سپرد کر آیا ہوں؛

حضرت عمرؓ نے اپنے تمام مال و اسباب میں سے آدھا لاکر دے دیا اور آدھا اپنے اہل و عیال کے لئے چھوڑ آئے؛

حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے چالیس ہزار درہم دئے؛

جو مسلمان بہت غریب تھے انہوں نے بھی اپنی ہمت کے مطابق جو کچھ ہو سکا بارگاہِ نبوی میں پیش کیا۔ ابو عقیل انصاری نے دو سیر کھجوریں لاکر پیش کیں اور عرض کیا کہ رات بھر پانی نکال کر ایک شخص کے کھیت کو سیراب کر کے چار سیر کھجوریں مزدوری میں لایا تھا۔ دو سیر اپنے گھر والوں کو دے آیا ہوں اور دو سیر یہاں لے آیا ہوں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ ان کھجوروں کو تمام قیمتی مال و اسباب پر بکھیر دو؛

تیس ہزار فوج کی روانگی | غرض ماہ رجب ۹ھ میں آنحضرتؐ تیس ہزار کا لشکر لے کر مدینہ سے روانہ ہوئے۔ منافقین نے نہ کچھ مالی امداد کی اور نہ اسلامی لشکر میں شریک ہوئے بلکہ بہانے کرکے اپنے گھروں میں ہی ٹھہرے رہے؛

فوج میں سواریوں کی بڑی قلت تھی۔ اٹھارہ اٹھارہ شخصوں کے لئے ایک اونٹ مقرر تھا۔ سفر بہت طویل تھا۔ خوراک کے کم ہونے کی وجہ سے مسلمانوں کو اکثر جگہ درختوں کے پتے کھانے پڑے۔ راستہ کے اندر بعض مقامات میں پانی بالکل نہ ملتا تھا۔ صحابہ اونٹوں کو ذبح کرکے ان کی امعاء کا پانی پیتے تھے

تبوک کا قیام | اسلامی لشکر بڑے صبر و استقلال سے سفر کے مصائب برداشت کرتا ہوا تبوک میں پہنچ گیا۔ تبوک سرحدِ شام پر ایک مشہور مقام ہے۔ تبوک میں

پہنچ کر معلوم ہوا کہ عیسائیوں کے اجتماع کی خبر صحیح نہ تھی۔ غسانی بادشاہ ابھی صرف مسلمانوں کے خلاف ریشہ دوانیاں کر رہا تھا اور حملہ کے لئے کسی اچھے موقع کے انتظار میں تھا؛

بہر حال اسلامی افواج کے تبوک تک پہنچ جانے کا اتنا اثر ضرور ہوا کہ مسلمانوں کی اس دلیری سے مرعوب ہو کر غسانی بادشاہ نے مدینہ پر حملہ کرنے کا ارادہ ترک کر دیا

آنحضرتؐ نے بیس روز تک تبوک میں قیام فرمایا۔ اس عرصہ میں سرحد شام کے بہت سے عیسائی رئیسوں اور حاکموں نے حاضر ہو کر آنحضرتؐ کی اطاعت قبول کی اور امن وامان قائم رکھنے کے معاہدے کئے؛

تبوک سے واپسی بیس دن کے قیام کے بعد آنحضرتؐ تبوک سے مدینہ کی طرف روانہ ہوئے اور ماہ رمضان ۹ھ میں آپ مدینہ کے اندر پہنچ گئے لوگ بڑے شوق سے استقبال کو نکلے یہاں تک کہ جوش میں عورتیں بھی گھروں سے باہر نکل آئیں اور لڑکیوں نے خوشی سے اشعار گائے؛

یہ آنحضرتؐ کا سب سے آخری غزوہ تھا۔

مقام تبوک میں عبداللہ ذوالبجادینؓ کی وفات جب آنحضرتؐ مقام تبوک میں قیام فرما تھے تو ایک صحابی عبداللہ بخار سے بیمار ہو کر فوت ہو گئے۔

عبداللہؓ ابھی بچے ہی تھے کہ ان کا باپ مر گیا۔ چچا نے ان کی پرورش کی جب جوان ہوئے تو چچا نے انہیں بہت سے اونٹ، بکریاں، غلام اور دیگر مال واسباب دیا تاکہ وہ آسائش سے زندگی بسر کر سکیں؛

ــــه بجاد بروزن کتاب بمعنی کمبل۔

جب آنحضرتؐ نے قبائل عرب کو اسلام کی دعوت دینی شروع کی تو توحید کی آواز عبداللہؓ کے کانوں تک بھی پہنچ گئی۔ عبداللہؓ کو اسلام سے بے حد محبت ہو گئی۔ لیکن اپنے چچا کے ڈر سے اسلام کا اظہار نہیں کر سکتے تھے۔ کچھ مدت تک انہوں نے اپنے خیالات کو چھپائے رکھا۔ آخر جب آنحضرتؐ مکہ فتح کر کے واپس مدینہ کو چلے گئے تو عبداللہؓ کا دل اسلام کی خاطر بہت بیتاب ہو گیا۔ انہوں نے اپنے چچا سے جا کر کہا کہ:۔

"چچا جان! عرصہ سے میرے دل میں اسلام کی محبت جاگزین ہے میں اب تک منتظر تھا کہ شائد آپ بھی اسلام لے آئیں لیکن ابھی تک آپ نے اِس سچے دین کی طرف توجہ نہیں کی۔ مجھے زندگی کا کچھ بھروسہ نہیں۔ اس لئے مجھے اجازت دیں کہ میں آنحضرتؐ کی خدمت میں پہنچ کر مسلمان ہو جاؤں"

چچا اِن باتوں کو سُن کر بہت ناراض ہوا اور کہنے لگا کہ "اگر تم نے محمد (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم) کا دین قبول کر لیا تو یاد رکھنا کہ میں سب مال و اسباب تم سے چھین لوں گا اور تمہارے بدن پر چادر اور تہ بند تک بھی نہ رہنے دوں گا"

عبداللہؓ نے جواب دیا "میں نے تو مسلمان ہونے کا پختہ ارادہ کر لیا ہے میں بت پرستی سے بالکل بیزار ہو چکا ہوں۔ اب کوئی چیز مجھے اسلام سے نہیں روک سکتی۔ میرے قبضہ میں جس قدر مال و دولت ہے آپ اُسے سنبھال لیں، مجھے قطعاً کسی چیز کی ضرورت نہیں۔ مجھے سب چیزوں سے

بڑھ کر اسلام کے ساتھ محبت ہے۔ دنیا کا مال و دولت آخر ایک دن ہمیں چھوڑنا پڑے گا۔ اس لئے میں مال و اسباب کے لئے سچے دین کو نہیں چھوڑ سکتا ہوں"

یہ کہہ کر عبداللہ نے اپنے جسم کے کپڑے بھی اُتار کر چچا کو دیدئے اور خود ننگے بدن اپنی ماں کے پاس گئے اور اس سے کہا کہ "میں مسلمان ہو گیا ہوں اور آنحضرتؐ کی خدمت میں جانا چاہتا ہوں۔ اپنا تمام مال و متاع یہاں تک کہ بدن کے کپڑے بھی چچا کے سپرد کر آیا ہوں۔ مجھے بدن ڈھانپنے کے لئے کوئی کپڑا دو"

ماں نے انہیں ایک کمبل دیا۔ عبداللہؓ نے پھاڑ کر کمبل کے دو ٹکڑے کئے آدھے کا تہ بند بنایا اور آدھا اوپر لے لیا اور مدینہ کی طرف روانہ ہو گئے۔

مدینہ پہنچ کر عبداللہؓ مسجد نبوی میں گئے اور ایک دیوار کے پاس آنحضرتؐ کے انتظار میں بیٹھ گئے۔ جب آنحضرتؐ مسجد میں تشریف لائے تو عبداللہؓ نے آپ کی خدمت حاضر ہو کر اپنی ساری داستان سُنائی اور مسلمان ہو گئے آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ان کا نام عبداللہؓ رکھا اور ذوالبجادین[1] لقب عطا فرمایا۔

---

[1] یعنی دو کمبل والا۔

عبداللہؓ اصحاب صُفّہ[1] میں شامل ہو گئے اور مسجد نبوی میں رہنے لگے۔ یہ سب کرشمے آنحضرتؐ کی پاکیزہ تعلیم کے تھے جو آہستہ آہستہ دلوں کو فتح کرتی جاتی تھی۔ جب ایک دفعہ اسلام کی محبت کسی قلب میں جاگزین ہو جاتی تھی تو پھر مال و دولت کا لالچ یا کسی بڑی سے بڑی طاقت کا خوف اس محبت کو دل سے نکالنے میں کامیاب نہیں ہو سکتا تھا۔

جب آنحضرتؐ تبوک کی طرف روانہ ہوئے تو عبداللہؓ بھی اسلامی لشکر میں شریک تھے۔ تبوک پہنچ کر انہیں بخار ہو گیا اور وفات پا گئے ایک صحابی ان کے دفن کی کیفیت بیان کرتے ہیں کہ رات کا وقت تھا حضرت بلالؓ کے ہاتھ میں چراغ تھا۔ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ نے ان کی لاش

---

[1] صُفّہ چبوترہ کو کہتے ہیں۔ مسجد نبوی کے صحن میں ایک چبوترہ تھا۔ جو لوگ اسلام کے لئے گھر بار، مال و دولت اور آرام و آسائش چھوڑ کر آنحضرتؐ کی خدمت آجاتے تھے اور تمام دنیوی مشاغل سے الگ ہو کر اپنی زندگی محض عبادت اور اسلام کی تعلیم حاصل کرنے میں صرف کرنا چاہتے تھے وہ اسی چبوترہ میں ٹھہرا کرتے تھے۔ اس لئے اصحابِ صُفّہ کے نام سے مشہور تھے ان لوگوں کے بال بچے نہ تھے۔ ان میں سے جب کوئی شادی کر لیتا تو پھر اس حلقہ سے نکل آتا تھا آنحضرتؐ ان لوگوں کی خود خبر گیری کیا کرتے تھے۔ ان میں سے بعض جنگل سے لکڑیاں چن لایا کرتے تھے اور بیچ کر اپنے ساتھیوں کو کھانا دیا کرتے تھے۔

یہ لوگ دن بھر آنحضرتؐ کی خدمت میں رہ کر دین کی تعلیم حاصل کرتے تھے اور رات کے وقت اسی چبوترہ میں عبادت کے اندر مشغول رہا کرتے تھے۔ یہی لوگ مختلف ملکوں میں اسلام کی اشاعت اور تبلیغ کے لئے بھیجے جاتے تھے۔ یہ عاشقانِ رسولؐ اسلام کی خاطر بھوک پیاس اور گرمی سردی کی تمام تکالیف بخوشی برداشت کرتے تھے۔

کو لحد میں رکھا۔ آنحضرتؐ بھی ان کی قبر میں اُترے۔ آپ نے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ سے فرمایا کہ اپنے بھائی کا ادب اور احترام ملحوظ رکھو۔ آنحضرتؐ نے قبر میں اینٹیں بھی اپنے ہاتھ سے رکھیں اور پھر دعا فرمائی کہ یا اللہ آج کی شام تک میں اِس سے خوش رہا ہوں تو بھی اِس سے راضی ہو جا!

ابن مسعودؓ ایک صحابی فرماتے ہیں کہ کاش اس قبر کے اندر میں دفن کیا جاتا!

آنحضرتؐ کے سامنے منافقین کی جھوٹی معذرتیں

جب آنحضرتؐ تبوک کی طرف روانہ ہوئے تو منافقین نے خیال کیا تھا کہ اب مسلمان عیسائیوں کے ہاتھ سے بچ کر واپس نہیں آسکتے۔ اِسی خیال سے یہ لوگ اسلامی لشکر میں شامل نہ ہوئے تھے۔ لیکن جب آنحضرتؐ اور مسلمان مدینہ میں بخیریت پہنچ گئے تو منافقین بہت پشیمان ہوئے اور اُنہوں نے آنحضرتؐ کے سامنے ساتھ نہ چلنے کے جھوٹے عذر بیان کیے۔ آنحضرتؐ نے ان سب کو معافی دیدی!

تین صحابہ کی سخت آزمائش اور اُن کی اسلام پر بے نظیر ثابت قدمی

کعب بن مالکؓ، مرارہ بن ربیعؓ اور ہلال بن امیہؓ تین بڑے مخلص صحابی تھے۔ یہ محض سُستی کی وجہ سے آج کل کرتے رہے اور انہوں نے سفر کا سامان درست نہ کیا۔ یہاں تک کہ لشکرِ اسلام تبوک کی طرف روانہ ہو کر دُور نکل گیا اور یہ صرف کاہلی کی وجہ سے ساتھ جانے سے رہ گئے

جب آنحضرتؐ تبوک سے واپس مدینہ میں تشریف لائے تو منافقین نے

جھوٹے عذر بیان کر کے معافی حاصل کر لی مگر اِن تینوں نے جھوٹ بولنا گوارا نہ کیا۔ انہوں نے آنحضرت ؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی غلطی کا صاف صاف اقرار کیا اور عرض کیا کہ صرف سستی اور کاہلی کی وجہ سے شریک نہیں ہو سکے آنحضرت ؐ نے حکم دیا کہ کوئی مسلمان اِن سے بات چیت نہ کرے اور نہ اِن کے پاس جا کر بیٹھے۔

اب اِن تینوں کے لئے زندگی وبالِ جان ہو گئی۔ تمام مسلمان یہاں تک کہ انکے گھر والے بھی ان سے بات چیت نہ کرتے تھے اور نہ ان کو سلام کا جواب دیتے تھے۔ مرارہؓ اور ہلالؓ بوڑھے تھے انہوں نے تو گھر سے باہر نکلنا چھوڑ دیا۔ مگر کعبؓ جوان تھے۔ یہ مسجد نبوی میں نماز پڑھنے کیلئے جاتے تھے اور نماز سے فارغ ہو کر ایک گوشہ میں بیٹھے رہتے تھے۔

یہ سب باتیں غسانی بادشاہ کے کانوں تک بھی پہنچ گئیں۔ اس نے ایک عیسائی کو خط دے کر کعب بن مالکؓ کے پاس بھیجا۔ خط میں لکھا تھا کہ:۔

"میں نے سُنا ہے کہ محمد (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم) تم سے ناراض ہو گیا ہے۔ اُس نے تمہارے ساتھ بہت بُرا سلوک کیا ہے۔ باقی سب لوگوں نے بھی تم سے سلام و کلام چھوڑ دیا ہے اور تم پر جور و جفا کر رہے ہیں۔ تم ایک رئیس اور شریف آدمی ہو۔ میرے دل میں تمہاری بہت قدر و منزلت ہے۔ اس لئے تم میرے پاس چلے آؤ۔ میں تمہاری بہت عزت اور دلداری کرونگا۔"

کعبؓ نے جب یہ خط پڑھا تو بہت رنجیدہ خاطر ہوئے۔ اور کہنے لگے کہ یہ ایک اور مصیبت ہے۔ اس سے بڑھ کر اور کیا مصیبت ہو گی کہ

اب ایک عیسائی میرے دین کو تباہ کرنا چاہتا ہے اور مجھے پھر کفر کی طرف بلاتا ہے۔ یہ کہہ کر کعبؓ نے خط کو قاصد کے سامنے ہی تنور میں ڈال دیا اور اس سے کہا کہ جاؤ غسانی بادشاہ کو کہہ دینا کہ تمہاری عنایات سے مجھے اپنے آقا کی بے التفاتی لاکھ درجہ بہتر اور اچھی ہے؛

غرض ان تینوں صحابہ کو پچاس دن اسی طرح مصیبت میں گذرے پچاس دن تک یہ برابر توبہ واستغفار کرتے رہے۔ آخر خدا کی طرف سے حکم نازل ہوا کہ ان کی توبہ قبول ہو گئی ہے۔ آنحضرتؐ اور صحابہ نے ان کو مبارک باد دی۔ تینوں نے یہ خوشخبری سنتے ہی سجدہ شکر ادا کیا؛

کعبؓ فوراً بارگاہِ نبوی میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ میں اس قبولیت کے شکرانے میں اپنا تمام مال خدا کی راہ میں تصدق کرتا ہوں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا نہیں۔ انہوں نے عرض کیا کہ آدھا۔ آپ فرمایا نہیں۔ انہوں نے عرض کیا کہ تیسرا حصہ۔ آپ نے فرمایا ہاں۔ اس قدر کافی ہے؛

اسلام کی پاکیزہ تعلیم کا گہرا اثر اس قسم کے واقعات سے ثابت ہوتا ہے کہ اسلام دنیا میں محض اپنی حقانیت اور صداقت کی وجہ سے پھیلا ہے۔ اسلام کی اشاعت کسی لالچ یا خوف کی وجہ سے ہرگز نہیں ہوئی۔ صحابہ کو اسلام سے اس قدر محبت ہو چکی تھی کہ وہ دینِ حق کی خاطر ہر آرام و آسائش کو چھوڑنے کے لئے تیار رہتے۔ مگر انہیں اسلام کو چھوڑنا کسی حالت میں بھی گوارا نہ تھا۔ یہ اسلام کی پاکیزہ تعلیم ہی کا نتیجہ تھا کہ اہل عرب جن کا بچہ بچہ ابتداء میں اسلام کا دشمن تھا۔ آخر کار بت پرستی اور بداخلاقی سے بیزار ہو کر

اسی دین کو جان و مال سے زیادہ عزیز سمجھنے لگے۔

بادشاہانِ عالم کے نام دعوتِ اسلام کے خطوط

آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی نبوت صرف عرب تک ہی محدود نہ تھی بلکہ آپ تمام دنیا کے لئے نبی بنا کر بھیجے گئے تھے۔ آپ نے اسلام کا پیغام تمام دُنیا کے کانوں تک پہنچانا تھا۔ اس لئے سنہ ۶ھ میں صلحِ حُدیبیہ کے بعد جب مشرکینِ عرب کی طرف سے کچھ اطمینان ہوا تو آپ نے بادشاہانِ عالم اور بڑے بڑے اُمراء و رؤسائے قبائل کو دعوتِ اسلام کے خطوط اپنے سفیروں کے ہاتھ بھیجے۔ سفارت کے لئے صحابہ میں سے اُن لوگوں کو منتخب کیا گیا جن کو بادشاہوں کے درباروں سے واقفیت حاصل تھی جو سفیر جس ملک میں بھیجا گیا وہ وہاں کی زبان بخوبی جانتا تھا تاکہ اصولِ اسلام اچھی طرح سے سمجھا سکے۔

آنحضرتؐ نے دُنیا بھر میں اسلام کی اشاعت کے لئے یہ ایک بے نظیر کارروائی فرمائی۔ اس کی مثال دنیا کے کسی مذہب کی تاریخ میں نہیں پائی جاتی۔

اِن خطوط میں اسلام کی دعوت دینے کے بعد آنحضرتؐ نے ہر ایک کو لکھ دیا تھا کہ تم کو شخصی حیثیت سے نہیں بلکہ قوم کا رئیس اور سردار ہونے کی حیثیت سے دعوت دی گئی ہے۔ اس لئے اگر تم نے خدا کا سچا دین قبول کرنے سے انکار کر دیا تو ساری قوم کی گمراہی کا گناہ تمہاری گردن پر ہوگا

نجاشی بادشاہِ حبش کا اظہارِ اسلام آنحضرتؐ نے اپنے سفیر کے ہاتھ دعوتِ اسلام کا ایک خط حبش کے عیسائی بادشاہ نجاشی کے نام بھیجا نجاشی نے اس خط کو پڑھ کر فوراً اسلام قبول کرلیا اور آنحضرتؐ کے چچیرے بھائی حضرت جعفرؓ طیار کے ہاتھ پر اسلام کی بیعت کی۔

شاہِ بحرین کا اسلام شاہِ بحرین ایران کے شہنشاہ کا خراج گذار تھا آنحضرتؐ کا خط ملتے ہی یہ مسلمان ہوگیا۔ اس کی رعایا میں سے اکثر لوگ بھی اسلام میں داخل ہوگئے۔

بادشاہِ عمان اور اس کے بھائی کا اسلام آنحضرتؐ کا سفیر پہلے بادشاہِ عمان کے چھوٹے بھائی کو ملا اور اس کو اسلام کے احکام کی تبلیغ کی۔ پھر چند روز کے بعد سفیر نے بادشاہ کو آنحضرتؐ کا خط دیا۔ بادشاہ نے سفیر سے کئی باتیں دریافت کیں اور بھائی سے مشورہ کیا۔ آخر دونوں بھائی مسلمان ہوگئے رعایا کا اکثر حصہ بھی اسلام لے آیا۔

حاکمِ دمشق دمشق کے حاکم کو جب آنحضرتؐ کا نامہ ملا تو بہت بگڑا مگر بعد میں اُس نے سفیر کو عزت کے ساتھ واپس کردیا اور اسلام نہ لایا۔

حاکمِ یمامہ یمامہ کا حاکم عیسائی تھا۔ خط ملنے پر اس نے کہا کہ اگر حکومت میں میرا بھی حصہ ہو تو مسلمان ہو جاؤں گا۔

مقوقش شاہِ مصر مقوقش شاہِ مصر نے سفیر کی بڑی عزت کی آنحضرتؐ کے خط کو ہاتھی دانت کے ڈبے میں ڈال کر خزانہ میں رکھوا دیا۔ ایک خلعت ایک خچر اور دو لونڈیاں آپ کی خدمت میں بطور تحفہ بھیجیں اور لکھا کہ میں

آپ کے نامۂ مبارک پر غور کروں گا"

ہرقل قیصر روم | روم کا نامور شہنشاہ ہرقل عیسائی تھا۔ اِس نے آنحضرتؐ کے سفیر کی بہت عزت و تکریم کی اور ایک دربار منعقد کر کے اِس میں آنحضرتؐ کا نامۂ مبارک سُنا۔ ہرقل نے اسلام کی صداقت کو تسلیم کیا مگر عیسائی مذہب کے عالموں نے اس کی بہت مخالفت کی اور اہلِ دربار بھی سخت برہم ہوئے اس لئے ہرقل سلطنت کے لالچ اور عیسائی رعایا کی مخالفت کے خوف سے اسلام قبول نہ کر سکا؛

خسرو پرویز شہنشاہِ ایران کی گستاخی اور انجام | خسرو پرویز نے آنحضرتؐ کے خط کو دیکھتے ہی غصہ سے چاک کر دیا اور سفیر کے ساتھ بہت گستاخانہ برتاؤ کیا۔ سفیر نے واپس آکر آنحضرتؐ کی خدمت میں عرض کیا کہ شاہِ ایران نے نامۂ مبارک کو چاک کر ڈالا۔ آپ نے یہ سُن کر فرمایا کہ خسرو کی سلطنت اِسی طرح چاک کر دی جائے گی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ چند ہی روز کے بعد خسرو پرویز کو اُس کے بیٹے نے قتل کر ڈالا۔ اور آخر کار سلطنتِ ایران کا نام و نشان بھی مٹ گیا؛

وُفود

صلح حدیبیہ کے بعد جب ملک میں عام طور پر امن و امان ہو گیا اور کفار کو مسلمانوں سے ملنے اور گفتگو کرنے کا موقع حاصل ہوا تو اُن پر اسلام کی حقیقت واضح ہونے لگی اور لوگ شرک اور بت پرستی سے متنفر ہو کر

اسلام کے حلقہ میں داخل ہونے لگے؛

پھر جب مسلمانوں نے مکہ فتح کر لیا تو تمام اہل عرب کی آنکھیں کھُل گئیں۔ وہ سمجھنے لگے کہ اسلام درحقیقت سچا دین ہے اور اسے خدائی امداد حاصل ہے ورنہ اس کے بغیر مکہ کا فتح ہونا ممکن نہ تھا۔ فتح کے بعد جب قریش جن کی مذہبی حکومت سارے عرب پر مسلّم تھی اسلام میں داخل ہو گئے تو تمام قبائلِ عرب نے خود بخود اسلام کی طرف قدم بڑھایا؛

عامُ الوفود یعنی ۹ھ

چنانچہ ۹ھ کے شروع ہوتے ہی ملک کے دور دراز علاقوں سے قبائل اپنے نمائندے اور وفد آنحضرتؐ کی خدمت میں بھیج کر دائرہ اسلام میں داخل ہونے لگے؛

اس سال برابر عرب کے بیشمار قبیلوں اور قوموں کے وفود مدینہ میں آکر اسلام قبول کرتے رہے اور اپنی اپنی قوم کی طرف سے بھی بیعتِ اسلام کرتے رہے؛

وفود کئی کئی روز تک مدینہ میں ٹھہر کر اسلام کے احکام سیکھتے تھے اور پھر تعلیمِ اسلام کے لئے معلّم ہمراہ لے کر واپس ہوتے تھے۔ آنحضرتؐ ہر ایک وفد کو انعام و اکرام کے ساتھ رخصت فرماتے تھے؛

جب آنحضرتؐ تبوک سے واپس تشریف لائے تو وفود کا اس قدر سلسلہ جاری ہو گیا کہ آپ مدینہ سے باہر نہیں جا سکتے تھے۔ قبائل عرب برابر آ آ کر اسلام میں داخل ہو رہے تھے۔ چنانچہ تاریخ اسلام میں ۹ھ کو عامُ الوفود کہا جاتا ہے؛

سنہ ۱۰ھ میں بھی عرب کے ہر ہر گوشہ سے وفود کی آمد اور قبائلِ عرب کے اسلام میں داخل ہونے کا سلسلہ برابر جاری رہا۔ یہاں تک کہ اکثر اہلِ عرب نے اسلام قبول کر لیا؛

مسلمانوں کا پہلا حج

اسلام میں حج سنہ ۹ھ میں فرض ہوا۔ اسی سال آنحضرتؐ نے تین سو مسلمانوں کا ایک قافلہ مدینہ سے حج کے لئے روانہ فرمایا۔ اس سال آپ خود حج کے لئے نہیں گئے کیونکہ قبائلِ عرب کے وفود اس کثرت سے آرہے تھے کہ آپ مدینہ سے جدا نہیں ہو سکتے تھے۔ اس لئے آپ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو حج کا امیر بنا کر بھیجا اور قربانی کے اونٹ بھی اُن کے ساتھ کر دئے؛

اِن لوگوں نے مکہ جا کر حج ادا کیا۔ حضرتِ ابوبکرؓ نے لوگوں کو حج کے احکام سکھائے۔ حج کے بعد اعلان کیا گیا کہ آئندہ کوئی مشرک بیت اللہ کے اندر داخل نہ ہونے پائے گا اور نہ ہی کوئی شخص ننگے بدن خانۂ کعبہ کا طواف کر سکے گا؛

حجۃ الوداع

سنہ ۱۰ھ میں خود آنحضرتؐ نے حج کا ارادہ کیا۔ آپ نے تمام قبائل میں اس ارادہ کی اطلاع بھیج دی۔ مسلمان ہر طرف سے جوق در جوق آ کر مدینہ میں

جمع ہونے لگے۔ چنانچہ آپ صحابہ کی ایک کثیر جماعت کے ہمراہ ذی قعدہ ۱۰؁ھ میں حج کے لئے مکہ کی طرف روانہ ہوئے۔ راستہ میں ہر ہر جگہ سے بیشمار لوگ قافلہ کے ساتھ شامل ہوتے جاتے تھے۔ چنانچہ مکہ میں مختلف مقامات کے ایک لاکھ چوبیس ہزار سے زیادہ مسلمانوں کا اجتماع ہوا؛

مسلمانوں سے آنحضرت ؐ کا الوداعی خطاب

حج کے بعد آنحضرت ؐ نے تمام مسلمانوں کو مخاطب کرکے مقام عرفات میں خطبہ ارشاد فرمایا۔ آپ نے فرمایا کہ:-

"لوگو! میری باتوں کو توجہ سے سنو۔ کیونکہ میں آئندہ سال اس مقام پر تم سے ملنے کا یقین نہیں رکھتا۔ جس طرح تم اِس دن، اس مہینہ اور اِس شہر کی حرمت کرتے ہو، اسی طرح ایک مسلمان کا خون، مال اور عزت دوسرے مسلمان پر حرام ہے۔ خدا تمہارے ہر ایک کام کا حساب لے گا۔ دیکھو۔ میرے بعد گمراہ نہ ہو جانا کہ باہم ایک دوسرے کی گردنیں کاٹنے لگو؛

لوگو! جس طرح تمہارے حقوق عورتوں پر ہیں اسی طرح عورتوں کے حقوق بھی تمہارے اوپر ہیں۔ اُن کے ساتھ نرمی کرنا اور مہربانی سے پیش آنا اور اللہ سے ڈر کر اُن کے حقوق کا لحاظ رکھنا؛

نہ عربی کو عجمی پر فضیلت ہے اور نہ عجمی کو عربی پر۔ سب مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ دوسرے مسلمان کے مال میں بلا اجازت تصرف کرے۔ دیکھو

ایک دوسرے پر ظلم نہ کرنا'
لوگو! میں تمہارے درمیان وہ چیز چھوڑ چلا ہوں کہ اگر تم اُسے مضبوط پکڑ لوگے تو میرے بعد کبھی گمراہ نہ ہوگے۔ یاد رکھو وہ قرآن ہے۔
لوگو! نہ تو میرے بعد کوئی اور پیغمبر ہے اور نہ کوئی جدید امت پیدا ہونے والی ہے'
لوگو! عمل میں خلوص' مسلمان بھائیوں کی خیر خواہی اور جماعت میں اتحاد' یہ تین باتیں ایسی ہیں جو سینہ کو پاک رکھتی ہیں'
جو لوگ یہاں موجود ہیں۔ اُن کو لازم ہے کہ میرا یہ کلام ان لوگوں کو پہنچا دیں جو یہاں موجود نہیں ہیں"
اس الوداعی خطبہ کے بعد آپ نے فرمایا کہ" لوگو! بتاؤ کیا میں نے تم کو خدا کے احکام کی تبلیغ کی ہے یا نہیں"؟ سب نے یک زبان ہو کر جواب دیا کہ" ہاں آپ نے اللہ کے احکام ہم تک پہنچا دیئے ہیں اور رسالت و نبوت کا حق ادا کر دیا ہے" یہ سُن کر آپ نے آسمان کی طرف ہاتھ اُٹھائے اور تین دفعہ فرمایا کہ" اے خدا تو گواہ رہنا"
آنحضرتؐ نے اس خطبہ میں اس طرح کلمات فرمائے کہ جیسے کسی سے کوئی وداع ہوتا ہے یا کسی کو وداع کرتا ہے۔ اسلئے اس حج کا نام حَجَّۃُ الوَداع مشہور ہوا

تکمیلِ دین اور اِتمامِ نعمت کا اعلان

آنحضرتؐ جب خطبہ سے فارغ ہوئے تو اُسی جگہ قرآن کی یہ آیت نازل ہوئی:-

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ	آج ہم نے تمہارے دین کو تمہارے لئے

وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا۔ (سورہ مائدہ)	مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور ہم نے تمہارے لئے اِسی دینِ اسلام کو پسند کیا ہے!

اب اس دن سے احکامِ قرآنی کے نزول کا سلسلہ ختم ہوگیا۔
حج سے فارغ ہوکر آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مدینہ کی طرف روانہ ہو گئے!

وفات

حجۃُ الوداع سے واپسی کے بعد ۲۹ صفر ۱۱ھ کو آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بیمار ہوئے۔ آپ کو بخار آیا اور بڑھتا گیا۔ جب بیماری روز بروز زیادہ ہوتی گئی تو آپ ازواجِ مطہرات سے اجازت لے کر حضرت عائشہؓ کے حجرے میں آ گئے جو مسجد نبوی سے بالکل ملا ہوا تھا!
بیماری کے چودہ دنوں میں سے گیارہ دن تک آنحضرتؐ مسلمانوں کو خود نماز پڑھاتے رہے۔ گیارہویں دن عشا کی نماز کے وقت آپ نے مسجد میں جانے کی تیاری کی لیکن وضو کرتے ہوئے بیہوش ہو گئے اور مسجد میں نہ جا سکے۔ اس لئے آپ نے فرمایا کہ حضرت ابوبکرؓ نماز پڑھا دیں۔ جب حضرت ابوبکرؓ آپ کے مصلّے پر کھڑے ہوئے تو اُن پر اور صحابہ پر اس قدر رقت طاری ہوئی کہ اُن کے رونے کی آوازیں آنحضرتؐ کے کانوں تک پہنچ گئیں۔ اس وقت آپ کی طبیعت میں کچھ سکون تھا اس لئے آپ اسی وقت مسجد میں

تشریف لے آئے اور آپ نے حضرت ابوبکرؓ کے برابر بائیں ہاتھ بیٹھ کر نماز پڑھائی۔ نماز سے فارغ ہو کر فرمایا:۔

"مسلمانو! میں تم کو خدا کے سپرد کرتا ہوں۔ خدا تمہارا نگہبان ہے۔ تمہاری پرہیزگاری اور اطاعت کی وجہ سے وہ تمہاری نگرانی فرماتا رہیگا۔ بس اب میں دنیا سے رخصت ہونے والا ہوں"۔

پھر گھر میں جو کچھ بھی تھا۔ آپ نے اُسے راہِ خدا میں خیرات کر دینے کا حکم دیا۔ جب آپ اس دنیا کی آخری رات میں تھے تو حضرت عائشہؓ نے اپنی پڑوسن سے چراغ کے لئے تیل منگوایا تھا۔ آپ کے گھر میں چراغ کے لئے تیل تک بھی نہ تھا؛

بیماری کے آخری تین دنوں میں آنحضرتؐ کے حکم سے حضرت ابوبکرؓ امام بن کر نمازیں پڑھاتے رہے؛

۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ کو دوشنبہ کے دن نمازِ صبح کے وقت آپ حجرہ سے باہر تشریف لائے۔ اس وقت حضرتِ ابوبکرؓ لوگوں کو صبح کی نماز پڑھا رہے تھے۔ آپ نے حضرت ابوبکرؓ کے مقتدی بن کر صبح کی نماز ادا فرمائی نماز کے بعد آپ پھر حجرہ میں تشریف لے گئے۔ مرض کی شدت زیادہ ہو گئی اور آخر اُسی روز یعنی بارہ ماہ ربیع الاول ۱۱ھ ہجری یوم دوشنبہ مطابق آٹھ جون ۶۳۲ء کو دوپہر کے قریب بعمر ترسٹھ سال قمری اِس دُنیا سے انتقال فرما گئے؛

آنحضرتؐ کے انتقال کی خبر سُن کر صحابہ حیران و ششدر رہ گئے۔ حضرت عمرؓ

کے بھی ہوش و حواس بجا نہ رہے۔ حضرت ابوبکرؓ صحابہ کو پریشانی اور سراسیمگی کی حالت میں دیکھ کر مسجد میں گئے جہاں مسلمان جمع تھے۔ مسجد میں جاکر آپ نے آنحضرتؐ کی وفات کا اعلان کیا اور فرمایا کہ:۔

"لوگو! اگر تم محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ کو پوجتے تھے تو سُن لو کہ وہ تو فوت ہو گئے اور اگر اللہ کی پرستش کرتے تھے تو یاد رکھو کہ اللہ بیشک زندہ ہے وہ کبھی مرنے والا نہیں۔ خدائے تعالےٰ نے قرآن میں فرمایا ہے کہ محمدؐ بھی تو ایک رسول ہیں۔ اُن سے پہلے اور بھی بہت رسول گذر چکے ہیں۔ پس کیا اگر آپ کا انتقال ہو جائے یا آپ شہید ہی ہو جائیں تو تم لوگ اُلٹے پاؤں کفر کی طرف پھر لوٹ جاؤ گے؟ اور اگر بالفرض کوئی شخص اُلٹے پاؤں کفر کی طرف لوٹ بھی جائے گا تو وہ خدا کا تو کچھ بھی نہیں بگاڑ سکے گا اور اللہ عنقریب اسلام پر ثابت قدم رہنے والوں کو جزائے خیر دیگا۔"

یہ سُن کر مجمع سے وہ حیرت کا عالم دور ہو گیا۔ حضرت عمرؓ کو بھی سکون ہُوا۔ صحابہ تجہیز و تکفین کی طرف متوجہ ہوئے۔ حضرت علیؓ نے آنحضرتؐ کو غسل دیا۔ پھر جنازہ کی نماز پڑھی جانے لگی۔ پہلے مردوں نے پھر عورتوں نے پھر لڑکوں نے نمازِ جنازہ فرداً فرداً پڑھی۔ کسی نے کسی کی امامت نہ کی۔ حضرت عائشہؓ کا حجرہ چونکہ تنگ تھا اس لئے دس دس شخص اندر جاتے تھے۔ جب وہ نماز سے فارغ ہو کر باہر آتے تھے تو اور دس اندر چلے جاتے

لہ سورۂ آل عمران رکوع ۱۵۔

تھے۔ یہ سلسلہ لگاتار جاری رہا۔ چہار شنبہ کی راتؔ کو جب یہ سلسلہ ختم ہوا تو پھر آپ کو اسی حجرہ میں دفن کیا گیا؛

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ عَلٰی سَیِّدِنَا وَنَبِیِّنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ خَاتِمِ النَّبِیِّیْنَ وَسَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ؛

اَخلاقِ نبوی

آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے اخلاق و محاسن اور صفات و محامد کا ذکر گذشتہ واقعات کے ضمن میں تفصیل کے ساتھ آچکا ہے اور یہ امر بھی بخوبی ذہن نشین ہو چکا ہے کہ یہ آنحضرتؐ کے بے نظیر صبر و تحمل، استقلال و استقامت، احسان و سلوک اور شفقت و ہمدردی کا نتیجہ تھا کہ ملک عرب کے خونخوار اور وحشی قبائل نے آخرکار فتنہ و فساد اور بد اخلاقی و بے حیائی کی ناپاک زندگی سے متنفر ہو کر تہذیب و تمدن اور علم و اخلاق کی روشنی سے اپنے قلوب کو منوّر کر لیا۔ ابتدا میں اگرچہ آنحضرتؐ کو سخت مخالفتوں اور رکاوٹوں کا سامنا ہوا مگر آخرکار آپ کے حُسنِ خُلق سے تمام دشمنانِ جان و ایمان آپ کے جان نثار اور فداکار غلام بن گئے اور تمام عرب نے آپ کو اپنا شہنشاہ تسلیم کر لیا۔

سادگی لیکن اس قدر عظیم الشان کامیابی کے باوجود آنحضرتؐ کے تمام

ؔ یعنی انتقال کے قریباً بتیس ۳۲ گھنٹے کے بعد؛

حالات اور تمام مدارج زندگی میں آپ کی سادہ معاشرت، تواضع وانکسار اور زہد وقناعت یکساں طور پر نظر آتی ہے۔ اگرچہ ہزارہا جان نثار غلام ہر خدمت کے لئے ہر وقت حاضر تھے مگر آنحضرتؐ اپنا کام کاج خود ہی کیا کرتے تھے آپ بکریوں کا دودھ دوہ لیتے تھے۔ گھر میں جھاڑو دے لیتے تھے۔ کپڑوں میں پیوند لگا لیتے تھے۔ اپنی جوتیاں گانٹھ لیتے تھے۔ بازار سے چیز خود جاکر خرید لاتے تھے اور خود ہی اُسے اُٹھا کر بھی لے آتے تھے۔ آپ دوسرے لوگوں کا کام بھی اپنے ہاتھ سے کر دیا کرتے تھے۔

آپ کا لباس بالکل معمولی ہوتا تھا۔ لباس میں آپ نمائش کو پسند نہیں فرماتے تھے۔ آپ کا بستر بالعموم ٹاٹ کے ایک ٹکڑے کا ہوا کرتا تھا۔

انکسار زمین یا چٹائی پر جہاں جگہ مل جاتی تھی آنحضرتؐ بیٹھ جاتے تھے خادم کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھا لیا کرتے تھے۔ ہر چھوٹے بڑے اور ادنیٰ واعلیٰ کو پہلے سلام کر دیا کرتے تھے اور مصافحہ کے لئے خود پہلے ہاتھ بڑھا دیتے تھے۔

آپ مسکینوں سے محبت فرمایا کرتے تھے اور غریبوں میں رہ کر خوش ہوتے تھے مجلس میں جہاں جگہ مل جاتی تھی وہیں بیٹھ جاتے تھے۔ صحابہ میں ایسے مل جل کر بیٹھتے تھے کہ اجنبی شخص امتیاز نہیں کر سکتا تھا کہ ان میں آنحضرتؐ کون ہیں۔

آپ بیماروں کی عیادت اور مزاج پرسی کے لئے صحابہ کے گھروں

میں تشریف لے جایا کرتے تھے؛

تواضع جب صحابہ مل کر کچھ کام کرتے تھے تو آنحضرتؐ ہمیشہ اُن کے ساتھ کام میں شریک ہوجایا کرتے تھے۔ مسجد نبوی کی تعمیر کے وقت صحابہ کے ساتھ آپ بھی معمولی مزدوروں کی طرح اینٹیں اور مٹی اُٹھا اُٹھا کر لاتے تھے۔ جنگِ احزاب میں آپ خندق کھودنے والوں میں شامل تھے اور اپنے ہاتھوں سے مٹی اُٹھاتے تھے؛

ایک بار ایک شخص آپ کے سامنے آیا اور آپکے رعب وجلال سے کانپنے لگا۔ آپ نے اُسے تسلّی دی اور فرمایا کہ گھبراؤ نہیں۔ میں بادشاہ نہیں ہوں میں تو قریش کی ایک عورت کا بیٹا ہوں جو سوکھا گوشت کھایا کرتی تھی؛

طائف میں جن لوگوں نے وعظ کے وقت آپ کو زخمی کیا تھا جب وہ خود بخود مدینہ میں آپ کے پاس اسلام قبول کرنے کے لئے حاضر ہوئے تو آپنے بذات خود اُنکی مہمانی کے فرائض ادا کئے؛

زہد وقناعت آنحضرتؐ کی غذا عموماً جو کی روٹی ہوا کرتی تھی آپنے کبھی پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھایا تھا۔ بعض مرتبہ ایک ایک مہینہ تک آپکے گھر میں آگ نہیں جلتی تھی۔ آپ اور آپکے سب گھر والے صرف پانی اور کھجوروں پر بسر کرلیتے تھے؛

آپ خدا سے دعا فرمایا کرتے تھے کہ یا اللہ! محمدؐ کے گھر والوں کو صرف اتنا دے کہ جتنا پیٹ میں ڈال لیا کریں؛

آنحضرتؐ کا یہ زہد اختیاری تھا۔ کسی تنگی کی وجہ سے نہ تھا۔ اگر آپ چاہتے تو آسائش کے تمام سامان مہیا ہوسکتے تھے مگر آپ کو فقر و فاقہ اور نفس کشی کی

زندگی ہی پسند تھی؛

حسنِ معاشرت آنحضرتؐ ہر چھوٹے بڑے سے محبت کے ساتھ پیش آتے تھے سب لوگ آپ کو اپنے حق میں والدین سے زیادہ مہربان اور شفیق سمجھتے تھے۔آپ ہر شخص کی عزت کا خیال رکھتے تھے۔سلام اور مصافحہ میں ہمیشہ پیش دستی کرتے تھے ہدیہ دینے والوں کا ہدیہ قبول فرما لیتے تھے اور اس کے عوض خود بھی اس کو تحفے بھیجتے تھے۔غریبوں اور مسکینوں کی دعوتیں منظور فرما لیتے تھے۔کھانے کے لئے جو سامنے آجاتا تھا بلا عذر کھا لیتے تھے؛

صبر و حلم کفار آنحضرتؐ کو بے شمار تکلیفیں اور اذیتیں دیتے رہے۔آپ کی راہ میں کانٹے بچھا دیا کرتے تھے۔آپ پر نجاست پھینک دیتے تھے اور آپ کو گالیاں دیا کرتے تھے۔مگر آپ تمام تکالیف کو کشادہ پیشانی سے برداشت کرتے تھے اور درگذر فرماتے تھے؛

جنگ اُحد میں کافروں نے آپ پر پتھر اور تیر برسا کر آپ کو زخمی کر دیا۔آپ کا دانت شہید کر دیا۔چہرے سے خون بہنے لگا۔صحابہ نے عرض کیا کہ ان کے حق میں بددعا فرمائیں۔لیکن آپ نے فرمایا کہ میں لعنت کرنے کے لئے نہیں آیا بلکہ اللہ نے مجھ کو لوگوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔اس کے بعد آپ نے دعا فرمائی کہ اے اللہ! میری قوم جانتی نہیں ہے۔اس کو ہدایت عطا فرما؛

طائف میں جب آپ تبلیغ کے لئے گئے تو لوگوں نے آپ پر پتھر برسائے اور آپ کو لہو سے تر بہ تر کر دیا مگر آپ نے ان کے حق میں بددعا نہ فرمائی؛

شفقت و رحمت آنحضرتؐ کی ذات تمام لوگوں کے لئے رحمت تھی آپ

اُن کے حق میں دعائے خیر کرتے تھے اور جو آپ کے خون کے پیاسے تھے آپ اُن سے پیار و محبت سے پیش آتے تھے۔ آپ کبھی دشمنوں کی حرکات سے برہم نہ ہوتے تھے:

نجد کا سردار جب مسلمان ہوا تو اُس نے مکہ میں غلہ بھیجنا بند کر دیا۔ کیونکہ مکہ والے آنحضرتؐ اور مسلمانوں کے سخت دشمن تھے۔ غلہ رک جانے کی وجہ سے مکہ میں قحط پڑ گیا لوگ بلبلا اُٹھے۔ آنحضرتؐ کو جب یہ حال معلوم ہوا تو آپ نے حکم دیا کہ غلہ بدستور جانے دیا جائے۔

بچوں پر شفقت آنحضرتؐ بچوں پر بہت شفقت فرمایا کرتے تھے۔ جب بچوں کے پاس سے گذرتے تھے تو آپ خود اُن کو سلام کرتے تھے۔ اُن کے سر پہ ہاتھ پھیرتے تھے اور اُن کو گود میں اُٹھا کر چومتے اور پیار کرتے تھے:

جب کبھی آپ سفر سے واپس تشریف لاتے تو جو بچے راہ میں ملتے اُن میں سے کسی کسی کو آپ اپنے ساتھ سواری پر آگے پیچھے بٹھا لیتے تھے!

دشمنوں سے احسان وسلوک آنحضرتؐ دشمنوں پر غلبہ اور قابو پانے کے بعد ہمیشہ ان سے احسان وسلوک کیا کرتے تھے۔ آپ نے کبھی کسی سے اپنی ذات کے بارے میں بدلہ نہیں لیا

ایک یہودی عورت نے گوشت میں زہر ملا کر آپ کو کھلا دیا۔ بعد میں اُس نے اپنے جرم کا اقرار بھی کر لیا مگر آپ نے اُسے چھوڑ دیا۔

اہل مکہ آپ کے سخت دشمن تھے۔ انہوں نے مسلمانوں کو ایذائیں دیکر وطن سے نکل جانے پر مجبور کر دیا تمام عرب کو مسلمانوں کی مخالفت پر برانگیختہ کر کے مدینہ پر بار بار حملے کیئے کئی دفعہ آنحضرتؐ کے قتل کی سازشیں کیں مگر آنحضرتؐ نے جب مکہ فتح کیا تو آپ نے تمام دشمنانِ جان و ایمان کو معافی دیدی اور کسی کو کچھ سزا نہ دی۔ مہاجرین کے مکانات پر کفار نے قبضہ کر لیا ہوا تھا۔ آپ نے مسلمانوں کے وہ مکانات بھی کفار سے واپس نہ لئے

اسیرانِ جنگ سے حسنِ سلوک نہ صرف عرب بلکہ دُنیا کی تمام قومیں

جنگ کے قیدیوں کے ساتھ نہایت وحشیانہ اور ظالمانہ سلوک کیا کرتی تھیں لیکن آنحضرتؐ قیدیوں کی خبرگیری مہمانوں کی طرح کیا کرتے تھے اور ان کو کسی قسم کی تکلیف نہ پہنچنے دیا کرتے تھے؛

تمام جنگوں میں جس قدر قیدی بھی مسلمانوں کے ہاتھ آتے رہے۔ آنحضرتؐ اُن سب کو رہا کر دیتے تھے۔ جب آپ قیدیوں کو رہا کرتے تھے تو سب کو اپنے پاس سے جوڑے دے کر رخصت کرتے تھے؛

غزوۂ حُنین میں چھ ہزار قیدی مسلمانوں کے ہاتھ آئے۔ آپ نے سب کو چھوڑ دیا اور اُن کے پہننے کے لئے چھ ہزار جوڑے بھی عنایت فرمائے؛

جنگی اِصلاحات عرب لڑائیوں کے اندر دشمن سے بہت وحشیانہ برتاؤ کیا کرتے تھے۔ قیدیوں، بچوں اور عورتوں کو بلا دریغ قتل کر دیا کرتے تھے۔ لوگوں کو زندہ آگ میں جلا دیتے تھے۔ زندوں کے ہاتھ پاؤں کاٹ ڈالتے تھے کہ تڑپ تڑپ کر مر جائیں، مُردوں کے ہاتھ پاؤں کان ناک وغیرہ کاٹ کر لاشوں کو بے حرمت کرتے تھے۔ حاملہ عورتوں کا پیٹ چاک کر ڈالتے تھے۔ لیکن آنحضرتؐ نے ان تمام وحشیانہ رسوم و عادات کا بالکل انسداد کر دیا اور لوگوں کو ایسے قبیح افعال سے نہایت سختی کے ساتھ روک دیا۔ پس آنحضرتؐ نے دُنیا کے لئے جنگ کا بھی ایک ایسا نمونہ پیش کر دیا جو انسانی ہمدردی اور لطف و کرم کے اعلےٰ جذبات سے لبریز ہے؛

صدق و امانت آنحضرتؐ کے جانی دُشمن بھی آپ کے صدق و امانت کے قائل تھے۔ نبوت سے پہلے ہی تمام عرب میں آپ صادق اور امین کے لقب

سے مشہور ہو چکے تھے۔ لوگ آپ کی خدمت میں آکر اپنے جھگڑوں کا فیصلہ کراتے تھے؛

ابوجہل جیسا دشمنِ اسلام بھی آنحضرتؐ سے کہا کرتا تھا کہ میں آپ کو جھوٹا تو نہیں سمجھتا مگر آپ کی تعلیم پر میرا دل نہیں ٹھہرتا ہم کیسے اپنے آبائی مذہب کو چھوڑ دیں ہجرت کی رات کو کفار نے تو آنحضرتؐ کے قتل کا پختہ ارادہ کرکے آپ کے مکان کا محاصرہ کر لیا تھا لیکن آپ حضرت علیؓ کو صرف اس لئے پیچھے چھوڑ جاتے ہیں کہ اِن دشمنانِ جان کی جو امانتیں حضور کے پاس جمع تھیں وہ ادا کر کے چلے آئیں؛

ایفائے عہد آنحضرتؐ جو عہد و پیمان کر لیتے تھے اُس کو پورا کیا کرتے تھے آپ فرمایا کرتے تھے کہ جو عہد کا پابند نہیں وہ بے دین ہے۔ آپ نے دوست یا دشمن کسی سے جو عہد کر لیا اُس کو ہمیشہ پورا کیا؛

صلح حدیبیہ میں جب ابوجندلؓ پابہ زنجیر آئے اور بدن کے داغ دکھائے کہ قریش مجھ کو قید کرکے اِس طرح ایذائیں دیتے ہیں تو آپ نے فرمایا کہ قریش سے معاہدہ ہو چکا ہے اور معاہدہ کے مطابق تم کو قریش کے پاس واپس جانا پڑیگا ابوجندل کی حالت دیکھ کر مسلمان اس قدر بیتاب اور بے قرار ہو گئے کہ قریب تھا کہ قابو سے باہر ہو جائیں لیکن آنحضرتؐ نے صحابہ سے فرمایا کہ میں معاہدہ کی خلاف ورزی نہیں کر سکتا؛

سخاوت آنحضرتؐ کبھی کسی سائل کے سوال کو رد نہ فرماتے تھے۔ آپ سب سے زیادہ سخی تھے۔ اپنے گھر میں مال جمع رکھنا پسند نہ فرماتے تھے۔ جو کچھ آتا تھا سب کا سب تقسیم فرما دیتے تھے؛

- اگر کوئی سوالی آتا اور آپ کے پاس اس وقت کچھ نہ ہوتا تو قرض لے کر اس کے سوال کو پورا فرما دیتے تھے؛

- ایک دفعہ نوّے ہزار درہم آئے۔ چٹائی پر رکھے گئے۔ جو سائل آتا تھا آپ اس کو دیدیتے تھے یہاں تک کہ سب ختم ہو گئے۔ پھر ایک سوالی آیا آپ نے اُسے فرمایا کہ اب میرے پاس تو کچھ نہیں رہا لیکن تم فلاں شخص سے میرے نام پر قرض لے لو میں اُسے ادا کر دوں گا؛

- آنحضرتؐ کا عام حکم تھا کہ جو مسلمان قرض چھوڑ کر مر جائے اور اُس کا کوئی مال باقی نہ ہو تو اُس کا قرض میں ادا کروں گا اور اگر کوئی مال چھوڑ کر مر گیا تو اُسے اُس کے وارث سنبھالیں گے؛

- آنحضرتؐ کھانے پینے کی معمولی سے معمولی چیز بھی اکیلے نہیں کھاتے تھے بلکہ تمام صحابہ کو اپنے ساتھ شریک فرما لیتے تھے؛

شجاعت آنحضرتؐ کی شجاعت مسلّم تھی۔ سخت لڑائیوں میں جہاں سے بڑے بڑے بہادر بھاگ نکلے آپ ہمیشہ ثابت قدم رہے حضرت علیؓ جن کی شجاعت مشہور ہے فرماتے ہیں کہ جب معرکہ سخت ہوتا تھا تو اس وقت ہم لوگ آنحضرتؐ کے پہلو میں آکر پناہ لیا کرتے تھے۔ دشمن کی طرف سب سے آگے آپ ہی ہوا کرتے تھے اور ہم میں سے سب سے بہادر اور دلیر وہ سمجھا جاتا تھا جو میدانِ جنگ میں آپ کے برابر کھڑا رہتا تھا۔

مدینہ میں ایک رات کچھ شور ہوا۔ لوگ گھبرا اُٹھے کہ شاید کسی دشمن نے چڑھائی کر دی ہے۔ آنحضرتؐ نے شور سنتے ہی سب سے پہلے تن تنہا گھوڑے

کی ننگی پشت پر سوار ہو کر شہر کا چکر لگایا اور واپس آکر لوگوں کو اطمینان دلایا کہ کوئی خطرہ نہیں؛

حیا آنحضرتؐ نے کبھی کسی کے ساتھ تیز کلامی نہیں کی اور نہ کبھی تیز نگاہ سے کسی کی طرف دیکھا۔ آپ آنکھیں ہمیشہ نیچی رکھتے تھے۔ جب بازار سے جاتے تھے تو چپ چاپ گذر جاتے تھے۔ ہنسی یا قہقہے سے آپ کے لب آشنا نہ تھے۔ آپ صرف مسکراہٹ فرمایا کرتے تھے؛

اگر آپ کو کسی شخص کی کوئی بات اچھی معلوم نہ ہوتی تھی تو اُس کا نام لیکر منع نہ فرماتے تھے۔ بلکہ عام الفاظ میں لوگوں کو ایسے کام سے باز رہنے کی ہدایت فرما دیتے تھے تاکہ وہ شخص مجمع میں شرمسار نہ ہو؛

جب کوئی عذر خواہ آپ کے سامنے آکر معافی کا خواستگار ہوتا تھا تو آپ شرم سے گردن جھکا لیتے تھے؛

فصاحت وبلاغت آنحضرتؐ کا کلام نہایت صاف، واضح اور شیریں ہوتا تھا۔ نہ اتنا طویل کہ اس میں کوئی فضول اور غیر ضروری بات ہو اور نہ اتنا مختصر کہ کوئی کام کی بات رہ جائے یا سمجھ میں نہ آئے۔ جو فقرہ بھی آپ کے منہ سے نکلتا تھا وہ نہایت جامع اور پُر مغز ہوتا تھا اور سننے والے کے دل پر قبضہ کر لیتا تھا؛

صفائی آنحضرتؐ صفائی اور پاکیزگی کا بہت خیال رکھتے تھے۔ آپ خوشبو کو بہت پسند فرمایا کرتے تھے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ دین کا مدار پاکیزگی پر ہے۔

الغرض آنحضرت صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمْ اخلاق وصفات میں بہت ہی بڑا مرتبہ رکھتے تھے۔ چند صفحات کے اندر آپ کے جملہ محاسن ومحامد کی جلوہ نمائی نہایت دشوار ہے۔ کسی انسان کی طاقت نہیں کہ آپ کے اخلاقِ جمیلہ کی پوری کیفیت بیان کرسکے۔ یہاں صرف چند باتیں لکھدی گئی ہیں۔ اگر ناظرین اس مضمون کو کچھ زیادہ تفصیل کے ساتھ دیکھنا چاہیں تو ہماری کتاب:۔

"پیارے نبی کے پیارے اخلاق"

کا ضرور مطالعہ کریں۔

بَلَغَ الْعُلٰى بِكَمَالِهٖ | كَشَفَ الدُّجٰى بِجَمَالِهٖ

حَسُنَتْ جَمِيْعُ خِصَالِهٖ | صَلُّوْا عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ

مولانا محمد سلیمان فاروقی بی۔ اے طابع وناشر نے پی۔ آر۔ بی ایس پریس انارکلی لاہور میں چھپوا کر نور کمپنی۔ پرانی انارکلی لاہور سے شائع کی۔